تصوّف کی حقیقت و اہمیت، ذکر کے فضائل و برکات
لطائف ستہ، اولیاء کی کرامات اور سلاسل کا شجرہ

دُکانِ عشق

ملفوظات

حضرت مولانا خلیفہ غُلام رسُول قدس سرہٗ

خلیفہ مجاز

قطبِ وقت

حضرت مولانا احمد علی لاہوری

نوّر اللہ مرقدہٗ

ضبط و ترتیب

حضرت ڈاکٹر عبد السّلام صاحب دامت برکاتہم

تصوّف کی حقیقت و اہمیت، ذکر کے فضائل و برکات
لطائف ستہ، اولیاء کی کرامات اور سلاسل کا شجرہ

دُکانِ عشق

ملفوظات

حضرت خلیفہ غُلام رسُول قدس سرہ

خلیفہ مجاز
قطبِ وقت
حضرت مولانا
احمد علی لاہوری
نوّر اللہ مرقدہٗ

ضبط و ترتیب

حضرت ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب کا نام	❖	دکانِ عشق
مصنف	❖	حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم
ناشر	❖	سنٹر آف اسلامی فقہ ایوب سٹریٹ سکندر آباد، ایبٹ آباد، پاکستان
فون	❖	03240071702
پرنٹرز	❖	اے جے ایم آرٹ پریس لاہور 042-37231566 0300-0333-4329566
ملنے کے پتے	❖	مولانا ڈاکٹر محمد راشد (لاہور): 03344214014
		مولانا مفتی محمود (کراچی): 03432400269
		مولانا عبد الرحمن (کوئٹہ): 03052841471

فہرست

وجہ تسمیہ کتاب دکان عشق ۱۶

عرض مرتب ۱۸

مقدمہ ۲۷

- تعلیم اور تزکیہ میں تفریق ۲۹
- فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے ۲۹
- تصوف وسلوک کیا ہے؟ ۳۶
- کیا تصوف وسلوک ہر فرد کے لئے ضروری ہے ۳۸
- شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کیا ہے؟ ۴۱
- اشغال ۴۸
- "اللہ اللہ" کے ذِکر پر اِعتراض ۵۲
- بیعت کی اقسام ۵۵

ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کے مختصر حالات ۶۲

- حضرت ڈاکٹر صاحب کی تبلیغی جماعت سے وابستگی ۶۲
- ڈاکٹر صاحب کی پہلی بیعت ۶۳
- بار گاہِ شیخ میں رسائی کا واقعہ، ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی زبانی ۶۳
- احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب) کے لئے پیشین گوئیاں اور بشارت ۶۵
- مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سرنگوں رہیں ۶۵
- شیخ سے مرید کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں ۶۶
- حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مبشرات ۶۶
- اخلاص کی کمی ہے ۶۷
- تصانیف ۶۷

حضرت مولانا حافظ خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات ۶۸

- ولادت ۶۸
- بچپن کے کچھ حالات ۶۹

- حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا..................۶۹
- قراءت کی تکمیل..................۶۹
- استاذ کی خدمت، استاذ گاموں ؒ کی کرامت..................۷۰
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ہندوستان روانگی..................۷۱
- تقسیم ہند سے پہلے بزرگوں کی خدمت میں حاضری..................۷۱
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کا ہندوستان میں ایک بدعتی پیر کے پاس جانا..................۷۲
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کی پاکستان آمد اور مدرسے میں داخلہ..................۷۲
- پیپلاں میں داخلہ..................۷۳
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کا صحاح ستہ پڑھنا..................۷۳
- استاذ کی قدردانی..................۷۴
- طالب علمی کا زمانہ اور ساتوں آسمانوں کی سیر..................۷۴

حضرت خلیفہ صاحب ؒ کے پہلے شیخ و مرشد حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ..................۷۶

- مختصر حالات..................۷۶
- علم اور علماء سے محبت..................۷۷
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کا فقر و فاقہ..................۷۸
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کے اندر غنا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی..................۸۰
- حضرت ؒ اور دوسرے ہم عصر اولیاء اللہ کا تعلق..................۸۱
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ اور کثرت ذکر..................۸۱
- اجازت کے ساتھ ذکر کرو، میں ضامن ہوں..................۸۲
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی شادی..................۸۳
- حضرت خلیفہ صاحب ؒ کی اولاد..................۸۳
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا مستجاب الدعاء ہونا..................۸۴

تبلیغ اور اہل تبلیغ سے تعلق..................۸۴

- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا تبلیغی جماعت کی نصرت کے لئے جانا..................۸۵
- تبلیغی کام کے بارے میں تاثرات..................۸۶
- شیخ کے پوتے سے محبت..................۸۷

دکان عشق

- رائے ونڈ مرکز آمد اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کا مرکز تبلیغ میں روحانیت محسوس کرنا.......۸۷
- تبلیغ والے درو دیوار کو ہمارے اوپر گواہ بنا رہے ہیں، مولانا محمد بلال مدنی سے طویل گفتگو ۸۸

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے تصوف کے نشیب و فراز..........۹۰

- تلاش مرشد میں استخارہ اور رہنمائی..........۹۰
- ڈیرہ اسماعیل خان واپسی، تدریس اور استخارہ..........۹۰
- حضرتؒ کی لاہور پیدل روانگی اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری.....۹۱
- حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی عنایات..........۹۲
- حضرت لاہوریؒ کا معمول اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے ساتھ خصوصی شفقت..........۹۲
- حضرت خلفیہ صاحبؒ کی لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان واپسی..........۹۳
- موضع لعل ماہڑہ میں درس و تدریس..........۹۴
- تجارت گنج کی مسجد میں قیام..........۹۴
- حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خصوصی عنایت..........۹۵
- لاہور سے مجھے اللہ ملا ہے..........۹۵
- جس کی تربیت حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے کی ہے، میں اسے شاگردی میں لینے سے قاصر ہوں۹۶
- بیعت کا سلسلۂ اور حلقہ ذکر..........۹۹

نقشبندیہ نسبت کی کہانی..........۹۹

- نقشبندیہ نسبت کے لئے استخارہ اور بشارت..........۱۰۰
- اللہ رَبّ العزّت بغیر منّت کے دیتا ہے..........۱۰۳
- حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے خلافت..........۱۰۳
- حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے خلافت کے بعد ایک چوتھی منامی خلافت ۱۰۵
- بزرگان دین اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت..........۱۰۶

"مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو" حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا مدینہ منوّرہ سے عشق ۱۰۶

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک شعر اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کا عشق رسول..........۱۰۸
- خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہلی زیارت کرنا..........۱۰۹
- دُوسری زیارت..........۱۱۰
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عمرے (حرمین شریفین) کے دو سفر..........۱۱۱

- مدینہ طیبہ کی حاضری کے تاثرات ۱۱۲
- حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم اور خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا اکٹھے سفر حرمین شریفین ۱۱۳
- نبی کریم ﷺ کے نام کی لاج ۱۱۳
- نبی کریم ﷺ کے بول مبارک کی برکت ۱۱۳
- ایک دفعہ فرمایا حجاز مقدس کی ہر چیز کو احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے ۱۱۴
- نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی اہمیت ۱۱۵
- حضور ﷺ کی پہلی زیارت ۱۱۷

مریدین کے ساتھ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا حسن سلوک ۱۱۸

- حسنِ سلوک اور مریدین کی ضرورتوں اور پریشانیوں کے لئے فکر مند ہونا ۱۱۹

حضرتؒ کے ملفوظات ۱۲۱

- شیخ کی بات پر یقین ۱۲۱
- کرو اور بھول جاؤ! ۱۲۲
- علم سے تکبر پیدا ہوتا ہے ۱۲۲
- اللہ اللہ کہنے والا سیف قاطع ہوتا ہے ۱۲۳
- اللہ تعالیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیا کم ہے ۱۲۴
- اللہ والوں کے نزدیک فنا کی تعریف ۱۲۶
- حضوری دو طرح کی ہوتی ہے اور علم تین طرح کا ہوتا ہے ۱۲۶
- اللہ والے عجیب ہوتے ہیں! ۱۲۷
- حضرت لاہوری رحمہ اللہ، حضرت سواگی رحمہ اللہ اور مریدین کی تربیت ۱۲۸
- اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق میں اسرار رکھے ہیں ۱۲۹
- وہ لوگ نہیں سوتے جو اللہ کے ہم نشین ہوتے ہیں ۱۲۹
- تمہارے پاس وہ دولت نہیں جو تمہارے دادا کے پاس تھی! ۱۳۳
- علم ہو گا، اللہ پاک نفع نہیں دے گا ۱۳۴
- اگر میں نے ان کی تربیت نہ کی، جواں مرد نہیں ہوں گا۔ ۱۳۵
- اللہ رب العزت حفیظ ہے ۱۳۶
- ایک بوڑھی کی دعا ۱۳۶

- حضرت مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحبؒ فاضل دیوبند حضرتؒ کے خلیفہ مجاز کا واقعہ...... ۱۳۷
- قرآن کریم کی برکات........................... ۱۳۷
- عشق کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی.......................... ۱۳۸
- جنت کے درجات چڑھنے کی بشارت والی حدیث کی شرح.......................... ۱۳۹
- اللہ تعالی کی قدرت ہے جسے جیسا چاہے بنادے.......................... ۱۳۹
- دنیا میں بڑی چیز کون سی ہے؟.......................... ۱۴۱
- میری داڑھی کے بال آپ کے سر کے بالوں سے کروڑ ہا درجہ بہتر ہیں.......................... ۱۴۱
- اللہ رب العزت کو سفید بالوں سے شرم آتی ہے.......................... ۱۴۲
- رزق کے معاملے میں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہئے.......................... ۱۴۲
- کسان فصلیں اگاتا ہے یہ کفریہ کلمات ہیں.......................... ۱۴۴
- دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق.......................... ۱۴۵
- ہمارے دل خنزیروں والے ہیں لیکن چہرے انسانوں والے ہیں.......................... ۱۴۶
- روح چاہتی ہے نفس اس کے پاس آجاتا ہے.......................... ۱۴۶
- پہلے اندر کا علم نکلے گا بعد میں اللہ تعالی اندر آئے گا.......................... ۱۴۷
- حضور ﷺ کی سنت داڑھی کی اہمیت.......................... ۱۴۷
- عید کا دن اور اللہ پاک کی رحمت.......................... ۱۴۸
- دنیا بڑی بے وفا ہے.......................... ۱۴۸

سلسلۂ نقشبندیہ.......................... ۱۴۹

- حضرت خواجہ نقشبند بہاء الدینؒ کا ایک واقعہ.......................... ۱۵۱
- سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کی اہمیت.......................... ۱۵۲

رابطہ شیخ.......................... ۱۵۴

- شیخ اگر قریب ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے.......................... ۱۵۸
- شیخ کا ادب اور مقام.......................... ۱۵۹
- شیخ کے آداب.......................... ۱۶۰
- شیخ کی اطاعت کی برکات.......................... ۱۶۰
- حضرت دین پوری رحمہ اللہ کا ایک مجاہدہ.......................... ۱۶۱

- خوشنودی و محبت شیخ ۱۶۱
- حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور شیخ کی خدمت ۱۶۲
- رات کو معشوق جاگتا ہے اور عاشق سو جاتے ہیں ۱۶۳
- شیخ کی خوشنودی بڑی اہم چیز ہے ۱۶۴

شیخ کے آداب ۱۶۴
- حضرت علامہ خالد کردی رحمہ اللہ کا قصہ اور خدمت آب پاشی ۱۶۶
- اللہ والے بڑے نازک ہوتے ہیں، ان لوگوں کی خدمت میں رہنا بڑا مشکل ہے ۱۶۷
- اللہ اللہ کرنا بہت بڑی چیز ہے، شیخ کی خدمت اور محبت ۱۶۹

ایصال ثواب کی اہمیت ۱۷۰
- فاتحہ دینے یعنی ایصال ثواب کا طریقہ ۱۷۰
- شجرہ کی تلاوت کرنی چاہیئے ۱۷۱
- اپنے مشائخ کے لئے ایصال ثواب کی خصوصی تاکید ۱۷۳

ریاضت و مجاہدہ ۱۷۵
- حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کے کچھ حالات ۱۷۵
- حضرت احمد گل صاحبؒ کا مجاہدہ ۱۷۷
- اللہ والوں نے اللہ کو حاصل کرنے کے لئے بڑے مجاہدات کئے ہیں ۱۷۸
- حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کا مجاہدہ ۱۷۹
- شیطان سے بچنا آسان، نفس سے بچنا مشکل ہے ۱۷۹
- میرے لنگر کا کھانا ضائع مت کرو! ۱۷۹
- عشق جاگ رہا ہے اور تم سو رہے ہو ۱۸۰
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ریاضت اور مجاہدہ ۱۸۰
- اگر تم ہم سے یاری نہیں لگاتے ہم تمہارے یار ہیں ۱۸۲

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی توجہات ۱۸۳
- توجہ کیا ہے؟ اور توجہ کی دلیل ۱۸۳
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہات ۱۸۴
- حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ ۱۸۵

- حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ اور لطائف کا چالو ہونا.......۱۸۶
- اشاروں سے لطائف کا جاری ہونا.......۱۸۷
- خواب میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہات اور مریدین کا بیعت ہونا.......۱۸۷
- حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی توجہات.......۱۸۹
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ اور دُوسری اہم باتیں جو احقر نے محسوس کیں.......۱۹۰
- حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی ایک توجہ سے سارے لطائف کا جاری ہونا.......۱۹۱
- حضرت خلیفہ صاحب کے کچھ حالات ان کے خلفاء اور مریدین کی زبانی.......۱۹۱
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی غائبانہ توجہ اور ذِکر کی تلقین.......۱۹۲
- حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ایک پیشین گوئی.......۱۹۲
- مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کی روایت.......۱۹۲
- صاحبِ قبر پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ کا اثر.......۱۹۳
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ کا زبردست اثر.......۱۹۴
- حضرت لاہوری رحمہ اللہ، حضرت افغانی رحمہ اللہ اور حضرت دین پوری رحمہ اللہ کی برکات.......۱۹۵
- شیخ کی توجہ کا اثر دور سے بھی ہوتا ہے.......۱۹۵
- فیضان نظر.......۱۹۶

خواب کی حقیقت اور شریعت میں خواب کا حکم.......۱۹۶

- پردہ فرمانے کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی پیش گوئی.......۱۹۹
- حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ایک خواب حضرت ڈاکٹر صاحب...۲۰۱
- حضرت رحمہ اللہ کی پیش گوئی.......۲۰۱
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک مبارک خواب اولیائے کرام کی ضیافت.......۲۰۲
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک اور مبارک خواب.......۲۰۳
- ایک خواب کی تعبیر.......۲۰۴
- کافر کے لئے مسمریزم اور ولی کے لئے کرامت.......۲۰۶
- حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مدنی رحمہ اللہ کا ایک خواب.......۲۰۶
- شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الکریم رحمہ اللہ فاضل دیوبند کے دو خواب اور بشارت.......۲۰۷
- اربعہ سلاسل کی تعبیر.......۲۰۸

کرامت کی تعریف ۲۰۹
- حضرت خلیفہ صاحبؒ کی ایک کرامت ۲۱۳
- ایک کرامت کا ذکر ۲۱۴
- اصل کرامت نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے ۲۱۵
- مولانا تاج محمد امروٹی رحمہ اللہ کی کرامت ۲۱۵
- ایک ہندوستانی بزرگ کا حیرت انگیز واقعہ ۲۱۵
- اولیاء کرام اور ان کے خدام ۲۱۶
- حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ ۲۱۸
کشف کی حقیقت اور شریعتِ مطہرہ میں اس کا درجہ ۲۲۰
- کشف کی قسمیں ۲۲۲
- حضرت خلیفہ صاحبؒ کے کشف کے کچھ واقعات ۲۲۳
- ڈاکٹر سیّد آدم شاہ صاحب کی روایت حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے کشف کے متعلق ... ۲۲۴
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے بیٹے کی خوشخبری دی ۲۲۵
- لونی میں نسبتِ قادریہ کا دیکھنا ۲۲۶
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا اعلیٰ علّیین میں مقام ۲۲۶
- کشف کے متعلق وضاحت ۲۲۶
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو جنات کا گزر محسوس ہونا ۲۲۸
- بد عملی کو محسوس کرنا ۲۲۸
- بے نمازی کا کھانا بدبودار تھا ۲۲۹
- مبشرات، کشف واسرار راستے کی چیزیں ہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۲۲۹
- مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کشف و کرامات مقصود نہیں ۲۳۰
- حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے کشفیہ حالات ۲۳۰
- حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف کا کشف ۲۳۱
- کسر نفسی اور اخفاء اچھی چیز ہے ۲۳۲
- بہت کم لوگ سلسلے چلاتے ہیں ۲۳۳
- حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک عجیب عادت ۲۳۴

- حضرتؒ کی خودداری اور امراء سے استغناء ۲۳۴
- والدین کی خدمت اور اس کا صلہ ۲۳۵
- سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے ۲۳۶
- اللہ والوں کے مقامات، اکثر کو علم نہیں ہوتا ۲۳۷

بیعت والا خانقاہی نظام ۲۳۷

- اللہ تعالیٰ کے ہم نشین کی ہم نشینی اختیار کرلو، دنیا کی رغبت دل سے نکل جائے گی ۲۳۸
- اللہ تعالیٰ کا ارادہ چلتا ہے ۲۳۹
- بعض مرید اپنے شیخ سے آگے نکل جاتے ہیں ۲۴۰
- حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے معمولات ۲۴۱
- اللہ والوں کی ہر چیز میں برکت ہوتی ہے ۲۴۱
- دنیا ان کی وجہ سے قائم ہے ۲۴۳
- گولڑہ شریف کی خانقاہ اور برکات ۲۴۳
- حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور خانقاہ کے چولہے کی راکھ ۲۴۴
- خواجہ سراج الدینؒ یا خواجہ محمودؒ کا فیض زیادہ ہے ۲۴۵
- پالکی والے نمبر لے جاتے ہیں ۲۴۵
- نہ وہ شیخ رہے، نہ مرید، قحط الرجال ہے ۲۴۶
- جارج پنجم کی تاج پوشی اور حضرت مولانا رحمت شاہ صاحبؒ کا فتویٰ ۲۴۸
- حضرت سواگی رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی انگریزوں سے نفرت ۲۴۹
- حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا طریقہ تربیت ۲۴۹
- ایک گرو اور ایک اللہ والے کا قصہ ۲۵۰
- حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی بصیرت ۲۵۰
- حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کا ایک نوجوان سے خطاب ۲۵۱
- حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی بیوی کا قصہ ۲۵۱
- صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے ۲۵۲
- حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکاتب ۲۵۲

ابدال اور قیوم کا ذکر ۲۵۳

- اولیائے کرام کی طبیعت مختلف ہوتی ہے............................ ۲۵۳
- سب قیوم کے ماتحت ہوتے ہیں............................ ۲۵۴
- خواجہ پیر پٹھان رحمہ اللہ اور ایک ہندو کی ہدایت کا واقعہ ۲۵۴
- حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کی مجلس کے اثرات............................ ۲۵۵
- اللہ والوں کے اثرات باقی رہتے ہیں............................ ۲۵۵
- یہ لوگ اتنے عظیم ہیں کہ اگر کوئی اخلاص سے ان کے پاس چلا جائے تو جھولی بھر دیں... ۲۵۶
- اللہ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں ۲۵۸
- جو مخلوق پر رحم کرتا ہے، اللہ اس پر رحم کرتا ہے............................ ۲۵۸
- اللہ جو میرا کام تھا، میں نے کر دیا، اب دل کو پھیرنے والا تو ہے ۲۶۰
- ٹھیکیدار پیر کا واقعہ............................ ۲۶۱
- اہل اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں............................ ۲۶۱
- دوسرا دل ہے نہیں کہ شادی کر لیں ۲۶۳

استغراق اور اس کا حکم............................ ۲۶۵

- حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور عالمِ استغراق ۲۶۹
- حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضری ۲۷۰
- اللہ پاک نے صحابہ کرام کو حالت ہوش میں رکھا............................ ۲۷۰
- حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف والے اور عالمِ استغراق............................ ۲۷۱
- حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ اور لوگوں کی تواضع ۲۷۲
- حضرت خلیفہ صاحبؒ اور شیوخ کا ادب واحترام ۲۷۲
- بے ادبی کی سزا ۲۷۳
- سکوت کی مجلس............................ ۲۷۳
- اللہ والوں میں تکبر نہیں ہوتا............................ ۲۷۴

توکل ۲۷۵

- آمدن تو کوئی نہیں، غنی سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے ۲۷۵
- ہمارا کام مانگنا ہے، کرتا وہی ہے............................ ۲۷۵
- اللہ پاک کا شکر ہم کیسے ادا کریں............................ ۲۷۶

- بادشاہ کا توکل اور تواضع ۲۷۶
- شانِ توکل ۲۷۶

خواجہ نظام الدین تونسویؒ کی سخاوت اور حضور ﷺ کے نسب کی پاسداری ۲۷۷

- سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ کی سخاوت ۲۷۸

تکالیف وحوادث پر صبر جمیل ۲۷۸

- صبر کا مقام اور اللہ تعالی کے نام کی برکت ۲۷۹
- صبر کا بڑا مقام ہے ۲۸۰
- علم قیامت تک رہے گا، علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں ۲۸۱

ولایت کے درجات ۲۸۲

- فنا کی قسمیں ۲۸۴
- معیت کی قسمیں ۲۸۵
- بیت اللہ مسجود الیہ ہے، مقصود اللہ تعالی کی ذات ہے ۲۸۵

سر کی تعریف اور تشریح ۲۸۵

- اللہ تعالی کے نام میں عجیب اثر ہے ۲۸۶
- امداد السلوک پڑھنے کی تلقین ۲۸۶
- فناء فی الشیخ کا مقام ۲۸۷
- فناء فی الشیخ کی دلیل ۲۸۷
- اس راستے میں سر جھکانا پڑتا ہے ۲۸۸

نسبت کی تعریف ۲۸۹

- نسبت کیا چیز ہے؟ اور نسبت اتحادی کسے کہتے ہیں؟ ۲۸۹
- نسبت کی قسمیں! ۲۹۰
- ❶ نسبت انعکاسی ۲۹۰
- ❷ نسبت القائی ۲۹۱
- ❸ نسبت اصلاحی ۲۹۲
- ❹ نسبت اصلاحی ۲۹۲
- القائی نسبت کیا ہے؟ ۲۹۳

- حضرت علاء الدین عراقیؒ کا کشف اور تصرف ۲۹۳
- اہل اللہ کی نسبت ۲۹۴
- نسبت کا بڑا مقام ہے ۲۹۵
- نسبت حاصل کرنے کے لئے عمل ۲۹۶
- مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کے لطائف کا بند ہونا اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی تنبیہ ..۲۹۷
- ذکر قلبی کی حقیقت ۲۹۸
- سالک کے لئے حضوری اور جمعیت ضروری ہے ۲۹۹
- غفلت پر افسوس ۳۰۱
- سالک کا وظیفہ ۳۰۱
- نفی واثبات کی گرمی ۳۰۲
- قلب اللہ تعالی کے فضل سے ذکر کے لئے جاری ہوتا ہے ۳۰۳
- دل کے دو دروازے ہیں ۳۰۴
- جو مزہ تسبیح میں ہے، کسی اور چیز نہیں ۳۰۴
- اس طریقہِ تصوف کا دار و مدار پانچ باتوں پر ہے ۳۰۵
- قلب کے ساتھ غفلت نہیں ہونی چاہئے ۳۰۵

درود شریف کی اہمیت ۳۰۶

- اثبات یعنی الا اللہ کہتے وقت کیا تصور ہونا چاہئے ۳۰۶
- سالک کے لئے نفی واثبات تین قسم کی ہوتی ہے ۳۰۷
- درود شریف کے فضائل ۳۰۸
- ذکر کی گرمی ۳۰۸
- اللہ تعالی کے نام کی لاج ۳۰۹
- مولانا محمد بلال صاحب کو تلقین ذکر اور تعلیم مراقبہ ۳۰۹
- چند تسبیحات سے کام نہیں چلے گا ۳۱۰
- مقامات ایسے نہیں ملتے، اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے ۳۱۱
- محققین کے نزدیک ذکر قلبی کی حقیقت اور سالک کی انتہا ۳۱۲
- سیر نفسی اور سیر آفاقی سے کیا مراد ہے ۳۱۳

- نماز کی حقیقت ۳۱۴
- اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہے ۳۱۵
- عالم خلق، عالم امر، عالم مثال ۳۱۶
- مختلف علامات لطائف کے جاری ہونے کی یہ ہیں ۳۱۷

لطائف میں انقباض اور اس کی وجوہات ۳۱۷

- قبض کے طاری ہونے کی وجوہات ۳۱۹
- قبض کا علاج ۳۲۱
- جو دولت ان کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے ۳۲۱
- لطائف کی وسعت ۳۲۲
- لطائف کی حقیقت ۳۲۳
- لطائف کی وسعت اور عروج و نزول ۳۲۴
- لطائف کا نور ۳۲۴

مراقبہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا شرعی ثبوت ۳۲۵

- شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین رحمہ اللہ کے درس کا ایک واقعہ ۳۲۶
- مراقبے میں سلاسل اَربعہ کے اولیاء کا اجتماع اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ان کی خدمت کرنا ۳۲۷
- نفس، انسان کے قلب پر حملہ آور ہوتا ہے ۳۲۸
- مراقبہ حقیقت احمدیہ و حقیقت محمدیہ کا ثمرہ ۳۲۹
- مراقبہ حقیقت محمدیہ کی حقیقت ۳۳۱
- حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مراقبہ ۳۳۲
- ولایت احمدیہ زیادہ ہے بہ نسبت ولایت محمدیہ کے ۳۳۲
- ایک اللہ والے کا مراقبہ ۳۳۳

خطوط ۳۳۴

- پہلا خط ۳۳۴
- دوسرا خط ۳۳۵
- تیسرا خط ۳۳۸

- چوتھا خط ۳۴۲
- پانچواں خط ۳۴۳
- چھٹا خط ۳۴۴
- ساتواں خط ۳۴۵
- آٹھواں خط ۳۴۶
- نواں خط ۳۴۷
- دسواں خط ۳۴۹
- گیارہواں خط ۳۵۰
- بارہواں خط ۳۵۱
- تیرہواں خط ۳۵۲
- چودھواں خط ۳۵۳
- پندرہواں خط ۳۵۵
- سولہواں خط ۳۵۷
- سترہواں خط ۳۵۹

اذکار سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ بمع شجرہ مبارکہ ۳۶۱

- اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت کا بیان ۳۶۱
- آداب ذکر ۳۶۶
- ایصال ثواب ۳۶۶
- شجرہ مبارکہ ۳۶۷
- اذکار ۳۷۱
- الف: قلبی اذکار ۳۷۱
- ب: لسانی اذکار ۳۷۱

ہندوستان کا سفر نامہ ۳۷۳

- دہلی جامع مسجد کا معلوماتی کتبہ ۳۷۸
- (۱) سلطان الشعراء حضرت خواجہ ابوالحسن امیر خسرو دہلوی رحمہ اللہ ۳۸۵
- (۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ ۳۸۸

- (۳) حضرت محمد نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ ۳۹۰
- (۴) حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ ۳۹۲
- (۵) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ ۳۹۴
- (۶) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ ۳۹۶
- (۷) حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ ۳۹۸
- (۸) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ۴۰۰
- (۹) حضرت شاہ عمر بن شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ ۴۰۴
- (۱۰) حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ ۴۰۵
- (۱۱) حضرت خواجہ ابو سعید فاروقی رحمہ اللہ ۴۰۶
- (۱۲) حضرت خواجہ احمد سعید فاروقی رحمہ اللہ ۴۱۰
- (۱۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ ۴۱۴
- (۱۴) حضرت خواجہ شاہ عبد اللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ ۴۱۸

وجہ تسمیہ کتاب دکان عشق

اس کتاب کا نام احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم) نے دکان عشق رکھا جسے حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کے چند ملفوظات سے اخذ کیا گیا ہے جن کو قارئین کے فائدہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے:

ایک موقع پر حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

"دلّی میں ایک اللہ والے بزرگ تھے، انہوں نے اپنے خلیفہ سے کہا: کیا آپ نے کبھی عشق کی دکانیں دیکھی ہیں، جہاں پر عشق بکتا اور فروخت ہوتا ہو؟ پھر اس بزرگ نے خود ہی جواب دیا: میں نے عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک دکان خواجہ پیر پٹھانؒ، اور دوسری حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی۔"

پھر حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ فرمانے لگے:

"میں نے بھی عشق کی دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی اور دوسری خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی۔"

حضرت خلیفہ صاحبؒ پھر فرمانے لگے:

"یہ لوگ عشق کی چابیاں سمندر میں پھینک کر چلے گئے، عشق کی دکانوں کو تالا لگا کر چلے گئے، اگر ہیں تو چھپ گئے ہیں۔ اس پر (مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) نے عرض کیا: الحمد للہ! حضرت کے یہاں بھی عشق کی دکان کھلی ہے۔"

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ اپنی کتاب " تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ " کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

"چودھویں صدی ہجری کی ابتداء کے مشہور بزرگ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ نے ایک روز مولانا محمد علی صاحب مونگیری رحمہ اللہ سے فرمایا: تم نے کوئی عشق کی دکان بھی دیکھی ہے؟ مولانا محمد علیؒ نے سکوت کیا، آپ نے فرمایا: ہم نے دو دکانیں دیکھی ہیں، ایک شاہ غلام علی دہلوی صاحب رحمہ اللہ کی اور دوسری حضرت شاہ آفاقی رحمہ اللہ کی کہ اس دکان میں عشق کا سودا بکا کرتا تھا۔"

ہماری اس صدی کے آغاز میں اگرچہ انگریزوں کے دم قدم سے مادیت کے قدم اس ملک میں جم گئے تھے اور اہل دل بڑے درد سے کہہ رہے تھے:

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے!

پھر بھی عشق الٰہی کی کہیں کہیں دکانیں قائم تھیں، جہاں سے جذب شوق اور درد و محبت کا سودا ملتا تھا۔

(مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) فرماتے ہیں کہ ان دکانوں میں سے ایک دکان ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک دیہات "لعل ماہڑہ" میں بھی حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کی کھلی تھی، جہاں سے لوگ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی محبت لوٹ لوٹ کر لے جاتے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض مرتب

(مولانا محمد بلال عفی عنہ، خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم العالیہ)

می نہ روید تخم دل از آب و گل

بے نگاہے از خداوندان دل

بندہ (مولوی محمد بلال حفظہ اللہ) کی سب سے پہلی ملاقات مملکت سعودیہ عربیہ کے دارالخلافہ ریاض میں حضرت ڈاکٹر عبد السلام دامت برکاتہم خلیفہ مجاز، امام تصوف، جامع الفضائل، قطب وقت حضرت خلیفہ غلام رسول نور اللہ مرقدہ سے ہوئی، اور وہ ملاقات گو دعوت و تبلیغ کی نسبت سے تھی، بعد میں وہی ملاقات حضرت ڈاکٹر صاحب زید مجدہ سے تفصیلی تعارف اور تعلق کا ذریعہ بنی۔

بندہ جب اولیاء اللہ، اہل اللہ، اہل قلب، صوفیاء عظام کی سوانح، حالات زندگی، ان کا تعلق مع اللہ، ان کی اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ سے انتہادرجہ عشق و محبت اور ان کی توجہ و صحبت کی تاثیر پڑھا کرتا تھا، تو دل میں بارہا خیال آتا تھا کہ اب اس پر فتن دور میں ہم گناہگاروں کو ایسی شخصیات کی زیارت اور ان کی صحبت سے استفادے کا موقع کہاں مل سکتا ہے؟ خصوصا سلوک وتصوف اور تزکیہ نفس کے شعبے میں متقدمین بزرگوں کے حالات پڑھ کر اس زمانے میں اس قسم کے اہل اللہ اور اہل توجہ بزرگوں کی زیارت کے لئے قلب میں ایک اضطراب کی کیفیت رہتی تھی۔ اور کبھی خیال آتا کہ شاید اس قسم کے

اللہ والے کسی جنگل، صحراء، دیہات، جزیرے یا پہاڑ کی غاروں میں چھپے ہوئے ہوں گے،

جن تک رسائی آسان نہیں۔ کبھی کبھی حق تعالیٰ شانہ سے اس کی دعا بھی مانگا کرتا تھا، اگرچہ دنیا کسی زمانے میں بھی اللہ والوں کے وجود سے خالی نہیں رہی اور جو موجودہ زمانے میں اہل اللہ ہیں، وہی ہمارے لئے سب کچھ ہیں۔ ان کی ناقدری، ان سے عدم استفادہ، محرومی اور خسران عظیم ہے۔ یہی ہمارے لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ، حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمہ اللہ کے قائم مقام ہیں۔ جو اہل اللہ آج کے زمانے میں موجود ہیں، بعد والے ان کی زیارت کو بھی ترسیں گے، جیسا کہ آج ہم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، اسوۃ الفقہاء، قدوۃ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ، اور بانیٔ دارالعلوم دیوبند، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرّہ، اور دونوں حضرات کے شیخ، شیخ العلماء و شیخ العرب والعجم، سید العرفاء، حجۃ اللہ فی زمانہ وآیۃ اللہ فی اوانہ الحاج محمد امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ، حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، مجدد وقت صاحب مقامات جلیلہ وکمالات جزیلہ، مورد الطاف ربانیہ، حامل علوم صمدانیہ، امیر تبلیغ الحافظ الحاج العلامۃ الشیخ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ اور داعیٔ کبیر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہ وغیرہ کی زیارت اور دیدار کی تمنا کرتے ہیں۔

بفضلہ تعالیٰ بندہ نے اپنے شیخ اول قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ، اور بندہ کے شیخ ثانی حضرت جی ثالث مولانا محمد

انعام الحسن نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا سعید احمد خان مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی زیارت کی اور ان کی صحبت سے استفادے کا بھی موقع ملا، اگرچہ اپنی نااہلیت کی بناپر کماحقہ استفادہ نہ کرسکا لیکن ہم سے بعد میں آنے والے ان کی زیارت کو بھی ترسیں گے اور ان کے دیدار کی تمنا کریں گے۔

اسی بناپر بندہ کے دل میں تمنا تھی کہ متقدمین صوفیاء اور اہل اللہ میں سے کسی کی زیارت میسر آجاتی، جب ڈاکٹر صاحب موصوف سے بات چیت ہوئی اور انہوں نے اس دوران اپنی کاپی سے حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت غلام رسول رحمہ اللہ کے ملفوظات اور مجلسی گفتگو سنانی شروع کی تو دل گواہی دینے لگا کہ شاید یہ وہی شخصیت ہیں جو متقدمین کی جھلک ہیں اور اپنے فن سلوک وتزکیہ کے ماہر ترین اور حاذق طبیب روحانی اور ذکر اللہ کے نشیب وفراز سے خوب واقف ہیں۔

حضرت خلیفہ غلام رسولؒ کے واقعات اور ملفوظات رات دیر تک سنتا رہا اور محظوظ ہوتا رہا، اور محو حیرت ہوتا چلا گیا، جوں جوں واقعات وملفوظات سنتا گیا اتنا ہی حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کی زیارت کی طلب اور پیاس بڑھتی چلی گئی، چنانچہ ڈاکٹر صاحب زید مجدہ سے یہ بات طے ہوئی کہ پاکستان جاکر ان کی رہبری میں ملاقات کی لئے ترتیب بنائیں گے۔ انتظار کی گھڑیاں گزرتے گزرتے وہ دن زندگی میں اللہ تعالی نے دکھایا کہ رائے ونڈ، تبلیغی مرکز سے رات عشاء کے بعد لاہور سے بذریعہ بس ڈیرہ اسماعیل خان کی طرف سفر شروع ہوا، فجر کی نماز ڈیرہ اسماعیل خان کے مدرسہ نعمانیہ میں پڑھی، مدرسے کے منتظم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین رحمہ اللہ، تلمیذ رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت نے

ناشتہ کروایا اور پھر کچھ آرام کے بعد منزل مقصود کے لئے روانہ ہوئے۔ معلوم ہوا کہ حضرت خلیفہ رحمۃ اللہ شہر سے دور ایک دیہات "لعل ماہڑہ" نامی بستی میں سکونت پذیر ہیں، شہر سے کچھ کھانے پینے کا سامان خریدا، پوچھنے پر بتایا گیا کہ حضرت کے یہاں غربت و مسکنت انتہاء درجہ کی رہتی ہے، اس بات نے دل پر ایک اور اثر ڈالا، حضرت کی محبت مزید بڑھتی چلی گئی، پھر حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ کے دیہات میں داخل ہوئے تو گھر انتہاء درجہ خستہ اور راستہ کچا تھا، بارش ہونے پر راستہ بند ہونے کا خطرہ بتایا گیا۔

حضرتؒ کے دولت خانے پر حاضری دی، حضرتؒ کی آمد کے انتظار و اضطراب کی گھڑیاں عجیب کیفیت کے ساتھ گزر رہی تھیں، اور ایک عجیب قسم کا حضرتؒ کی طرف انجذاب اور کشش بڑھ رہی تھی، اسی دوران حضرتؒ مجلس میں رونق افروز ہوئے، ایک نحیف وضعیف جسم، دو آدمیوں کے سہارے مجلس میں تشریف لائے، حضرتؒ کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا، حضرت کو اپنا تعارف کرایا، جس کو سن کر حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا، خاص طور پر مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر حضرتؒ نے سر جھکا لیا اور پھر محبت رسول کی باتیں کرنا شروع فرمادیں۔ حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ نے اسی ملاقات میں یا بعد کی کسی ملاقات میں ارشاد فرمایا:

"میرا اسلام مدینہ کی گلیوں، دیواروں، پہاڑوں کو کہہ دینا کیونکہ ان پہاڑوں پر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی ہے، وہ ارض مقدس، مقدس زمین اور شہر ہے، بڑا پیارا ملک ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ادب کی توفیق دے، مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو۔ اور پھر خلیفہ صاحبؒ فرمانے لگے

که جب مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا! اے اللہ مجھے مدینہ کے کتوں میں شمار کرنا۔ پھر مجھے مخاطب کر کے کہنے لگے: آپ کا مقام مہاجرین کا ہے کیونکہ آپ نے کراچی سے مدینہ طیبہ ہجرت کی ہے اور ہمارے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہا کرو اور جب بھی دربار نبوت میں حاضری ہو، دربار نبوت میں میرا صلوۃ وسلام عرض کیا کرو، یاروں کو بھی سلام کہہ دو، بقیع والوں کو بھی، ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی علیہن اور شیخ الحدیث قطب الاقطابؒ کو بھی میرا اسلام عرض کرو، احد کے پہاڑوں کو بھی میرا سلام دو، اصحاب احد رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بھی سلام دو، اگر حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول آپ کی زندگی میں ہو جائے، ان کو بھی میرا اسلام کہو (اس کے بعد کی گفتگو کتاب میں تفصیل سے آئے گی)۔"

انداز گفتگو ایسا تھا کہ صاف محسوس ہوتا تھا کہ یہ صرف قال نہیں، بلکہ حضرتؒ کا حال بھی ہے، اور مدینہ اور صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل میں گھلتی چلی جارہی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ واقعی اللہ والے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی ایک ایک بات حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔

ایک سال جب بندہ کراچی کے کچھ علمائے کرام کے ساتھ رائے ونڈ سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مولانا عمر فاروق صاحب زید مجدہ بھی تھے اور ایبٹ آباد کے حضرت مولانا آصف زید مجدہ بھی تھے، حضرتؒ اپنے دولت خانے سے مہمان خانے ہماری ملاقات کے

لئے اپنے صاحبزادے کے سہارے تشریف لا رہے تھے، حضرتؒ کو دیکھ کر ہم کھڑے ہوگئے اور جلدی سے سہارا دینے کو ہم نے اپنی سعادت سمجھا، حضرتؒ کے ساتھ ساتھ ایک بھینی بھینی خوشبو چلی آرہی تھی، جو دنیا کی عام خوشبو ہرگز نہیں تھی، جس کو بندہ نے بھی اور بندہ کے برادرِ محترم نے بھی خوب اچھی طرح محسوس کیا، اور جب حضرت چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، وہ خوشبو بدستور آ رہی تھی، برادر محترم نے دریافت کیا کہ حضرت! یہ کیسی خوشبو ہے؟ حضرتؒ نے حقیقت صاف صاف بتادی، فرمایا کہ یہ نسبت کی خوشبو ہے (یعنی اللہ تعالی کے خاص تعلق کی) اور ضروری نہیں کہ ہر ایک کو آئے۔ یہ سن کر وہ ساری حدیثیں ذہن میں گھوم گئیں جو نبی اکرم ﷺ کے باطن مبارک کی خوشبو کے متعلق وارد ہیں، مثلاً مسلم اور شمائل ترمذی وغیرہ میں ہے:

قَالَ أَنَسٌ: «مَا شَمَمْتُ عَنْبَرًا قَطُّ، وَلَا مِسْكًا، وَلَا شَيْئًا أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللهِ »

ترجمہ: میں نے کبھی کوئی عنبر اور نہ ہی مشک اور نہ کوئی اور چیز ایسی سونگھی جو نبی کریم کے پسینہ مبارک سے اچھی ہو۔

اسی طرح طبقات ابن سعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قال وسطعت ريح طيبة لم يجدوا مثلها قط۔ **(طبقات ابن سعد ج:۲ص ۲۸۰)**

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو غسل دیا تو ایسی عمدہ خوشبو ظاہر ہوئی کہ اس جیسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی گئی، وغیرہ وغیرہ۔

اس دن اندازہ ہوا کہ اللہ والوں کا باطن کتنا منور اور خوشبودار ہوتا ہے، اور کیوں نہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے خوشبو آتی کہ ان کے شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی قبر مبارک سے کئی دن تک خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکلتی رہی تھی۔

بندہ، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے لئے مدینہ منورہ اور بدر کے درمیان واقع بئرِ روحاء کا پانی لے گیا تھا، حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: آئندہ جب آنا وہاں سے یہ یہ لے کر آنا: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کھجور کے باغ کی کچھ مٹی، بئر عثمان رضی اللہ عنہ کا پانی، جبل احد کے غار خوشبو کا ایک پتھر، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر کی مٹی، حجرہ مبارکہ کا غلاف۔

بندہ نے بخاری شریف کی منتخب احادیث مبارکہ کی ایک شرح: "بهجة النفوس وتحليها بمعرفة ما لها وما عليها" کا ذکر کیا، جو محدث ابو محمدعبداللہ بن ابی حمزہ الازدی الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ کی ہے، جس میں شیخ نے احادیث کی شرح تصوف وسلوک کے انداز میں کی ہے اور احادیث مبارکہ سے اس کو ثابت کیا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ اس کا سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ایسی کتاب کا پہلی بار سن رہا ہوں، آپ اس کا ترجمہ ضرور کرنا۔

بہر کیف! کن کن باتوں کا ذکر کروں؟ ایک ایک بات حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ جن قارئین کرام کو اس کتاب کے پڑھنے کا موقع ملے گا، وہ یہ بات ضرور کہنے پر اپنے آپ کو مجبور پائیں گے کہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خادم خاص حضرت ڈاکٹر عبدالسلام دامت برکاتہم نے اس کتاب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی دس سالہ صحبت اور

خدمت کا عرق و نچوڑ جمع کر دیا ہے۔ حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب نے اس کتاب میں حضرت رحمہ اللہ سے تعارف اور پہلی ملاقات کا اپنا واقعہ ذکر کیا ہے، اللہ تعالی نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت ڈاکٹر صاحب کو دس سال حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت سے مستفید ہونے، مجلسی گفتگو ضبط کرنے اور منازل سلوک طے کرنے کا سنہری موقع عطا کیا۔ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب نور اللہ مرقدہ نے چار سال رمضان المبارک کی راتیں اور دن کا کچھ حصہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے گھر میں گزارا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب زید مجدہ کو خوب اپنے شیخ کے قریب رہنے کا موقع ملا، اور پھر اپنے شیخ کی بے مثال خدمت کی۔ ظاہر بین کہتے تھے: اس ڈاکٹر کو کیا ہو گیا؟ پاگل ہو گیا، ایک فقیر کے پیچھے دیوانہ وار پھرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے حضرت ڈاکٹر صاحب کو اس خدمت کا صلہ روحانی عطا فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب دو مرتبہ حضرت رحمہ اللہ کو عمرے کے لئے حرمین شریفین بھی لائے اور ان دو سفروں میں بھی خوب خدمت کی اور آج ماشاء اللہ حضرت رحمہ اللہ کا فیض تقسیم کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب زید مجدہ پر رشک آتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ سے خوب استفادہ کیا اور آپ کی خوب خدمت کی، اور آج تک حضرت رحمہ اللہ کے اہل خانہ کی خدمت کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے وہ فیض روحانی روز بروز بڑھتا جا رہا ہے، اللھم زد فزد!

یہ میری سعادت ہے کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب کا مسودہ بندہ کے حوالے کیا کہ میں اس پر مقدمہ لکھوں، کتاب کے مضامین کی تصحیح بھی کروں، اصطلاحات تصوف کی قدرے ضروری تشریح بھی کر دوں اور دلائل بھی بقدر ضرورت لکھ دوں، اس امید پر میں نے اس بھاری امانت کے بوجھ کو قبول کیا کہ شاید اس کی برکت سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی روح

مبارک خوش ہو جائے اور قیامت میں بندہ کی شفاعت فرمادیں، جو میرے لئے ذریعہ نجات ہو۔ ورنہ کہاں بندہ اور کہاں تصوف! اس کی الف ب سے بھی بندہ واقف نہیں۔

لیکن حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی روحانی توجہ سمجھتا ہوں کہ موقع بہ موقع حق تعالیٰ شانہ کی امداد شامل حال ہوتی چلی گئی اور راستہ کھلتا چلا گیا، اور اس توجہ کو اس دل کے اندھے نے محسوس بھی کیا، اور کچھ مبشرات بھی دیکھے۔ حق تعالی اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں اور حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ کہ آپ نے یہ اوراق لکھ کر اور حضرت رحمہ اللہ کی گفتگو ضبط کر کے ہم سب پر احسان فرمایا اور خاص طور پر حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ مجھے ایسی چھپی اور گوشہ نشین اللہ والی شخصیت سے ملایا کہ اگر ان سے ملاقات نہ ہوتی تو متقدمین سلف کی جھلک دیکھنے کو بندہ ترستا ہی رہ جاتا۔ ساتھ ہی اس پر افسوس بھی ہے کہ حضرت خلیفہ صاحب قدس سرہ سے جو حاصل کرنا چاہئے تھا، وہ حاصل نہ کر سکا۔

چونکہ یہ کتاب مجلسی گفتگو کے جمع کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ جس میں گفتگو کے دوران کبھی حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے خود اپنی زندگی کے حالات بیان فرمادیئے، لیکن آپ کے وہ حالات ترتیب وار نہیں تھے، اس لئے کوشش کی گئی کہ عنوانات قائم کر کے پہلے سوانح حیات کے بارے میں، پھر دوسرے موضوعات پر مواد جمع ہو جائے، لیکن اس کو کوئی مرتب سوانح نہ سمجھے، بلکہ حضرت رحمہ اللہ کے ارشادات، ملفوظات ومکتوبات سمجھے جائیں، اور یہی اس کا مقصد ہے، تاکہ بعد والوں کے لئے اور خاص طور پر سالکین کے لئے مشعل راہ ہو۔

مقدمہ

کتاب کے شروع ہونے سے قبل شریعت اور طریقت کے بارے میں اجمالا لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ طالبین حق کو شرح صدر ہو۔

واضح رہے کہ طریقت یا تصوف اور تزکیہ کو شریعت سے جدا نہ سمجھا جائے۔

حق تعالی کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

(الجمعة:۲)

ترجمہ۔۔وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کی بعثت کے تین مقاصد بیان فرمائے ہیں:

پہلا مقصد بعثت: تلاوت آیات، اس سے مراد دعوت الی اللہ ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت کا اسلوب قرآن پڑھ کر دعوت دینا تھا اور یہ دعوت بے طلبوں میں بے غرض بن کر دی جاتی تھی۔

دوسرا مقصد بعثت: تعلیم کتاب وحکمت، جن لوگوں کو دین کی طلب پیدا ہو جائے، ان کو کتاب وحکمت سکھانا۔

تیسرا مقصد بعثت: تزکیہ نفوس، نفوس کو ظاہراً و باطناً پاک وصاف کرنا۔

یہ تین فرائض نبوت امت مسلمہ پر بھی بطور فرضِ کفایہ عائد ہیں، چنانچہ قرناً بعد قرن، اکابرِ امت نے ان تینوں فرائض کی ادائیگی میں پوری توجہ اور کوشش مبذول فرمائی، چنانچہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت" کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیا، لوگوں کو احکام الٰہی اور آیات ربانی پڑھ کر سنائیں، اور ان کو کتاب الٰہی اور حکمت ربانی کی باتیں سکھائیں، اور اسی پر اکتفا نہ کیا، بلکہ اپنی صحبت، فیض تاثیر اور طریق تدبیر سے پاک وصاف بھی کیا، نفوس کا تزکیہ فرمایا، قلوب کے امراض کا علاج کیا، اور برائیوں اور بدیوں کے زنگ اور میل کو دور کر کے اخلاق انسانی کو نکھارا۔

اور سنو! یہ دونوں کام ظاہری اور باطنی فرض یکساں اہمیت سے ادا ہوتے رہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین طبقوں تک یہ دونوں ظاہری اور باطنی کام اسی طرح جڑے رہے، جو استاذ تھے وہ شیخ بھی تھے، اور جو شیخ تھے وہ استاذ بھی تھے، وہ جو مسند درس کو جلوہ دیتے تھے، وہ خلوت کے شب زندہ دار اور اپنے ہم نشینوں کے تزکیہ وتصفیہ کے بھی ذمہ دار تھے ان تینوں طبقوں میں استاذ اور شیخ کی تفریق نظر نہیں آتی تھی۔

تعلیم اور تزکیہ میں تفریق:

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسند ظاہر کے درس گو باطن کے کورے اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے، اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ علوم ظاہری کے لئے مدارس کی چہار دیواری اور تعلیم و تزکیہ باطن کے لئے خانقاہوں اور رباطوں کی تعمیر عمل میں آئی، اور وہ مسجد نبوی۔۔۔ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام۔۔۔ جس میں یہ دونوں یکجا تھے، اس کی تجلیات مدرسوں اور خانقاہوں کے دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس کے علماء دین کی جگہ علمائے دنیا نکلنے لگے اور باطن کے مدعی علم و شریعت کے اسرار و کمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے۔

فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے!

تاہم اس دور کے بعد بھی ایسی مستثنٰی ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جن میں نور نبوت کے یہ دونوں رنگ بھرے ہوئے تھے، اور غور سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ اسلام میں جن بزرگوں سے فیوض پہنچے اور پھیلے، وہ وہی تھے جو ان دونوں کے جامع تھے، امام غزالی رحمہ اللہ جن سے علوم معقول و منقول نے جلوہ پایا، علم حقیقت نے بھی انہی کے ذریعہ ظہور پایا۔ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی رحمہ اللہ ایک طرف شیخ طریقت ہیں تو دوسری طرف مدرسہ نظامیہ کے مدرس۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ امام وقت اور شیخ طریقت دونوں ہیں۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جن کو علمائے ظاہر سمجھا جاتا ہے، جیسے حضرات محدثین: امام بخاری رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ وہ بھی اس

جامعیت سے سرفراز تھے۔ متوسطین میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کو ناواقف باطن سے خالی سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے احوال وسوانح ان کی برکات باطنی سے لبریز تھیں، ابن قیم رحمہ اللہ کی «مدارج السالکین» وغیرہ کتابیں پڑھیے تو اندازہ ہو گا کہ وہ آرائش ظاہر اور جمال باطن دونوں سے آراستہ تھے۔

ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے روشنی پھیلی، وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی، کہ وہ اسوۂ نبوت کے قریب تر تھے، اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصے تک پھیلتا چلا گیا۔ آسمان دہلی کے مہر وماہ اور تارے شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ سے لے کر شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تک کو آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر وباطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہو گا، اور اس سے ان کی علمی وروحانی برکات کی وسعت کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ وہ علوم کی تدریس کے وقت میں «یعلمھم الکتب والحکمة» کا جلوہ دکھاتے تھے، اور حجروں میں بیٹھ کر "یزکیھم" کی جلوہ ریزی فرماتے تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے فیوض وبرکات کے جو حامل ہوئے، جن کی نشاندہی کی چنداں ضرورت نہیں کہ «سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود» ان سے دنیا کو جو فیض پہنچا اور دین کی اشاعت وتبلیغ اور قلوب ونفوس کے تزکیہ وتصفیہ کا جو کام انجام پایا، وہ بھی ظاہر وباطن کی اسی جامعیت کے آئینہ دار تھے، اور آئندہ بھی سنن الہیہ کے مطابق دین کا فیض جن سے پھیلے گا، وہ وہی ہوں گے جن سے مدرسیت اور خانقاہیت کی دو سوتیں ایک چشمہ بن کر بہیں گی۔ آنکھوں کا نور، شب بیداری سے بڑھتا ہے، اور زبان کی تاثیر ذکر کی کثرت سے پھیلتی ہے، رات کے راہب

ہی اسلام میں دین کے سپاہی ثابت ہوئے ہیں۔

مزاج نبوت قوام ملت: سوانح وتراجم کا سیز دہ صد سالہ دفتر اس دعویٰ کا شاہد ہے۔ زبان کی روانی اور قلم کی جولانی، دل کی تابانی کے بغیر سراب کی نمو سے زیادہ نہیں، خواہ وہ اس وقت کتنا ہی تابناک نظر آتا ہو، مگر وہ مستقل اور مستقبل کے وجود سے محروم ہے۔ انتہٰی۔

"یہ لکھنے والے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ ہیں، جو بیک وقت محدث بھی ہیں، مفسر بھی، مؤرخ بھی ہیں اور داعی الی اللہ بھی، اور جن کے سوانح کو مقدمہ کے طور پر لکھا، وہ حضرت جی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ ہیں، جن کے متعلق خود سید صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

صاحب سوانح (مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ) کے پرنانا مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ کے عزیز شاگرد اور حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے مجاز تھے۔ اور مولانا مظفر حسین صاحب کے حقیقی چچا مفتی الٰہی بخش صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کے ممتاز شاگرد اور مرید با اخلاص تھے، اور پھر اپنے شیخ کے خلیفہ حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، یہ دونوں بزرگوار اپنے وقت کے نامور صاحبِ تدریس وفتوی اور صاحبِ زہد وتقوی تھے، جن کی برکات اس خاندان کے اکثر افراد میں پھیلیں۔

صاحب سوانح کے والد اور دو بھائی، صاحبِ زہد وورع اور صاحب ارشاد تھے، مولانا کے والد پہلے شخص ہیں جن سے اہل میوات کو خلوص اور محبت پیدا ہوا، اور پھر ان کی وفات پر ان کے بڑے بھائی مولانا محمد صاحب رحمہ اللہ فقر وفاقہ اور زہد وتوکل کے ساتھ اس مسند پر بیٹھے، اور صاحب سوانح مولانا محمد

الیاس رحمہ اللہ اس سلسلہ کے تیسرے بزرگ تھے" انتہیٰ۔

پھر حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تینوں مقاصد بعثت کے جامع تھے، دعوت الی اللہ تو حضرت جی رحمہ اللہ کا خاص مشغلہ تھا ہی، اس کے ساتھ کتاب وحکمت بھی پڑھاتے تھے،اور تزکیہ نفس کے سلسلے میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا گنگوہی رحمہ اللہ بالعموم بچوں اور طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے، فراغت و تکمیل کے بعد اس کی اجازت ہوتی تھی، مگر مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کے غیر معمولی حالات کی بنا پر ان کی خواہش ودرخواست پر بیعت کر لیا۔ مولانا کی فطرت میں شروع سے محبت کی چنگاری تھی، آپ کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ سے ایسا قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ آپ کے بغیر تسکین نہ ہوتی۔ فرماتے تھے: "کبھی کبھی رات کو اٹھ کر صرف چہرہ دیکھنے کے لئے جاتا اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کر کے پھر سو جاتا تھا"۔ خود حضرت گنگوہی رحمہ اللہ، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ سے حد درجہ شفقت فرماتے تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو بھی آپ کے حال پر ایسی ہی شفقت تھی، فرماتے تھے: ایک مرتبہ میں نے بھائی سے کہا کہ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو میں حضرت کے قریب بیٹھ کر مطالعہ کیا کروں۔ مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ نے حضرت مولاناؒ سے ذکر کیا، فرمایا: مضائقہ نہیں! الیاس کی وجہ سے میری خلوت میں فرق اور طبیعت میں انتشار نہیں پیدا ہو گا۔

مولاناؒ فرماتے تھے: جب میں ذکر کرتا تھا تو مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا تھا، حضرت صاحب رحمہ اللہ سے کہا تو حضرت صاحبؒ تھرّا گئے، اور فرمایا:

مولانا محمد قاسم صاحب رحمہ اللہ نے یہی شکایت حاجی صاحبؒ سے فرمائی تو حاجی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی آپ سے کوئی کام لے گا۔

پھر حضرت جی ثانی حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہ بھی تینوں مقاصد بعثت کے جامع تھے، داعی الی اللہ ہونا تو حضرتؒ کا خاص امتیازی وصف تھا، مدرسے میں کتاب وسنت کی تعلیم بھی دیتے۔ اور تزکیہ نفس کے متعلق مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہ لکھتے ہیں :

"۱۹۳۵ء بمطابق ۱۳۵۴ھ میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ (مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ) کے توجہ دلانے پر مبارک عمل وجود میں آیا تھا، بیعت کے بعد حضرت مولاناؒ نے آپ کو پاس انفاس کی تعلیم دی اور روزانہ تین ہزار مرتبہ اسم ذات کی تلقین فرمائی، یہ روحانی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ کی عالی حوصلگی اور سنت و استعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے ایک موقع پر حضرت مولانا علی میاںؒ سے فرمایا: یہاں جتنے لوگ رہتے ہیں، ان سب میں یوسف کی استعداد اعلیٰ ہے"۔

پھر میرے شیخ ومربی حضرت جی ثالث حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ بھی تینوں مقاصد بعثت کے جامع تھے، دن رات دعوت الی اللہ کا مشغلہ تھا ہی، تعلیم کتاب وحکمت بھی زندگی بھر مشغلہ رہا، مولانا محمد شاہد سہارنپوری زید مجدہ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ «لامع الدراری» کی تالیف کے زمانے میں آپ کی سہارنپور آمد پر حضرت شیخ محمد عاقل صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا: وہ جو اشکالات ہیں مولوی انعام صاحب سے پوچھ لینا! مولانا محمد عاقل صاحب،

حضرت مولاناؒ کو حضرت شیخ کے دار التصنیف میں لے جانے لگے تو چلتے چلتے دریافت فرمایا کہ بتاؤ تو سہی وہ کیا اشکالات ہیں؟ انہوں نے بیان کئے، تو حضرت مولانا صاحب رحمہ اللہ نے راستے میں ان تمام اشکالات کا دفعیہ فرمادیا۔

پھر چند صفحات کے بعد مولانا سید محمد شاہد زید مجدہ لکھتے ہیں:

مرکز میں علوم وفنون کا ایک مدرسہ کاشف العلوم کے نام سے تعلیمی خدمات انجام دے رہا ہے، مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی حیات میں اس ادارے کے منتظم مولانا انعام الحسنؒ تھے۔ اس مدرسے میں درس نظامی کی تعلیم مشکوۃ وجلالین تک تھی، مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ یہاں دورہ حدیث شریف کا آغاز بھی ہو جائے، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے ربیع الاول ۱۳۷۵ھ میں یہاں دورہ حدیث کا آغاز ہوا، اور مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا انعام الحسن صاحب، مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، کتب صحاح کے اساتذہ منتخب کئے گئے۔ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری سے آپ نے ایک ملاقات میں اپنی علمی مصروفیات اور درس بخاری کے لئے مطالعہ وکتب بینی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: پانچ مرتبہ عمدۃ القاری اور فتح الباری کا مطالعہ کر چکا ہوں نیز فتاوی عالمگیری کو دو مرتبہ کامل اور ایک مرتبہ نصف دیکھ چکا ہوں۔ بخاری شریف پڑھانے کے زمانے میں مختلف مدارس عربیہ کے اساتذہ حدیث آپ کے درس حدیث میں شرکت کے لئے آتے اور آپ کی علمی تحقیقات قلم بند کرکے لے جاتے تھے۔

حضرت جی رحمہ اللہ نے تیسرے مقصد بعثت سے بھی اخیر وقت تک اشتغال رکھا، چنانچہ مولانا محمد شاہد زید مجدہ لکھتے ہیں:

مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری کی معلومات کے مطابق

بیعت کا یہ واقعہ ۱۳۵۴ھ بمطابق ۱۹۳۵ء میں پیش آیا، جہاں حضرت مولاناؒ نے بیعت کے بعد دونوں حضرات کو پاس انفاس تعلیم فرما کر مولانا محمد یوسف صاحب کو اسم ذات تین ہزار اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو بارہ ہزار تلقین فرمایا، اس کے علاوہ دیگر اوراد مسنونہ، حزب الاعظم اور حصن حصین پڑھنے کی تاکید کی۔

وہ ذکر جس کی ابتدا بارہ ہزار سے ہوئی تھی، آہستہ آہستہ بڑھا کر ستر ہزار کی تعداد تک پہنچا دیا، ایک طویل عرصے تک یہ معمول رہا کہ مقبرہ ہمایوں میں (جو قریب ہی میں قلعہ نما عمارت ہے) چلے جاتے اور ایک گوشے میں بیٹھ کر اپنا ذکر اور معمولات پورے کرتے، بسا اوقات یہ نشست سات سات گھنٹے طویل ہو جاتی تھی، اس طویل نشست میں ذکر خفی اور پاس انفاس پر پوری توجہ صرف فرماتے۔

پھر لکھتے ہیں:

تزکیہ و تربیت کے متعدد مراحل سے گزرنے کے بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے اعتماد و اعتبار کا اظہار کرتے ہوئے ایک موقع پر یہاں تک ارشاد فرمایا تھا: حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے لئے جیسے مولانا قاسم نانوتوی صاحبؒ و مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ تھے، ایسے ہی میرے لئے یوسف و انعام ہیں۔ اور جو کیفیات ذکر حضرت جی مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ پر طاری ہوتی تھیں، اس کا اندازہ ان خطوط کو پڑھنے سے ہوتا ہے جو حضرت جی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ اور حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کو لکھے ہیں۔

بہر کیف! جب مقاصد بعثت کا ذکر ہوا، تو بطور مثال کے ان تین اکابرِ

تبلیغ کی جامعیت کا بھی ذکر کر دیا، اور مضمون طویل سے طویل ہوتا چلا گیا، شاید اس مضمون کی ضرورت کی وجہ سے اللہ تعالی کو یہی منظور ہو۔

تصوف وسلوک کیا ہے؟

"سلوک" کہتے ہیں: تعمیر الظاہر والباطن کو یعنی ظاہری اعضاء اور قلب کو اپنے مولیٰ حق تعالیٰ کی اطاعت میں اس طرح مشغول رکھا جائے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے اور تعلیم فرمودہ شریعت کے اتباع کی اس درجہ عادت پڑ جائے کہ سنت نبویہ۔۔۔ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام۔۔۔ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بن جائے، اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ چونکہ سید الانبیاء ﷺ ظاہر وباطن دونوں اعتبار سے انتہائی معتدل تھے کہ آپ ﷺ کی تمام حرکات وسکنات اور عادات اس کامل اعتدال پر تھیں جن کی تقلید ہر انسان کے قلب کو معتدل بنا سکتی ہے، اور چونکہ اعضاء کے ساتھ قلب کو خاص تعلق ہے، اسی لئے مسلمان بندہ جب اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ عبادات کے ساتھ ساتھ عادات میں بھی ہمیشہ نبی کریم ﷺ کا اتباع ملحوظ رکھے تو اس کے افعال واعمال ظاہرہ کی کجی بھی دور ہو جاتی ہے۔ پھر اعمال ظاہرہ کا اثر قلب پر پڑتا ہے، یہاں تک کہ قلب اخلاق رذیلہ سے متنفر اور خصائل حمیدہ سے متصف ہو کر معتدل بن جاتا ہے، قلب کے اس اعتدال کا نام نسبت ہے، پھر اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت میں لذت آنے لگتی ہے اور معصیتوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان خواہشات اور نفسانیت سے نکلنا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ قلب کو مغیبات کے اعتقاد میں وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جس کو دنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت سے بھی تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔ اللہ تعالی کے

ذکر اور فکر سے اس درجہ انس حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک لمحہ اس کا چھوٹنا (جس کو غفلت کہتے ہیں) ہفت اقلیم کی سلطنت کے لٹنے اور جان ومال، اہل وعیال، عزت وآبرو، غرض ہر مرغوب سے مرغوب اور پسندیدہ سے پسندیدہ چیز کے گم ہونے سے زیادہ ناگوار گزرتا اور کوفت کا سبب بن جاتا ہے۔

تصوف وسلوک کی اصل ایمان ہی توہے کوئی ایمان سے الگ اور زائد چیز نہیں۔ بشرطیکہ اس کی حلاوت ومٹھاس قلب کو عطا ہو،یہی شریعت ہے، بشرطیکہ اعضاء سے ہوتے ہوئے قلب تک اس طرح پہنچ جائے کہ عمل کرنا قلبی انس کا سبب بن جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بیمار شخص ہو، جس کو بلکل بھوک محسوس نہیں ہوتی، اور اس کو جبراطبیب کے حکم سے غذا کھلائی جاتی ہو یا اپنے اوپر جبر کر کے غذا کھاتا ہو تا کہ طاقت بنی رہے، اور مرض کے دور کرنے میں یا تکلیف کے جھیلنے میں معین و مددگار ہو۔ اور دوسرا شخص وہ ہے جو تندرستی کی حالت میں سچی اشتہا پر کھانا کھاتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں کی زندگی کی بقاء غذا پر ہے، اور اس غذا نے دونوں کو نفع پہنچایا، صورت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا، مگر حقیقت میں دونوں میں بڑا فرق ہے، اسی طرح عام آدمی عبادت کرتا ہے، مگر نفس کو مجبور کر کے، اور صاحب نسبت ولی اسی عبادت میں مشغول ہوتا ہے، مگر اس طور پر کہ دل کا تقاضا اس اطاعت میں مشغول ہونے پر اس کو مجبور کرتا ہے۔

انسان کا قلب ایک آئینہ ہے، جس میں اللہ تعالی کی تجلیات کے منعکس ہونے کی استعداد اور قابلیت موجود ہے، اس استعداد کے عملی حالت

میں ظاہر ہونے کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو صیقل بنایا جائے اور شفاف رکھا جائے، اس میں جو معصیت کی ظلمت اور بد خلقی ہے نیز رذیل عادات کا تکدر اور گرد و غبار ہے اس کو ہر وقت کوشش اور سعی کے ذریعہ دور کیا جائے، پھر جب غبار اڑ جائے تو دائمی طور پر ذکر و فکر میں اس کو مشغول کر دیا جائے۔ اور حق تعالی کے حضور میں مستقل طور پر قائم رکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کی برکت سے اس میں وہ انعکاس پیدا ہوتا ہے جس کی مثال بیان کرنے کے لئے کوئی چیز نظر نہیں آتی، یہ آئینہ جس وقت اصل معدن نور سے منور ہو جاتا ہے تو عالم کے اندھیروں کو روشن کرنے کے لئے یہی کافی ہوتا ہے، یہی وہ نور ہے جس کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قلب دنیا میں آیا اور آفاق عالم کو منور کر گیا، اور اسی کی نورانیت دوسرے قلوب میں پھیل کر اور منعکس ہو کر ہر ہر زمانے میں ہدایت کی روشنی پھیلاتی رہی۔ آفتاب نبوت سے روشن ہونے والے چراغ، چودہ سو برس کے بعد آج بھی دنیا میں موجود ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ اس مقدّس نور کے حامل، اولیاء اللہ کہلاتے ہیں، جن کی گنتی امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں لاکھوں سے بڑھ چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت مبارکہ ہی تصوف کا مقدمہ اور مبدأ ہے، اور یہی طریقہِ سلوک کا آخِر اور منتہا ہے، اور یہی تصوف و سلوک عین شریعت ہے اور اس سے جدا نہیں (خلاصہ از تذکرہ الرشید)۔

کیا تصوف و سلوک ہر فرد کے لئے ضروری ہے

سلوک کا ایک درجہ فرض ہے، ایک درجہ مستحب ہے، چنانچہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی نوراللہ مرقدہ نے ”جواہر حکیم الامت“ میں جو لکھا ہے، اس

کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اختیار سے شہوت وغیرہ کرنے کا ایک درجہ یہ ہے کہ اپنے اختیار سے ان کا قصد نہ کرے، اور جو پیش آجائے اس کو برا سمجھے، اور اس کے مقتضاء کے موافق عمل نہ کرے، خواہ خطرات ووساوس کا ہجوم رہے، یہ مرتبہ اختیاری اور فرض ہے، اور خطرات ووساوس کا یہ ہجوم غیر اختیاری ہے، جو مضر نہیں۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان اخلاق ذمیمہ کی بیخ کنی اور استحصال ہی ہو جائے، یعنی نفس میں ان کا تقاضا اور میلان بھی نہ رہے، اور یہ ایسے ہی مبغوض ہو جائیں جیسے گندگی طبعاً مبغوض ہوتی ہے، اس کی تحصیل مستحب ہے اور موجب کمال ہے، اور عادتاً یہ بات مجاہدات وریاضات اور طویل خلوت ویکسوئی پر موقوف ہے۔

اسی طرح نماز یا کسی نیک عمل میں حضورِ قلب کے دو مرتبے ہیں، ایک یہ کہ نماز یا کسی نیک عمل میں بطورِ مقصودیت کے کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہو، یعنی عبادت سے مقصود کسی مخلوق کی رضا یا اس سے مال وجاہ کا حاصل کرنا نہ ہو، حضور قلب کا یہ درجہ فرض ہے، اور اس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی، اور ریاء کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ نماز میں حق تعالی کے علاوہ قلب کا التفات اور توجہ بطور خیال اور تخیل بھی کسی جانب نہ ہو، پھر اس کے بھی دو درجے ہیں، ایک یہ کہ اپنے اختیار سے خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لائے، اس کو خشوع کہتے ہیں، آیات وحدیث سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے، اگرچہ یہ فرض نہیں۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے بلا قصد بھی کسی چیز کا خیال نہ آئے، یہ درجہ نفس اور قلب کے فنا کے بغیر نصیب نہیں ہوتا، اور اس

کی تحصیل مستحب ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ مسلسل طلب میں مشغول رہے اور کام کرتا جائے، اور مقصود کو حاصل کرنے میں جلدی نہ کرے، ہاں پہلے یہ تحقیق کرلے کہ میں صحیح راستے پر بھی جارہاہوں یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہو جائے کہ درست راستے پر چل رہاہوں، تو بس اطمینان کے ساتھ چلتارہے، کبھی نہ کبھی منزل مقصود تک پہنچ ہی جائے گا۔ اور اگر راستہ ہی غلط ہے تو جتنا بھی چلے گا، اتنا ہی دور ہوتا جائے گا۔

پھر طلب کے بھی دو درجے ہیں، طلب کا درجہ عالیہ یہ ہے کہ محض حق تعالی شانہ کی طلب ہو، جنت وغیرہ کی طلب نہ ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ جنت کی طلب ہو۔ پہلا درجہ خواص کا ہے، دوسرا عام مؤمنین کا ہے۔

«فاصحب الميمنة ما اصحب الميمنة» (الواقعہ) اس سے مراد عام مؤمنین ہیں۔ اور خواص کا ذکر بعد میں ہے: «والسبقون السبقون اولئك المقربون» (الواقعہ) یہ اصحاب جنت سے بھی ممتاز ہیں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ لوگ جنت سے کہیں الگ رہیں گے، سکونت کے اعتبار سے یہ بھی اصحاب جنت ہی ہیں مگر طلب کے اعتبار سے ان سے الگ ہیں، یہ صرف حق تعالی کے طالب ہیں، اور ان کے مقرب ہونے سے مراد یہ نہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ اللہ تعالی کی گود میں بیٹھیں گے، بلکہ فرمادیا: «فی جنت النعیم» (الواقعہ) کہ یہ بھی جنت میں ہوں گے، مگر دوسروں سے مقرب ہوں گے۔ یہ جنت کے طالب ہیں، نہ دوزخ سے بچنے کے، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنت کو طلب نہ کریں اور دوزخ سے پناہ نہ مانگیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بالذات طلب نہ کریں۔

شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کیا ہے؟

❶...... **شریعت:** نام ہے تمام احکام تکلیفیہ کا جس میں اعمال ظاہری و باطنی سب آ گئے، بعد میں متأخرین کی اصطلاح میں شریعت کے پہلے جزء یعنی اعمال ظاہری کا نام فقہ ہو گیا اور دوسرے جزء یعنی اعمال باطنی کا نام تصوف ہو گیا۔

❷...... **طریقت:** ان ہی اعمال باطنی کے طریقوں کو کہتے ہیں۔

❸...... **حقیقت:** اعمالِ باطنی کی درستگی سے قلب میں جو جلاء اور صفاء پیدا ہوتا ہے، اس سے قلب پر بعض حقائقِ کونیہ بالخصوص اعمال حسنہ اور حقائق الٰہیہ وصفاتیہ وافعالیہ منکشف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔

❹...... **معرفت:** اس انکشاف حقیقت کو معرفت کہتے ہیں اور اس صاحب انکشاف کو محقق وعارف کہتے ہیں، معلوم ہوا یہ سب چیزیں امور شریعت کے ہی متعلقات میں سے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ "شریعت وطریقت" کا تلازم میں لکھتے ہیں:

اکابر کے کلاموں میں بہت تصریح اس بات کی ہے کہ اصل مقصود درجہ احسان کا حاصل کرنا ہے، اور یہ مجاہدات وریاضات جو صوفیوں نے تجویز کئے ہیں، وہ امراض قلوب کی وجہ سے تجویز کئے ہیں، جیسا کہ امراض بدنیہ میں نئے نئے امراض پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ان کے لئے ڈاکٹر اور حکیم نئی نئی ادویہ تجویز کرتے رہتے ہیں، ان کے متعلق یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ بدعت ہیں، ایسا ہی ان علاجوں کے متعلق تجویز کرنا کہ یہ بدعات ہیں، ناواقفیت ہے وہ تو اصل مقاصد ہیں ہی نہیں، وہ تو خاص خاص امراض کے خاص خاص طریقہ علاج ہیں،

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ «التحفة العراقيه فى الاعمال القلبية» میں اعمال قلوب پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی «الوابل الصيب من الكلم الطيب» ص ٦٩ میں جو سراسر صوفیاء کے احوال اور ان کے اذکار واوراد کے بارے میں ہے، اس میں شیخ کے لئے یہ شرائط بتائی ہیں کہ جب کوئی شخص کسی سے مرید ہونا چاہے تو اس کو چاہئے کہ دیکھے کہ وہ اہل ذکر میں سے ہو، اہل غفلت میں سے نہ ہو، اور یہ کہ وہ متبع سنت ہو، متبع ہویٰ (خواہش) نہ ہو اور اپنے امور میں محتاط ہو، اگر ایسا شیخ مل جائے تو اس کے رکاب کو مضبوط پکڑ لے۔

اور شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا معمول نقل کیا ہے (ص ۷۱ پر) کہ شیخ کے پاس ایک دفعہ میں حاضر ہوا انہوں نے فجر کی نماز پڑھی اور اسی جگہ پر بیٹھ کر زوال تک اللہ کا ذکر کرتے رہے، اور مجھ سے فرمایا: یہ ذکر میرا صبح کا کھانا ہے، اور میں صبح کا یہ کھانا (ذکر) نہ کھاؤں تو میری قوت ختم ہو جائے، اور میں ذکر صرف اس وجہ سے چھوڑتا ہوں تاکہ نفس کو آرام دے کر دوسرے ذکر کے لئے تیار کروں۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے ایک کتاب «مدارج السالكين» تصوف ہی میں لکھی ہے جو شیخ ابو اسماعیل عبد اللہ ہروی حنبلی صوفی متوفی ۴۸۱ھ کی تصوف میں مشہور کتاب «منازل السائرين» کی شرح ہے، اس میں ساری

تصوف کی ہی بحثیں ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سلوک دو قسم پر ہے: سلوک نبوت اور سلوک ولایت۔ اور ہر ایک کے آثار اور خواص جدا جدا ہیں، جو حسب ذیل لکھے جاتے ہیں۔ اولیاء میں سے کسی پر کسی وقت فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی فیض ولایت کا۔

آثار سلوک نبوت	آثار سلوک ولایت
①..... طریق نبوت والے قصدا کمی نہیں کرتے، جو ملتا ہے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔	①..... طریق ولایت والے کھانے پینے میں تکلفا کمی کرتے ہیں۔
②..... خلق کی طرف افاضہ کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے جی نہیں لگاتے۔	②..... خلق سے نفرت کرتے ہیں۔
③..... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔	③..... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے جب تک واجب نہ ہو۔
④..... ان پر ادب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہوتا ہے، اس پر اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ نہیں بڑھاتے، اگرچہ وہ زیادہ خلاف شرع نہ ہو۔	④..... ان کو اپنے مکاشفات وتحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے، اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلاف شرع نہ ہو۔

۵.....ان کا انتہائی مقام عبودیت ہے ۔	۵ .....ان کا انتہائی مقام رضا ہے۔
۶.....ان پر ذوق وشوق غالب نہیں ہوتا، بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں آتا یعنی اگر نہ آوے تو دلگیر نہیں ہوتے، محض حکم ایزدی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔	۶..... ان پر ذوق وشوق غالب ہوتا ہے،اور عبادت میں طبعی لذت آتی ہے۔
۷.....بہ مقتضائے:ادعونی استجب لکم(المؤمن ۶۰) دعا مانگنا فرض سمجھتے ہیں۔	۷ ..... اہتمام سے دعا نہیں مانگتے۔
۸.....اوروں سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں، مگر بدون مقتضٰی کے ۔موافق رسول ﷺ کے کہ غزوہ میں دو زرہیں پہنی ہیں۔	۸.....اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں۔
۹.....ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔	۹.....حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طبعا زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر اعتقاد فضیلت ترتیب سے ہوتا ہے۔
۱۰.....فضیلت کا یقین نہیں	۱۰.....شیخ کو سارے جہاں سے

کرتے، صحبت رکھتے ہیں۔	افضل سمجھتے ہیں، اور اس پر شیفتہ (یعنی سحر زدہ) ہوتے ہیں۔
⑪.....یہ شریعت پر بڑی سختی سے عمل کرتے ہیں۔	⑪.....ان سے شرائع میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے، اور وہ معذور ہیں۔
⑫.....ان پر ہوشیاری غالب ہوتی ہے۔	⑫.....ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔
⑬.....جماعت کی پابندی کرتے ہیں، ان کی نظر سے مقصودیت غیر کی بلکل نفی ہو چکی ہوتی ہے۔	⑬.....بعض اوقات مغلوبین، جماعت سے بھاگتے ہیں، کیونکہ ان کو اخفا مقصود ہوتا ہے، مگر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں ابھی غیر باقی ہے۔
⑭.....اگر خلاف شرع کوئی حکم شیخ کی طرف سے ہو تو یہ مخالفت کرتے ہیں، مگر ادب کے ساتھ۔	⑭.....اگر شریعت کے ظاہر خلاف شیخ حکم کرے تو اسے خلافِ شریعت نہیں سمجھتے، کوئی تاویل کر لیتے ہیں، مگر غیر قطعیات میں۔
⑮.....اصحاب سلوکِ نبوت پر ہمیشہ تنذیر غالب رہتی ہے۔	⑮.....اَصحاب سلوک ولایت پر کبھی تبشیر بھی غالب ہوتی ہے۔

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تصوف وسلوک اور اس کی اصطلاحات حادث اور نئی ہونے کی وجہ سے اس سے اشکالات اور شبہات دلوں میں پیدا ہوتے ہیں، حالانکہ تصوف وسلوک عین شریعت ہے اور اس کا ثبوت قرآن

وحدیث میں موجود ہے۔

چنانچہ جہاں ظاہری اعمال: نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صدق، امانت، حسنِ معاملہ، حسنِ معاشرت، حسنِ اَخلاق کا ذکر آتا ہے، وہاں باطنی اعمال: تقوی، توکل، زہد و قناعت، اخلاص، خشوع، صبر وشکر، وغیرہ کا بھی ذکر قرآن وحدیث میں ہے۔

جہاں ظاہری گناہ: جھوٹ، غیبت، دھوکا، ظلم وغیرہ سے بچنے کی تاکید قرآن وحدیث میں وارد ہے، وہاں باطنی گناہ: حسد، بغض، عداوت، کینہ، بدگمانی، کبر وغیرہ سے بچنے کی بھی تاکید آئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:«وذروا ظاہر الاثم وباطنة» (الانعام:۱۲۰) اور یہ بھی قاعدہ ہے کہ اصطلاحات مقصود نہیں، بلکہ حقائق مقصود ہوتے ہیں، نصوص (قرآن وحدیث) میں تصوف وسلوک کے لئے تزکیۂ نفس، صفتِ احسان وغیرہ الفاظ مذکور ہیں، چنانچہ ارشاد ہے:«قد افلح من زکھا» (الشمس)۔

نبی اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں سے«ویزکیھم» کا لفظ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نفوس کا تزکیہ فرماتے ہیں، یہی تصوف ہے، یہی سلوک ہے۔

صفتِ احسان کالفظ قرآن میں ہے:«وان اللہ لمع المحسنین» (العنکبوت)۔

حدیث جبرائیل میں موجود ہے:

«قال : ما الاحسان یا رسول اللہ؟ قال ان تعبداللہ کانک تراہ، فان لم تکن تراہ فانہ یراک»

ترجمہ: جبرائیل نے پوچھا: احسان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ

تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو، گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ کیفیت میسر نہ ہو تو وہ تو تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ (مشکوۃ ص ۱۱)

چنانچہ اگر کسی سے کہا جائے: تزکیۂ نفس بہت ضروری ہے تو ہر ایک تسلیم کرے گا اور اگر کہا جائے: باطنی صفات: تقوی، توکل وغیرہ حاصل کرنا ضروری ہے تو اس کو بھی ہر ایک تسلیم کرے گا۔

اگر کہا جائے: باطنی گناہ: کبر، حسد، بغض، عداوت، کینہ سے بچنا بہت ضروری ہے۔ ہر ایک تسلیم کرے گا۔

اور اگر کہا جائے: تصوف وسلوک بہت ضروری ہے! تو بعض حضرات کو اس سے وحشت ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ اصطلاحات حدیثہ سے وحشت ہے، حقائق سے نہیں۔ اگر قرآن وحدیث والے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں تو نہ کسی کو انکار ہوتا ہے، نہ وحشت ہوتی ہے، حالانکہ تصوف وسلوک کی اصطلاحات بھی آج کی نہیں، صدیوں سے یہ الفاظ کتابوں میں لکھے آرہے ہیں۔

چنانچہ علامہ عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ اپنی کتاب «الطبقات الکبری المسماۃ بلواقح الأنوار فی طبقات الاخیار» کے مقدمے میں لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے: شریعت کے اَحکام پر اس طور پر عمل کرنا کہ وہ باطنی امراض اور نفس کے حظوظ سے خالی ہوں، اسی کا نام تصوف ہے، جیسا کہ علمِ معانی اور علمِ بیان، علم نحو کا لب لباب ہے، تو جو علمِ تصوف کو مستقل علم شمار کرے وہ بھی درست ہے، اور جو اس کو عین احکامِ شریعت کہے وہ بھی سچ ہے، جیسا کہ علمِ معانی اور بیان کو مستقل علم شمار کرنا بھی درست اور علم نحو کا جزء کہنا بھی درست ہے۔ البتہ جب بندہ اس راستے (تصوف) میں داخل ہو کر گہراؤ

پیدا کرتا ہے، حق تعالی پھر اس کو استنباط کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے، جیسے ہر ایک احکامِ ظاہرہ سے تصوف کو نہیں نکال سکتا، ایسے ہی احکامِ تصوف کا استنباط نصوص میں سے ہر ایک نہیں کر سکتا۔ اور جیسے فقہائے مجتہدین نے احکامِ ظاہرہ کے درجات اپنے اجتہاد اور نصوص سے استنباط کر کے قائم کیے ہیں جیسے: واجب، مندوب، آداب، حرام، مکروہ، خلاف اولی۔ ایسے ہی اولیاء اللہ متبحرین فی الشریعت نے احکام باطنہ کے درجات واجب وغیرہ نصوص سے نکالے ہیں، حالانکہ وہ نص میں ظاہراً وارد نہیں ہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ علمِ تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ علم کتاب وسنت سے ماخوذ ہے، حتی کہ علامہ شعرانی رحمہ اللہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ علم طریقت (سلوک وتصوف) میں وہی شخص قابل تقلید ہے جو علم شریعت میں معتبر ہو۔

اشغال

"شریعت وطریقت کا تلازم" میں حضرت شیخ رحمہ اللہ لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

طریقت دراصل صفت احسان ہی کا ایک نام ہے، یا تحصیل صفت احسان کا طریقہ ہے، اسی کو تصوف اور سلوک کہتے ہیں یا جو چاہے نام رکھ دیا جائے، یہ سب تعبیرات ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت روحانی کی حالت یہ تھی کہ بڑے بڑے کافر کو «لا الہ الا اللہ» کہتے ہی مرتبہ احسان حاصل ہو جاتا تھا، اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں صفت احسان کامل درجے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

فیض مبارک کی قوت سے حاصل تھی، مگر جناب رسول اللہ ﷺ سے کم تھی، اور تابعین میں بھی تھی، مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کم تھی، لیکن تبع تابعین میں یہ قوت بہت ہی کم ہو گئی اور اس کمی کی تلافی کے لئے بزرگوں نے مجاہدات اور ریاضات ایجاد کئے۔ ایک زمانے تک تو محض وسائل غیر مقصودہ کے درجے میں رہے، مگر جوں جوں خیر القرون کو بُعد ہوتا گیا، ان میں مقصودیت کی شان پیدا ہوتی رہی، اور وقتاً فوقتاً ان میں اضافہ بھی ہوتا رہا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین میں بے حد علمی و عملی واعتقادی بدعات داخل ہو گئیں۔ محققین صوفیاء نے ان خرابیوں کی اصلاحیں بھی کی ہیں، مگر اس کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ ان بدعات میں کچھ کمی ہو گئی، لیکن بلکل ازالہ نہ ہوا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مصلحین میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور سید احمد شہید رحمہ اللہ، قدس اللہ اسرارہم۔۔۔ کا نام خصوصیت سے لیا اور فرمایا: ان حضرات نے بہت اصلاحیں کی ہی، مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ نیز یہ بھی فرمایا: کہ حق تعالی نے ان حضرات پر طریق سنت منکشف فرمایا۔ پھر فرمایا کہ طریق سنت میں یہ بڑی برکت ہے کہ شیطان کو اس میں راہزنی کا موقع کم ملتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء وعارفین اس کلمے کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں، اور اس کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربے سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں، کسی دوسرے میں

ممکن نہیں۔

عن ابی هریره قال : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ: «جَدِّدُوا إِيمَانَكُمْ»، قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَكَيْفَ نُجَدِّدُ إِيمَانَنَا؟ قَالَ: «أَكْثِرُوا مِنْ قَوْلِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ»

ترجمہ :”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ ارشاد فرمایا: "لا الہ الا اللہ" کثرت سے پڑھا کرو۔“ مسند أحمد (١٤/ ٣٢٨).

مشائخ سلوک اور اطبائے روحانی، جسمانی طبیبوں کی طرح سے مختلف بیماریوں میں مختلف طریقوں سے اس کا ذکر بتلاتے ہیں، مشائخ چشتیہ کے ہاں بارہ تسبیح کا ذکر بہت مشہور ہے، اس میں پہلے دو تسبیحیں لفظ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ -کی چار تسبیحیں لفظ اِلَّا اللہ کی، پھر چھ تسبیحیں لفظ ” اللہ اللہ “کی، اور آخر میں ایک تسبیح لفظ ” اللہ “ کی۔

بعض اعتراض کرتے ہیں کہ ”إِلَّا اللّٰهُ“ کا ذکر مستثنیٰ منہ کے بغیر اور عامل کے بغیر بے معنی ہے، ایسا ذکر بے معنی ہے، نہ معتبر ہے، نہ موجب اجر لہذا عبث ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر خطبے میں ارشاد فرمایا:

لاَ يُخْتَلَى شَوْكُهَا، وَلاَ يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلاَ يَلْتَقِطُ

سَاقِطَتَهَا إِلَّا مُنْشِدٌ، وَمَنْ قُتِلَ لَهُ قَتِيلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ: إِمَّا يُودَى وَإِمَّا يُقَادُ " فَقَامَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ اليَمَنِ، يُقَالُ لَهُ أَبُو شَاهٍ، فَقَالَ: اكْتُبْ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ» ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِلَّا الإِذْخِرَ، فَإِنَّمَا نَجْعَلُهُ فِي بُيُوتِنَا وَقُبُورِنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «إِلَّا الإِذْخِرَ».

(صحيح البخاري (٩/ ٥)،باب من قتل له قتيل فهو بخير النظرين)۔

یعنی آپ ﷺ نے حرم شریف کے بارے میں فرمایا: اس کی گھاس کو نہ کاٹا جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! «إِلَّا الإِذْخِرَ» اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِلَّا الإِذْخِرَ»۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرینے کے قائم ہونے کی صورت میں عامل اور مستثنیٰ منہ کا حذف جائز ہوتا ہے لہذا «إِلَّا اللّٰهُ» میں بھی اس قرینے سے کہ اس سے قبل «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کا ذکر ہو چکا ہے، یا اس قرینے سے کہ ذاکر کے عقیدے میں مستثنیٰ منہ داخل ہے، مستثنیٰ منہ کو حذف کر دیا تو کیا حرج ہے؟

دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے قبل جو «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کہا گیا ہے، اس میں صرف «إِلَّا اللّٰهُ» کو مکرر لایا گیا ہے، اس کا عامل اور مستثنیٰ منہ ہر بار مراد ہو گا اور تاکید کے لئے جو تکرار کیا جاتا ہے، اس کی تحدید پر کوئی دلیل نہیں، جس قدر اہتمام ہو گا، اتنا تکرار ہو گا اور یہ مستحسن اور مقتضائے مقام

ہو گا۔

① چنانچہ بعض روایات میں ہے: «فما زال یکررہا حتی قلنا لیتہ سکت» (صحیح بخاری ج:۱ ص-۳۶۲) یعنی نبی کریم ﷺ بار بار «شَهَادَةُ الزُّورِ» کہتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا (دل میں) کہ کاش حضور ﷺ چپ ہو جائیں۔

② حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ایک آدمی کے قتل کرنے کے قصے میں جس کو انہوں نے منافق سمجھ کر قتل کر دیا تھا، نبی کریم ﷺ کا بار باریوں فرمانا کہ قیامت میں جب وہ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ» لائے گا تو اس کا کیا جواب دو گے؟ بار بار اس کو فرمایا (صحیح بخاری، کتاب الدیات ج:۲ ص:۱۰۱۵، طبع نور محمد)۔

③ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک اور بات بھی ہے، جس کی وجہ سے اللہ تعالی اپنے بندے کے جنت میں سو درجے بلند فرمائے گا، اور ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا جتنا کہ آسمان وزمین کے درمیان۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: وہ کیا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (الجہاد فی سبیل اللہ! الجہاد فی سبیل اللہ! الجہاد فی سبیل اللہ) تین مرتبہ فرمایا۔ سینکڑوں احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جو حدیث پڑھنے پڑھانے والوں سے مخفی نہیں ہیں، جن میں ایک ہی لفظ کا تکرار کیا گیا ہے۔

”اللہ اللہ“ کے ذِکر پر اِعتراض

لفظ ”اللہ اللہ“ کے ذکر پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ صرف

اللہ، اللہ کہنا لفظ مفرد ہے، جو کسی معنی خبری کو مفید ہے، نہ معنی انشائی کو، پھر اس ذکر بے معنی سے کیا فائدہ؟

جواب: نفس حدیث پاک میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ اس نام پاک کو نقل کیا گیا ہے، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے:" لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللهُ، اللهُ "(مسلم، باب ذہاب الایمان آخر الزمان ج:۱ ص ۸۴) یعنی قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ ایسی حالت ہو جائے کہ دنیا میں اللہ، اللہ نہ کہا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض اس کا تکرار بھی مشروع ہے، اور معنی صرف خبر اور انشاء ہی میں منحصر نہیں، اگر ان الفاظ سے تبرک اور استحضار محض ہی مقصود ہو تو پھر بھی یہ الفاظ بے معنی اور غیر مفید نہیں ہوں گے۔

اگر اس سے تبرک و استحضار محض ہی مقصود ہو تو بے معنی اور غیر مفید کیوں ہو گا.....؟

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :{وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ} (المزمل :۸) اپنے رب کے نام کا ذکر کرو۔

آیت کے ظاہری الفاظ سے محض اسم رب (یعنی اللہ کے نام) کا ذکر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

نیز یہ بھی توجیہ ہو سکتی ہے کہ لفظ "اللہ" سے پہلے حرف ندا محذوف ہو، اور بوقت ندا حرف ندا کا حذف ہر زبان میں شائع اور مشہور ہے۔ اور لفظ اللہ کے ساتھ ندا شوقِ محبت اور اللہ کے نام کے ساتھ لفظ اللہ سے پہلے نداء تلذذ کی وجہ سے ہوئی ہے (التکشف ص:۷۰)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے «بوادر» میں لکھا ہے: اس باب میں قول

محقق جو تکلف سے بعید ہے، یہ ہے کہ جس طرح قرآن پڑھنے میں کبھی تو تلاوت مقصود ہوتی ہے، اور اس وقت اس کے طریق کا منقول ہونا شرف ہے، اور غیر منقول کا اختیار کرنا بدعت۔

اور کبھی محض ذہن اور حافظے میں اس کا مستحضر اور راسخ کرنا مقصود ہوتا ہے، اس میں منقول کا اتباع کرنا لازم نہیں ہوتا۔ مثلا ایک شخص ایک ایک مفرد کا تکرار کر کے یاد کرتا ہے، ایک شخص ایک ایک جملے کا، ایک شخص ایک ایک آیت کا، یہ سب جائز ہے، اس کاوش کی ضرورت نہیں کہ اس میں سلف کا کیا طریقہ تھا؟ اسی طرح عبادت بھی ذکر ہے کبھی خود ذکر مقصود بالذات ہوتا ہے، اس صورت میں ہیئت کا منقول ہونا شرط ہے اور کبھی ذہن میں کسی خاص مطلوب کا استحضار اور رسوخ مطلوب ہوتا ہے جس سے اس عبادت کا تعلق ہو، اس میں اس ہیئت کا منقول ہونا شرط نہیں، لہذا اللہ اور اسم جلالہ کا تکرار معتاد مقصود بالذات نہیں، بلکہ خاص ایک مطلوب کا استحضار مقصود ہے، اور وہ خاص مطلوب فنائے علمی غیر اللہ اور توجہ الی اللہ میں تدریجا ترقی کرنا ہے، چنانچہ ابتداء میں کثرت مشہود ہوتی ہے، اس لئے لا الہ الا اللہ سے اس مشہود کی نفی کر کے اس کو راسخ کرنے کے لئے الا اللہ کا تکرار کیا، پھر ثبوت میں ایک سنت حکمیہ تھی، اس سے بھی نظر اٹھا کر صرف ذات کا تصور ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اسم جلالہ کا تکرار کیا، جس کی مزاولت سے قلب میں غیر مطلوب سے بے التفاتی اور حضرت مطلوب کی طرف خاص التفات میں بلکل راسخ ہو کر پھر ذکر کامل کا حق ادا کرکے خوب مقصود حاصل کرتا رہے گا، بفضلہ تعالی اس تقریر سے سب اشکالات دور ہو گئے، اور اس کے بدعت ہونے کا حکم قلت تدبر کی وجہ سے ہونا ثابت ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

کیا اس صورت میں اس طریق سے ذکر کرنے سے ثواب نہ ملے گا؟

اس کے جواب میں ہم پوچھیں گے کہ کیا جو شخص قرآن پاک یاد کرنے کے لئے ایک ایک لفظ کا تکرار کر رہا ہے، اس کو یاد کرنے سے ثواب نہ ملے گا؟ جو اس کا جواب ہے، وہی اس کا جواب ہے۔ اور قواعد پر نظر کرنے سے دونوں کا مشترک جواب یہ ہے کہ گو تلاوت وذکر کا ثواب نہ ملے، لیکن تلاوت کلام اللہ کے لئے سعی وتیاری کرنے کا اور ذکر کامل کے لئے سعی وتیار ی کرنے کا ثواب ملے گا (شریعت وطریقت کا تلازم)۔

بیعت کی اقسام:

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "قول جمیل" میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

بیعت جو صوفیوں میں متعارف ہے، وہ کئی طریقوں پر ہے:

پہلا طریقہ:..... بیعت توبہ ہے، یعنی معاصی سے توبہ کرانا۔

دوسرا طریقہ :..... بیعت تبرک ہے یعنی برکت کی نیت سے صالحین کے سلسلے میں داخل ہونا، یہ بمنزلہ اسناد حدیث کے ہے کہ اس میں برکت ہے۔

تیسرا طریقہ :..... بیعت تاکید عزیمت یعنی اس بات کا عزم مصمم کرانا کہ اللہ جل شانہ سے دل لگاؤں گا، اور اللہ تعالی کے اوامر کو ظاہراً وباطناً پورا کروں گا، اور منع کی ہوئی چیزوں کو ترک کروں گا۔ یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔ اور پہلے دونوں قسم کے طریقوں میں بیعت کرنا عبادت ہے، اور تیسرے طریقے میں بیعت کا پورا کرنا عبادت ہے، یہاں تک کہ وہ اطمینان کے نور سے شروع ہو جائے، اور یہ اس کی عادت اور خو بلا تکلف جبلی ہو جائے، اور بیعت شکنی

یہ ہے کہ نورانیت دل سے پہلے خلل اندازی واقع ہو گئی۔

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے "حیاۃ الصحابہ" میں باب البیعۃ میں بہت تفصیلی روایات جمع کی ہیں، اور بکثرت ابواب قائم کئے ہیں وہاں ایک مستقل عنوان "البيعة على اعمال الاسلام" کا بھی قائم کیا ہے، اصل حیاۃ الصحابہ سے پوری روایات اور تخریجات دیکھ لی جائیں، چند مختصر روایات ذکر کی جاتی ہیں:

①.....عن بشير بن الخصاصِيَة رضي الله عنه، قال: أتيت رسول الله لأبايعه، فقلت: علامَ تبايعني يا رسول الله؟ فمدَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم يده قال: «تشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأنَّ محمداً عبده ورسوله، وتصلي الصلوات الخمس لوقتها، وتؤدِّي الزكاة المفروضة، وتصوم رمضان، وتحج البيت، وتجاهد في سبيل الله». قلت: يا رسول الله، كُلا نطيق إلا اثنتين فلا أطيقهما: الزكاة، والله ما لي إلا عشر ذَوْد هُنّ رِسْل أهلي وحَمولتهن. وأما الجهاد فإني رجل جبان، ويزعمون أنَّه من ولَّى فقد باء بغضب من الله، وأخاف إن حضر القتال أن أخشع بنفسي فأفرَّ فأبوء بغضب من الله. فقبض رسول الله يده ثم حرَّكها، ثم قال: «يا بشير، لا

صدقة ولا جهاد فَبِمَ إذن تدخل الجنة؟» قلت: يا رسول الله، أبسط يدك أُبايعك، فبسط يده فبايعته عليهن كلّهن. كذا في كنز العمال. وأخرجه أحمد، ورجاله موثّقون كما قال الهيثمي.

(حیاۃ الصحابہ ج:۱ص۲۲۱)

بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں بیعت کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ کن امور پر مجھ سے بیعت لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ مبارک (بیعت کرنے کے واسطے) پھیلائے اور فرمایا: تو گواہی دے اس بات کی کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور پانچوں نمازوں کو اپنے اپنے وقتوں پر ادا کرے، اور فرض زکوۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، اور حج کرے، اور اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب باتوں کی مجھ میں طاقت ہے، مگر دو چیزوں کی طاقت نہیں ہے، ایک زکوٰۃ کی کہ میرے پاس صرف دس اونٹ ہیں، وہی میرے اہل وعیال کے دودھ کے لئے اور سواری کے لئے ہیں، اور جہاد کی طاقت بھی نہیں، کیونکہ میں کمزور دل ہوں اور لوگ کہتے ہیں جو جہاد سے بھاگے تو یہ اللہ تعالی کے غصے کا سبب ہے، مجھے ڈر ہے کہ میں جہاد میں شریک ہوں اور کسی وقت موت کے ڈر سے بھاگ جاؤں تو میں اللہ تعالی کے غضب میں مبتلا ہو جاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں کو کھینچ لیا اور حرکت دے کر فرمایا کہ او بشیر! جب نہ زکوٰۃ ہو گی اور نہ جہاد، تو پھر جنت میں کیسے جائے گا؟ تو میں نے

عرض کیا کہ اچھا اپنے ہاتھ پھیلائیں، میں بیعت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک پھیلائے اور میں نے ان تمام امور بالا میں بیعت کی۔

②.....وأخرج أحمد عن جرير رضي الله عنه قال: بايعت رسول الله على إقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، والنصح لكل مسلم. وأخرجه أيضاً ابن جرير مثله كما في كنز العمال، والشيخان والترمذي كما في الترغيب، وأخرج الطبراني عنه قال: أتى جرير رضي الله عنه النبي فقال: «مدَّ يدك يا جرير»، فقال: على مَهْ؟» قال: «أن تسلم وجهك لله، والنصيحة لكل مسلم» ؛ فأذن لها - وكان رجلاً عاقلاً - فقال: يا رسول الله، فيما استطعت؟ فكانت رخصة للناس بعده. كذا في الكنز.

(حیاۃ الصحابہ ج:۱ص۲۲۱)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر بیعت کی، اور اس بات پر کہ میں ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے جریر! اپنے ہاتھ پھیلاؤ۔ میں نے عرض کیا: کس بات کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس

واسطے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا تابعدار بنا دے، اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کر! اس کو انہوں نے بہت غور سے سنا اور آدمی بہت سمجھ دار تھے، اس لئے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! جہاں تک مجھ میں طاقت ہے۔ تو اس کے بعد حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا لوگوں کے لئے رخصت کا سبب ہو گیا۔

③.....عن أبي أمامة رضي الله عنه قال: قال رسول الله «ومن يبايع؟» فقال ثوبان رضي الله عنه مولى رسول الله بايعنا رسول الله، قال: «على أن لا تسأل أحداً شيئاً» . فقال ثوبان: فما له يا رسول الله؟ قال: «الجنة» . فبايعه ثوبان. قال أبو أمامة: فلقد رأيته بمكة في أجمع ما يكون من الناس يسقط سوطه وهو راكب، فربما وقع على عاتق رجل، فيأخذه الرجل فيناوله، فما يأخذه حتى يكون هو ينزل فيأخذه. كذا في الترغيب. وأخرجه أيضاً أحمد، والنسائي وغيرهما عن ثوبان مختصراً. (حیاۃ الصحابہ ج:۱ص ۲۲۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: کون بیعت کرے گا؟ تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہمیں بیعت فرمالیجئے، حضور ﷺ نے اس بات میں بیعت لی کہ کسی سے کوئی سوال نہیں کرے گا، تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے اس کے بدلے میں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت! حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں: مکہ مکرمہ میں، میں نے ان کو بڑے مجمع میں دیکھا کہ ان کا چابک گر جاتا تھا، اور بعض دفعہ وہ کسی شخص کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی اس کو اٹھا کر پکڑاتا، تو وہ نہیں لیتے تھے، یہاں تک کہ خود سواری سے اتر کر لیتے تھے۔

④.... عن أبي ذرٍ رضي الله عنه قال: بايعني رسول الله خمساً، وأوثقني سبعاً، وأشهد الله عليَّ سبعاً: أن لا أخاف في الله لومة لائم. وفي رواية: أن النبي قال: «ستة أيام ثم أعقل يا أبا ذر ما يقال لك بعد» . فلما كان اليوم السابع قال: «أوصيك بتقوى الله في سرِّ أمرك وعلانيته، وإذا أسأت فأحسن، ولا تسألنَّ أحداً شيئاً وإن سقط سوطك، ولا تقبضنَّ أمانة» . كذا في الترغيب.

حياة الصحابة (۱/ ۲۸۵).

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بہت سے الفاظ بہت سی سندوں سے نقل کئے گئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ دفعہ مجھ سے اس پر بیعت لی کہ میں اللہ تعالی کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: چھ دن انتظار کر اور ساتویں دن تجھے ایک بات کہوں گا، اسے اچھی طرح سمجھ لینا۔ ساتویں دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اول تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ تعالی کے تقویٰ کی، تنہائی میں بھی اور مجمع میں بھی، خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی، اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے فوراً بعد کوئی اچھا کام کر لیا کر، اور کسی

سے سوال مت کر، چاہے تیرا کوڑا ہی گر جائے، اور ہرگز کسی کی امانت نہ رکھنا۔

غرضیکہ تصوف صحیح، قرآن وحدیث سے ثابت ہے، یہ صوفیاء کرام کی اپنی ایجاد نہیں ہے، اور راسخ علمائے کرام نے تصوف صحیح میں قدم رکھا اور علماً وعملاً اس کو قرآن وحدیث کے مطابق بنایا اور اس کی منازل طے کرائی ہیں۔

اللہ تعالی دل کی بصیرت نصیب فرمائے اور دل کے تالوں کو کھول دے، اللّٰهُمَّ افتح اقفال قلوبنا بذكرك اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

از

محمد بلال عفی عنہ

ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم کے مختصر حالات

نام و نسب، ولادت اور تعلیم و تربیت:

عبد السلام خان بن عبد الغفار خان بن یعقوب خان بن ہارون خان

قوم: گنڈہ پور، قبیلہ: موسی زئی

رہائش: حال: حسن ٹاؤن کاکول روڈ مکان نمبر ۵۲۔ ۱۲ سی بی ایبٹ آباد کینٹ ایبٹ آباد

مستقل رہائش: عید گاہ کلاں ڈیرہ اسماعیل خان

ولادت: آپ کی ولادت ۸ دسمبر ۱۹۵۱ بمطابق ۹ ربیع الاول سن ۱۳۷۱ھ کو تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان محلہ موسی زئی میں ہوئی، آپ کا بچپن اسی جگہ گزرا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کی تبلیغی جماعت سے وابستگی

حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں: میٹرک کے امتحانات قریب تھے کہ میں ایک باغ میں ٹہل رہا تھا کہ قریب سے تبلیغی جماعت گشت کرتے ہوئے گزری میرے دل میں فوراً خیال آیا ۷۳ فرقوں میں سے ناجی فرقہ یہی ہے میں ان کے ساتھ ہو گیا اور مغرب کے بعد ان کا بیان سنا اس زمانے میں بڑا مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ شب جمعہ پہ کون جائے گا میں نے کہا میں جاؤں گا پھر گیا اس طرح تبلیغی جماعت سے تعلق ہوا پھر چھٹیوں میں پہلی دفعہ وہاں کے امیر صاحب جن کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جنات کی تشکیل کرتے ہیں ان کے ساتھ رائے ونڈ عشرہ لگانے کے لیے گیا پھر مستقل اس کام میں

مشغول رہا۔

ڈاکٹر صاحب کی پہلی بیعت:

ڈاکٹر صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ سے بیعت کی لیکن مصروفیات کی وجہ سے ان کے ساتھ زیادہ رابطہ نہ رکھ سکا اور سال میں کہیں ملاقات ہوتی تھی۔

بارگاہِ شیخ میں رسائی کا واقعہ، ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی زبانی

احقر (حضرت ڈاکٹر عبد السلام مدظلہ) حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف والے سے ۱۹۹۰ء میں بیعت ہوا، احقر اس وقت گومل یونیورسٹی شعبہ فارمیسی میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر متعین تھا، اس کے ساتھ بندہ کی ایک پرائیویٹ پتھالوجی لیبارٹری تھی، بندہ ان دِنوں اِنتہائی مصروف تھا، پڑھانے کے علاوہ لیبارٹری میں مصروفیت کی وجہ سے شیخ کے ساتھ برائے نام رابطہ رہتا تھا، اور سال میں کہیں ایک مرتبہ تھوڑی دیر کے لئے زیارت کا موقع مل جاتا تھا۔ بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ اگر شیخ نزدیک ہو، اور اس کے ساتھ رابطہ متواتر ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے، یہ بات ذہن میں اکثر آتی تھی اور ایک ہیجانی کیفیت کا دِل پر غلبہ تھا، آخر کار اللہ ربّ العزّت نے سوچ اور فکر کو حقیقت میں بدل دیا۔ ۱۹۹۲ء کی بات ہے ایک دفعہ پشاور یونیورسٹی میں شعبہ فارمیسی کے طلبہ کا اِمتحان لینے گیا، پروفیسر محمد انور ربانی صاحب جو کہ آج کل گورنمنٹ کالج لکی مروت کے پرنسپل ہیں، میرے ساتھ تھے، ان کا پشاور میں کسی سرجن سے معائنہ کروانا تھا، رات کو پشاور یونیورسٹی کے ریسٹ ہاؤس میں قیام تھا، تبلیغ اور تصوف پر بات ہو رہی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ (کندیاں)

سے بیعت ہوں، کندیاں دُور ہے، میں بہت مصروف ہوں، جس کی وجہ سے حاضری کا موقع بہت کم ملتا ہے۔ عرض کیا: اگر ڈیرہ اسماعیل خان میں کوئی اللہ والے ہوتے تو زیادہ فائدہ ہوتا۔ پروفیسر انور ربانی نے کہا: ڈیرہ میں ایک اللہ والے موجود ہیں، حضرت احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے ان سے ملاقات کرانے کا وعدہ کرلیا۔ عید الفطر کا دِن تھا، احقر اپنے بڑے بیٹے عبد الرحمان کے ساتھ پروفیسر انور ربانی صاحب کی خدمت میں آیا، ربانی صاحب نے کہا: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب کے پاس چلتے ہیں۔ میں نے حیرانی سے پوچھا: وہ موجود ہوں گے ؟ میرا غالب خیال تھا کہ وہ عید منانے اپنے گاؤں لعل ماہڑہ بچوں کے پاس تشریف لے گئے ہوں گے۔ جواب ملا: ہاں موجود ہوں گے! ہم تینوں گاڑی میں سوار ہوکر حضرتؒ کی مسجد محلّہ نوازش علی حاضر ہوئے، دِن کے تقریبا گیارہ بجے تھے۔ حضرتؒ مسجد کے صحن میں چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، سر کے نیچے اِینٹ رکھی ہوئی تھی، حضرتؒ کی اس بے سروسامانی کی حالت کو دیکھ کر بندہ کے دِل پر ایک چوٹ لگ گئی، دِل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ اللہ والے بزرگی سے خالی نہیں۔ حضرتؒ نیند سے جاگ گئے، پروفیسر ربانی نے میرا تعارف کروایا حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: خان محمد صاحب سے بیعت کی ہے اس لئے آپ کی بیعت مکمل ہے خواجہ صاحبؒ ولی کامل ہیں، میں رُوحانی تربیت کروں گا۔ حضرتؒ نے احقر کے لطیفہ قلب پر اسم ذات کی ضرب لگائی اور اس کے فورابعد مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا: ڈاکٹر صاحب! مبارک ہو، آپ کا قلب جاری ہو گیا ہے۔ میں نے دِل میں کہا: حضرت میرا دِل رکھنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ پھر فرمایا: جب گھر چلے جاؤ، سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ کر مراقب ہو جاؤ اور لطیفہ قلب پر اسم ذات کا ذِکر

کرتے رہو۔ احقر نے جب مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے جو مبارک باد دی تھی وہ صحیح تھی، چونکہ احقر کا طب کے پیشے سے تعلق ہے، معلوم ہوا کہ دل جاری ہے، اس وقت حضرتؒ کے کشف کا اندازہ ہوا، اس طرح احقر نے حضرتؒ کے رُوحانی مدرسے میں داخلہ لیا اور یہ رُوحانی سفر شروع ہوا۔

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب) کے لئے پیشین گوئیاں اور بشارت

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے راقم الحروف سے فرمایا: ڈاکٹر صاحب! اللہ تعالی کے فضل سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، تراویح میں قرآن سنتے وقت عجیب مناظر ہوتے ہیں، اور ہر حال، ہر وقت درجات مختلف ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: اگر آپ صرف چار گھنٹے سر جھکاتے تو پتا نہیں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے اور کیا پاتے۔ بہر حال حضرت صاحبؒ نے فرمایا: آپ نے ڈاکٹری بھی کرنی ہے، وہ بھی خدمت ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی (اللہ اللہ) کرنا ہے، حضرتؒ نے فرمایا: میاں باران صاحب مرحوم کلاچی والے تونسہ (خواجہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ) سے کچھ لے کر آئے، ڈاکٹر اس فقیر سے کچھ لے کر کلاچی چلا گیا ہے۔

مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں سرنگوں رہیں

۱۹۹۷ء میں اللہ رب العزت نے (راقم الحروف) کو اہلیہ کے ساتھ رمضان شریف میں عمرہ کرنے کی توفیق دی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اس دفعہ اللہ تعالی کے فضل و کرم سے کافی کچھ حرمین سے لے آؤ گے۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: مسجد نبوی صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم میں ضربیں نہیں

لگانی، بلکہ قدمین شریفین میں یا مواجہ شریف میں سرنگوں ہو کر اپنے تمام لطائف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملائیں،اور یہ سوچیں کہ حضور ﷺ پر عرش معلی سے جو انوارات نازل ہو رہے ہیں وہی انوارات بعینہ میرے اوپر نازل ہورہے ہیں۔

شیخ سے مرید کو دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں

فرمایا: شیخ سے مرید کو دو چیزیں ملتی ہیں:

① .....: جمعیت ② .....: حضوری

جمعیت سے مراد ہے جمیع خطرات سے دور رہنا،اور حضوری سے مراد ہے کہ دل کے اندر ماسوائے اللہ کے کچھ نہ رہے، یہ سالک کی انتہاء ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مبشرات

حضرتؒ کو راقم الحروف نے ایک خواب بیان کیا کہ احقر کی بائیسکل خشک دریا کے اندر کھڑی ہے اور اس کے اوپر دریا کا پانی آ جاتا ہے، وہ سائیکل صاف پانی میں ڈوب جاتی ہے، حضرتؒ نے فرمایا: سائیکل سے مراد سواری یعنی روح ہے، اور پانی اللہ تعالی کی رحمت ہے۔ حضرتؒ کو بتایا کہ حضرت مولانا احمد شعیب صاحب عید گاہ والے نے درس قرآن میں مراقبے کے دوران بہتے پانی کا لمبا نالا دیکھا، حضرتؒ نے فرمایا: یہ مبشرات حضرت مجدد الف ثانی والے ہیں، حضرت مجدد صاحبؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت (صحبت) میں تین ماہ گزارے اور مراقبے میں دریائے بے کنار کو دیکھا، ان کے شیخ نے فرمایا: شیخ احمد! یہ اللہ تعالی کے فیض کا نور ہے۔

اخلاص کی کمی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے والد صاحب کو حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ نے کہا: اللہ داد بھائی !(دادو بھرا) میرے بکس کو اگر کھول کر دیکھیں تو خطوط سے بھرا پڑا ہے، لیکن ان میں سے کوئی خط الا ماشاء اللہ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی نے اللہ تعالی کا نام سیکھنے کا ذکر کیا ہو، سب لوگ دنیاوی دھندوں کے بارے میں دعا کے لئے عرض کرتے ہیں۔ حضرت صاحبؒ نے کہا: میں لوگوں کے خطوط جلا دیتا ہوں، صرف ڈاکٹر عبد السلام، سید عبد الرحیم صاحب اور شیخ الحدیث قاضی عبد الکریم صاحب کے خط نہیں جلاتا ہوں۔

تصانیف:

حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم نے اپنی زندگی میں جو کتب تصنیف کی ان کی تفصیل یہ ہے:

اول: دکان عشق

دوم: الہام الباری فی تقریر صحیح البخاری

سوم: اخلاق سلف: یہ کتاب علامہ شیخ عبد الوہاب بن احمد شعرانی کی تصنیف تھی لیکن اس کی اہمیت اور ضرورت کو دیکھتے ہوئے حضرت نے اس کی اشاعت دوبارہ نئی کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کروا کر کی (از مرتب)۔

حضرت مولانا حافظ خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات

ولادت

آپؒ کی ولادت ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ بمطابق ۱۹۰۳ء بروز جمعۃ المبارک ستائیسویں شب ہوئی۔ آپؒ کے والد تراویح پڑھ کر واپس آئے تو لوگوں نے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش دریائے سندھ کے پار ایک جزیرہ (بیٹ) ڈرہ میں ہوئی۔ آپؒ کے والدین ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک گاؤں ماہڑہ میں رہائش پزیر تھے۔ قحط سالی کی وجہ سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے والدین دریائے سندھ کے اس جزیرے پر عارضی طور پر منتقل ہو گئے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے والد کا نام اللہ داد تھا۔ حضرتؒ مجنون خان کی اولاد میں سے ہیں، جو کہ مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ کے بیٹے اور کمال الدین کے پوتے تھے۔ مجنون خان کا تعلق اٹھارویں پشت میں جا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے والد، خواجہ غلام حسن سواگ شریف (آج کل پنجاب پاکستان قلع کروڑ لعل عیسن کے نام سے معروف ہے۔ از ڈاکٹر عبد السلام) والے کے پہلے مرید تھے، خواجہ صاحبؒ گرہ سواگ میں رہتے تھے، اس وقت ان کی زیادہ شہرت نہیں ہوئی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے چچا موسی خان صاحب ان کے دوسرے مرید تھے۔ ایک سال کے بعد حضرتؒ کے والدین دوبارہ ماہڑہ آئے۔ خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ ماہی جان تھے، جن کی وجہ سے آپ کی قوم مہے مشہور

ہے۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ کے بڑے بھائی گاموں کے بیٹے قاری عبید الرحمن نے موضع لعل ماہڑہ میں زمین خریدی، جس کی وجہ سے خلیفہ صاحب بھی ان کے ساتھ لعل ماہڑہ منتقل ہو گئے۔

بچپن کے کچھ حالات

بچپن ہی سے کھیل کود کی طرف آپ کا میلان نہ تھا، آپ بچوں سے نہیں کھیلا کرتے تھے، کبھی کسی بچے سے لڑائی نہیں کی تھی، کسی کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ کو بہت دکھ ہوتا۔ لڑائی سے حضرت خلیفہ صاحبؒ کا دل بہت کتراتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے تھے: "مجھے یاد نہیں کہ میں کسی بچے کے ساتھ کھیلا ہوں"۔ آپ بہت کم عوامی حجروں (عوامی بیٹھک) میں جایا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: غلام رسول! قرآن کس سے پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: حافظ گاموں سے! کہا ہاں، ہاں اس کی خدمت کرو، اللہ تمہیں نیک بنائے گا، اگر کسی نے قطب کو دیکھنا ہے تو حافظ گاموں کو دیکھ لے۔

قراءت کی تکمیل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فن قراءت طوران موضع مانجھی خیل میں حضرت قاری عبد الہادی شاہ صاحب رحمہ اللہ سے مکمل کی، مانجھی خیل ضلع ٹانک سے ۴۵ میل پر واقع ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ، عبد الہادی شاہ صاحب کے والد چراغ شاہ سے قراءت سیکھنے گئے تھے، لیکن وہ وفات پا گئے، اس لئے ان کے

بیٹے عبدالہادی شاہ صاحب سے ایک سال کے عرصے میں فن قراءت مکمل کی۔

استاذ کی خدمت، استاذ گاموں ؒ کی کرامت

حافظ گاموں، کھرو موضع کے رہنے والے تھے، وہ رعشہ کے مریض تھے، بھائی حضرت خلیفہ صاحبؒ کو استاذ کی خدمت میں لے گئے۔ استاذ صاحبؒ کی چارپائی شرقی غربی ہوتی تھی، جبکہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کی چارپائی شمالا جنوبا ہوتی تھی، حضرت استاذ صاحبؒ کی خدمت کے لئے خلیفہ صاحبؒ ساری ساری رات جاگتے تھے، حافظ گاموںؒ معذور ہو گئے تھے، البتہ آنکھوں کی بینائی صحیح تھی۔

وہ بول نہیں سکتے تھے، لیکن جب دانتوں کو ہلاتے تھے یا آنکھوں کو جھکاتے تھے تو باقاعدہ آواز پیدا ہوتی تھی، جس کی سمجھ صرف حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو آتی تھی اور کوئی نہیں سمجھتا تھا۔ حافظ گاموںؒ کے سرہانے حضرت خلیفہ صاحبؒ گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے، نیند آجاتی تھی، وقتا فوقتا حافظ صاحبؒ کا پہلو بھی بدلتے تھے، ان پر لحاف بھی ڈالتے تھے، جب کبھی لحاف چہرے پر آجاتا بے ہوش ہو جاتے تھے، اس لئے کافی محتاط رہنا پڑتا تھا۔ ان کو تیمم بھی کراتے تھے، اور نماز بھی پڑھاتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ وہیں پر سن بلوغت کو پہنچے۔ استاذ صاحب کی کچھ زمین تھی، جس کو کنویں سے پانی لگایا کرتے تھے، حسب ضرورت حافظ صاحبؒ کی خدمت کرتے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے والد صاحبؒ اپنے اہل وعیال سمیت حضرت خواجہ سواگی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کئی کئی مہینے وہاں خانقاہ کی خدمت کرتے، اس دوران خلیفہ صاحبؒ بھی والدین کے ساتھ ہوتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ہندوستان روانگی

قراءت مکمل کرنے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ ہندوستان تشریف لے گئے، وہاں پر جمعیت علمائے ہند میں شامل ہو گئے۔ عبد الہادی شاہ کے ایک بھائی مولانا سید غلام محمد شاہؒ وہاں تھے وہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ اور مولانا سید غلام محمد شاہ صاحبؒ ہندوستان میں اکٹھے رہتے تھے اور حضرت کے مشورہ سے اکٹھے تبلیغ کرتے تھے۔ مولانا سید عبد الہادی شاہ صاحبؒ پختہ عالم تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے شاہ صاحبؒ سے عرض کیا: میں عالم بننا چاہتا ہوں!(حضرت خلیفہ صاحبؒ) ان دنوں اکثر مراقب رہتے تھے، درود ابراہیمی کثرت سے پڑھتے تھے، اور سات منزل دلائل الخیرات روزانہ پڑھتے تھے، اس کے ساتھ بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے، اس وقت آپؒ (خلیفہ صاحب) ہر نماز غسل کر کے پڑھتے تھے۔ تہجد بھی غسل کر کے پڑھتے تھے، درود شریف ہزاروں کی تعداد میں پڑھنا ان کا معمول تھا۔ آپؒ (خلیفہ صاحب) کے دوست حاجی حق داد صاحب کہتے تھے: تم ساری ساری رات نہ بیٹھا کرو، مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے، بدن کا بھی آپ پر حق ہے۔ آپؒ (خلیفہ صاحب) نے فرمایا: اب عادت ایسی ہو گئی ہے، لیکن لیٹ کر مراقب ہوتا ہوں، اگر وقت مل جائے دن کو تھوڑی دیر سوتا ہوں، ہندوستان میں بھی میری یہی حالت تھی، وہاں پر نقشبندیہ کے مراقبات کیا کرتا تھا۔

تقسیم ہند سے پہلے بزرگوں کی خدمت میں حاضری

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: گرداس پور میں چشتیہ سلسلے

کے ایک بزرگ تھے، محمد دینؒ ان کا نام تھا، ان سے محبت کا تعلق تھا، ان کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوتا تھا، میں حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی جایا کرتا تھا، ان کے ساتھ بھی تعلق تھا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کا ہندوستان میں ایک بدعتی پیر کے پاس جانا اور اس سے بدظن ہو کر واپس ہونا

۵ جنوری ۱۹۹۹ء کو حضرتؒ سے احقر نے عرض کیا: ہندوستان کی کوئی بات سنائیں! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں سٹھیالہ (ضلع امرتسر) میں امام تھا، ایک سفید ریش بزرگ ہمارے پاس آیا، وہ جب کبھی سٹھیالہ آتا تھا میرے حجرے میں رہتا تھا، میں اس کا عقیدت مند ہو گیا۔ وہ بسیاں (ضلع گرداس پور) میں رہتا تھا، وہاں پر اس کی خانقاہ تھی، چشتیہ سلسلے سے اس کا تعلق تھا، علی محمد اس کا نام تھا، میں اس کی خانقاہ میں اس سے ملنے گیا، اس نے اپنے نانا کی قبر کا طواف کیا، مرید اس کے ساتھ تھے، آخر میں سات چکر لگانے کے بعد اس کے پاؤں کی طرف سجدہ کیا اور ہر چکر کے آخر میں پاؤں کے برابر آکر سلام کرتا تھا، میں واپس چلا آیا اور بدظن ہو گیا، میں پھر نہیں گیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی پاکستان آمد اور مدرسے میں داخلہ

جب ہندوستان تقسیم ہوا تو آپؒ (خلیفہ صاحبؒ) اس وقت ہندوستان میں تھے، مہاجرین کے ساتھ پاکستان آئے، لاہور آکر آپ نے غلام محمد شاہؒ سے مشورہ کیا کہ میں کتابیں پڑھنا چاہتا ہوں، پاکستان آکر چنیوٹ میں جامعہ محمدیہ میں داخلہ لے لیا، مولانا محمد ذاکر مدرسہ کے ذمہ دار تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ صرف و نحو اور فارسی وہاں پر شروع کی، شرح مأۃ عامل تک کتابیں

پڑھیں۔ فرماتے ہیں: ''کتبت بالقلم'' پر استاذ نے اس کی تشریح یوں کی کہ علمائے دیوبند قلم سے مدد مانگتے ہیں، جبکہ اولیائے کرام کو نہیں مانتے۔ استاذ بریلوی خیالات کا تھا، اس نے علمائے دیوبند کو برا بھلا کہا، ہمارا جھگڑا ہو گیا، یہ لڑائی مولانا ذاکر تک جا پہنچی، میں نے ان سے کہا: آپ کے مدرسے کے کتب خانے میں اکثر کتابیں علمائے دیوبند کی ہیں، اگر علمائے دیوبند صحیح نہیں تو آپ نے ان کی کتابیں کیوں رکھی ہیں؟ اور کس لئے ان سے استفادہ کرتے ہو؟ اس کے بعد مجھے مدرسے سے نکال دیا گیا۔

پیپلاں میں داخلہ

اس کے بعد آپ (خلیفہ صاحبؒ) نے پیپلاں مدرسے میں داخلہ لے لیا اور مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ، مولانا فیض احمد صاحب رحمہ اللہ سے کنز الدقائق تک مختلف علوم وفنون کی کتب پڑھیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کا صحاح ستہ پڑھنا

اس کے بعد آپ ڈیرہ اسماعیل خان واپس آ گئے، صحاح ستہ تک بقیہ کتابیں مدرسہ نعمانیہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سراج الدین رحمہ اللہ سے پڑھیں، اس وقت حضرتؒ کی عمر تقریبا ساٹھ سال کے قریب تھی۔

(حضرت مولانا علاء الدین صاحب رحمہ اللہ، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، جو ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرسہ نعمانیہ کے بانی اور شیخ الحدیث تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے درس نظامی کی تکمیل انہی سے کی ہے، اور یہ خود حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے

تعلق مع اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے بے حد ادب کرتے تھے، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی وصیت کی بنا پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ بھی انہی استاذ محترم نے پڑھائی۔ از ڈاکٹر صاحب)۔

استاذ کی قدردانی

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے دینی کتابوں کی تعلیم مسلم، ترمذی وغیرہ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحبؒ (شاگرد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) سے پیرانہ سالی میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے خلافت لینے کے بعد مکمل کیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ استاذ محترم کی عزت کرتے تھے اور ان کے سامنے دوزانو بیٹھتے تھے، حالانکہ عمر میں استاذ صاحب سے بڑے تھے۔

طالب علمی کا زمانہ اور ساتوں آسمانوں کی سیر

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: میں نے ساتوں آسمانوں کی سیر طالب علمی کے زمانے میں کی۔ فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد مجھے اپنے دوست کے پاس لے گئے۔ فرمایا: ہم لعل ماہڑہ سے پیدل چلے، پہلی رات ہم نے "درابن خورد" میں کی، دوسری رات ہم نے "تھوئے فاضل" (ڈیرہ اسماعیل خان شہر کے قریب) میں کی، تیسری رات ہم نے "روحلہ" میں کی، ہم "روحلہ" میں حافظ غلام رسول صاحبؒ کی مسجد میں آئے، وہ شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمن صاحب "خانو خیل" والے کے دادا تھے، ان کا بڑا مقبول درس تھا، بڑی بڑی داڑھیوں والے طالب علم ان سے پڑھتے تھے، طلبہ جس مسجد میں پڑھتے تھے وہ مسجد اونچی تھی جسکی تقریباً سات سیڑھیاں اوپر چڑھنا پڑتی تھیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے پاؤں مسلسل سفر کی وجہ سے سوجھ گئے تھے (لعل ماہڑہ سے روحلہ تک ۴۵ کلومیٹر کا فاصلہ ہے)۔ فرمایا: جب میں نے مسجد کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو محسوس کیا کہ میں نے قدم پہلے آسمان پر رکھ لیا ہے، اس طرح ہر سیڑھی پر مجھے آسمان پر قدم محسوس ہوا۔ فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد بڑے سخت آدمی تھے، حافظ غلام رسولؒ نے بھائی سے کہا کہ تم نے چھوٹے بھائی پر ظلم کیا ہے، یہ بچہ ہے، مسلسل سفر کی وجہ سے اس کے پاؤں سوجھ گئے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ گاؤں کا ایک ملک جو شیعہ تھا، اس نے میرا ذمہ اٹھایا، رات اور دوپہر دونوں وقت کی روٹی وہ میرے لئے گھر سے لاتا تھا۔ فرمایا کہ ایک دن اس ملک کی بیوی نے کھیت میں مجھ سے جو کٹوائے، اس کے بعد میں ان کے گھر کھانا لینے نہیں گیا، ملک آیا، اس نے بڑی منت کی، لیکن میں نہ مانا، ایک دن کے بعد اللہ تعالی نے دوسرے ملک کو بھیج دیا جو کہ لعل خیل تھا، اس نے کہا صبح شام میرے گھر سے حافظ صاحب کے لیے کھانا آئے گا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: (حضرت استاذ گاموںؒ کی کرامت یہ تھی کہ ان کی زبان پر فالج کا حملہ ہوا تھا لیکن جب وہ آنکھوں سے اشارہ کرتے اور ہونٹ ہلاتے تو اس سے آواز نکلتی تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے بڑے بھائی استاذ گاموں کی خدمت کے لئے لے گئے تھے، اور وہ عجیب زمانہ تھا، پھر فرمایا: اس علاقے سے کستوری اور جنت کی خوشبو آتی تھی، اور ہم اس کو محسوس بھی کرتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے پہلے شیخ و مرشد حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے مختصر حالات

مختصر حالات:

حضرت خلیفہ صاحبؒ جوانی میں حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کی خدمت میں چند سال حاضری دیتے رہے۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ، خواجہ سراج الدین صاحبؒ موسی زئی شریف والے کے اَجل خلفاء میں سے تھے، حق تعالی نے انہیں تبلیغ واشاعت دین کے لئے قبول کر لیا تھا، کثیر تعداد میں ہندو اور سکھ آپ کی توجہ سے ایمان والے بنے، آپ نے چاہ حسن آباد میں قصبہ کروڑ لعل عیسن سے پانچ میل دور مغرب کی جانب ایک خانقاہ تعمیر کی اور اپنے شیخ کی نسبت سے اس کا نام "خانقاہ سراجیہ" رکھا۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ شروع میں جلال خان کے حجرے میں رہتے تھے، اس میں تقریباً چھ چھوٹے چھوٹے کمرے تھے، ایک حضرت کا تسبیح خانہ تھا، حضرت خواجہؒ کے دو خادم تھے، بڑے کا نام محمد حسین اور چھوٹے کا نام صاحب داد تھا۔ صاحب داد پوٹے (ڈیرہ اسماعیل خان) کا رہنے والا تھا، دونوں قوم کے لحاظ سے چڑووے تھے۔ صاحب داد بغیر شادی کے حضرت خواجہ صاحبؒ کی رحلت کے بعد فوت ہوئے، جلال، صاحب داد اور محمد حسین کی قبریں خواجہ صاحب کی خانقاہ میں روضے سے باہر ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کا ایک ہی بیٹا تھا، ان کا نام فقیر محمد تھا، جو بہت بڑے عالم اور کامل ولی تھے، فقیر محمد خلیفہ گان سے سفارش کرواتے تھے کہ والد صاحب سے درخواست کریں کہ وہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے روضہ کی

زیارت کی اجازت دے دیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ جواب دیتے تھے: مجھے معلوم ہے کہ اگر فقیر محمد روضہ رسول ﷺ پر گیا، تو ان کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اتنا عشق ہے کہ وہاں پر ان کا دل پھٹ جائے گا۔

علم اور علماء سے محبت:

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو کتابوں کا بہت ذوق تھا، جب "الترغیب والترہیب" کے ترجمہ و شرح کو لکھا جارہا تھا "البشیر والنذیر" کے نام سے، تو ہر سال جو جلد طبع ہوتی، ان کی خدمت میں مولانا بلال پیش کرتے۔ حضرت رحمہ اللہ فرماتے: مجھے اس کا انتظار رہتا ہے، اور خوب پڑھتا ہوں، اور میرا طریقہ یہ ہے کہ ہر کتاب کو پڑھنے سے پہلے اس کے مصنف کو ایصال ثواب کرتا ہوں، اس سے مصنف کا فیض ملتا ہے، میں اس کتاب کو پڑھنے سے پہلے مترجم کے لئے دعا کرتا ہوں۔

آخری ملاقات والے سال جب ایک جلد پیش کی گئی، تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مکمل ہو گئی؟ مولانا نے عرض کیا: ایک جلد باقی ہے! فرمایا: معلوم نہیں اس کو دیکھ سکوں یا نہ دیکھ سکوں، کاش پہلے مکمل ہو جاتی تو اسے دیکھ لیتا۔ پھر اپنی موت کے بارے میں فرمایا:

میرا انتقال ہو گا، اور گھر کے سامنے کچھ فاصلے پر واقع قدیمی قبرستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرا جنازہ یہاں سے اٹھے گا اور یہاں سے ان گلیوں سے ہوتا ہوا وہاں (قبرستان) لے جایا جائے گا۔ ایک خاص کیفیت موت کی حضرت رحمہ اللہ پر طاری تھی، ان سب باتوں کو سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ والے صرف صاحبِ قال نہیں ہوتے، صاحبِ حال بھی ہوتے ہیں، جو کہتے ہیں، وہ ان کا حال ہوتا ہے، اندر کی کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ با عمل اہل علم لوگوں سے محبت فرماتے۔ایک مرتبہ ان کی خدمت میں مولانا بلال نے حاضری دی، فرمایا: مدرسہ نعمانیہ (واقع شہر ڈیرہ اسماعیل خان) کب پہنچے ؟ عرض کیا: فجر کی نماز کے وقت! فرمایا: کبھی تہجد کے وقت مدرسے میں جاؤ اور میرے استاذ محترم مولانا علاء الدین رحمہ اللہ کی اللہ تعالی کے سامنے گریہ زاری کو دیکھو، اپنی سفید داڑھی کو پکڑ کر اللہ تعالی کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں: میرے اللہ! بوڑھا ہوں، سفید بالوں کا واسطہ دیتا ہوں، مجھے عذاب نہ کرنا، اتنا روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کا فقر وفاقہ:

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی طرف علمائے کرام کا رجوع بہت تھا، آخری زمانے میں متمولین (مالدار) حضرات کا رجوع ہوا، اور اخیر میں جا کر کسی صاحب خیر نے حضرتؒ کے گھر کے متصل دو کمرے بنوا دیئے جو خانقاہ اور مہمان خانے کے کام آتے تھے، اور پانی پہلے دور سے لایا جاتا تھا، اس کا قریب ہی انتظام کرا دیا گیا۔ لیکن حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ نے اپنی زندگی فقر وفاقہ اور مسکنت کے ساتھ گزاری اور اپنے مجاہدات کا بدلہ آخرت میں پسند فرمایا۔ حضرتؒ کی زندگی کو دیکھ کو وہ حدیث یاد آتی تھی جو حافظ منذری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الترغیب والترہیب" میں ذکر فرمائی ہے:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، خَرَجَ إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ فَإِذَا هُوَ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللهِ يَبْكِي، فَقَالَ: مَا يُبْكِيكَ يَا مُعَاذُ؟ قَالَ: يُبْكِينِي مَا سَمِعْتُ مِنْ صَاحِبِ هَذَا الْقَبْرِ. قَالَ: مَا هُوَ؟ قَالَ: سَمِعْتُهُ

يَقُولُ: " إِنَّ يَسِيرًا مِنَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ، وَإِنَّ مَنْ عَادَى أَوْلِيَاءَ اللهِ فَقَدْ بَارَزَ اللهَ بِالْمُحَارَبَةِ، وَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْأَبْرَارَالْأَخْفِيَاءَ الْأَتْقِيَاءَ الَّذِينَ إِنْ غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا، وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الدُّجَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ"۔ شعب الایمان (۹/ ۱۴۱)۔ (ورواہ ابن ماجہ والحاکم والبیہقی فی کتاب الزہد لہ وغیرہ قال الحاکم صحیح ولاعلۃ لہ)

ترجمہ: زید بن اسلمؒ اپنے والد اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (ایک دن) مسجد میں تشریف لائے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر روتے دیکھا، دریافت فرمایا: تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حدیث رلا رہی ہے، جو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے، اور جو اللہ تعالی کے دوستوں سے دشمنی کرے گا تو اس نے یقینا اللہ تعالی سے اعلان جنگ کیا، بے شک اللہ جل شانہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو نیک اور متقی اور چھپے ہوئے ہوں کہ جب موجود نہ ہوں تو ان کو تلاش نہ کیا جائے، اور اگر موجود ہوں تو پہچانے نہ جائیں، ان کے دل اندھیرے کے چراغ ہیں، یعنی ایسے لوگ ہر قسم کے فتنے سے بچے رہیں گے۔(از البشیر والنذیر ص ۵۷)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ خود بھی فقیر تھے اور فقراء سے محبت رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس دیکھا کہ ایک مفلس دیہاتی آیا، حضرت ہم (حضرت ڈاکٹر صاحب، مولانا محمد بلال صاحب) سے گفتگو کے دوران ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی خیریت دریافت فرمانے لگے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ ہر آنے والے کو اس کا حق دیتے، خواہ وہ کیسے ہی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہو اور بدن مٹی میں گرد آلود ہو۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے اندر غنا کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی

اوائل میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ غربت، افلاس اور بیماری گھر میں اکثر موجود رہتی تھی، ایک دفعہ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب استاذ محترم نے مشورہ دیا کہ خلیفہ صاحب آپ محمد رمضان "ڈہ برے" والے کے پاس چلے جاؤ (وہ شاید ووٹوں کے لئے کھڑا ہو رہا تھا، ایک معمولی خاندان کا آدمی تھا، لیکن چرغوں (شاہین کی طرح ایک قیمتی پرندہ) کے کاروبار میں کافی پیسہ کما لیا تھا) استاذ صاحب کا خیال تھا کہ وہ خود ان کی مالی امداد کر لیں گے، یا وہاں کا کوئی آدمی آپ کی امداد کر دے گا، کیونکہ وہاں حضرتؒ کے کافی مریدین تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے استاذ صاحب سے عرض کیا کہ: میرا رب کہاں چلا گیا ہے جو ساری مخلوقات کو روزی دیتا ہے، کیا آپ مجھے غیر کے پاس بھیجتے ہیں؟ یہ جواب سن کر استاذ صاحبؒ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور پھر دونوں حضرات کافی دیر تک روتے رہے، اس کے بعد اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالی نے سوال کی ذلت سے محفوظ رکھا۔

حضرتؒ اور دوسرے ہم عصر اولیاء اللہ کا تعلق:

ایک شخص کی روایت کے مطابق جو حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کندیاں شریف والوں کے پاس گئے ہوئے تھے، خواجہ صاحبؒ سے رخصتی کے وقت ان سے عرض کیا کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کے پاس جانے کا ارادہ ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: بعض اولیاء اللہ دعا کر کے اپنے کو چھپا دیتے ہیں، خلیفہ صاحبؒ انہی میں سے ہیں۔ اور پھر حضرت خواجہ صاحبؒ نے حضرت خلیفہ صاحبؒ کو سلام کہلوایا۔

اور حضرت خلیفہ صاحبؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کو ولی کامل فرماتے تھے۔ یہ ان حضرات کی آپس میں محبت تھی اور ایک دوسرے کا ادب واحترام تھا، جو بعد والوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ اور کثرت ذکر

حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں جو سالک روزانہ ۱۲۰۰۰ (بارہ ہزار) مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا ہے، وہ صاحبِ کلام (سیف قاطع) بن جاتا ہے اور ہمارے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ تو روزانہ زندگی میں ہر لطیفہ پر سوا لاکھ دفعہ اسم ذات کا ذکر کرتے تھے۔

یہاں پر عموماً ہمارے اس زمانے میں ہمتوں کی پستی اور قویٰ کی کمزوری کی وجہ سے ذکر کی زیادتی مخصوص طریقے سے کرنے کو منع کیا جاتا ہے، لیکن حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کثرت ذکر کے قائل تھے اور فرماتے:

اجازت کے ساتھ ذکر کرو، میں ضامن ہوں!

ایک موقع پر حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ نے بندہ سے فرمایا:

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سالک کی عمر چالیس سال کی ہو، روزانہ چالیس ہزار بار اسم ذات کا ذکر کرے، اور چالیس ہزار نفی اثبات کا ذکر کرے، اس کو چالیس سال کے بعد فناء کامل نصیب نہ ہو، وہ مجھے پکڑے!

حضرت لاہوری رحمہ اللہ روزانہ ساڑے دس لاکھ بار اسم ذات کا ذکر کرتے تھے، حضرت لاہوریؒ فرماتے تھے: معمولی اونگھ پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سالہا سال سویا ہوں۔(حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ) نے فرمایا: حضرت صاحب! کرنے سے ہوتا ہے، باتیں فضول ہوتی ہیں، باتوں سے نہیں ہوتا۔

ایک مجلس میں حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:
(مولانا محمد بلال حفظہ اللہ) اس میں موجود تھے:

ان سب سلاسل سے مقصود تعلق مع اللہ ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ رذائل نکل جائیں، اخلاقِ حمیدہ آجائیں۔ دوسری علامت سالک کی توجہ اللہ کی طرف ہو جائے۔

پھر فرمایا: کثرت ذکر سے عجیب عجیب کیفیات پیدا ہوتی ہیں، کشف بھی کثرت ذکر سے ہی ہوتا ہے، اور سینہ کھل جاتا ہے، اور منور ہو جاتا ہے اور عرش معلیٰ سے جب آمد شروع ہو جاتی ہے، تو سب تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ سالک کو اتنی ترقی ہوتی ہے کہ مت پوچھو!۔

ان سب باتوں سے حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کی اپنی کیفیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اور حضرتؒ پوری پوری رات مراقبہ اور ذکر میں رہتے تھے، لیکن آپ کی طبیعت پر اخفاء کا غلبہ تھا، اسی لئے حضرتؒ کی شخصیت زیادہ معروف نہیں ہوئی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی شادی

کوئٹہ سے واپسی کے ایک سال بعد آپؒ کی شادی ہوئی، شادی کے وقت آپ کی عمر تقریبا۶۰ سال تھی، حضرتؒ نے ۱۹۶۵ء کی جنگ کے ایک یا دوسال کے بعد شادی کی، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے زندگی کا وافر حصہ مجاہدات وریاضت میں گزارا۔(گویا حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے خلافت ملنے کے بعد شادی ہوئی اور تکمیل درس نظامی بھی مدرسہ نعمانیہ سے اسی وقت کی)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی اولاد

آپؒ کے تین بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔بڑے بیٹے کا نام عبید اللہ، منجھلے کا نام صفی اللہ اور چھوٹے کا نام سیف الرحمن ہے۔ تینوں بیٹے شادی شدہ ہیں، بیٹیوں میں سے چار کی شادی ہو چکی ہے، ذکر وشغل کی لائن میں تینوں کی تکمیل ہو چکی ہے، اور سب کے سب حضرتؒ کے مجاز ہیں، دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے چھوٹا بیٹا سیف الرحمن میٹرک پاس ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے احقر (راقم الحروف) کو وصیت کی تھی، جس طرح میری زندگی میں میری اولاد اور گھر والوں کا خیال رکھتے ہو، میرے دنیا سے جانے کے بعد بھی اسی طرح خیال رکھنا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ رکھنا

ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرا بیٹا عبید اللہ (فخرِ عالم) اللہ والا ہے۔ آپؒ نے فرمایا: جب عبید اللہ ماں کے پیٹ میں تھا، تو اس وقت میں نے خواب دیکھا کہ ہمارا بچہ ہوا ہے اور اس کو قبر میں رکھا گیا، پھر نکالا گیا، کئی بار ایسا ہوا، اس وقت میں نقشبندیہ میں حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ سے سبق لے رہا تھا، میں نے ان کو خط لکھا اور خواب بیان کیا۔ حضرت افغانی نے تعبیر دی کہ یہ فناء اور بقاء دونوں کر کے آئے گا۔

آپؒ (حضرت خلیفہ صاحبؒ) کے بیٹے، بیٹیاں، اہلیہ سب خوب ذاکر ہیں اور اعمال کا خوب اہتمام کرتے ہیں، بہت مہمان نواز ہیں، مہمانوں کی آمد اور خدمت پر خوش ہوتے ہیں، جب مہمان نہیں ہوتے تو خفا اور ناراض ہوتے ہیں، جب مہمان آجاتے ہیں تو پھر خوش ہو جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا مستجاب الدعاء ہونا

ایک دفعہ احقر (ڈاکٹر صاحب) حضرت رحمہ اللہ کے پاس گیا اور عرض کیا: میرا ایک کام ہے، میرے لئے دُعا کریں، اور میں نے ازروئے تلطف و خوش طبعی عرض کیا کہ اگر ۲۴ گھنٹے میں میرا کام نہ ہوا تو میں آپ سے خفا ہو جاؤں گا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ ۲۴ گھنٹے سے پہلے وہ کام کر سکتا ہے۔ احقر کہتا ہے: واقعی الحمد للہ! وہ کام ۲۴ گھنٹے سے پہلے پہلے ہو گیا۔

تبلیغ اور اہل تبلیغ سے تعلق:

تبلیغ اور اہل تبلیغ سے بھی حضرت خلیفہ صاحبؒ کو خصوصی تعلق تھا، ایک دفعہ مولانا بلال سلمہ اللہ نے رائے ونڈ کے اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا اور توجہ کی درخواست کی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا:

تین دن اجتماع کے دوران سارے مراقبات وغیرہ چھوڑ کر اجتماع کی کامیابی کے لئے دعا کروں گا، اور ہمہ تن اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہوں گا۔

اس موقع پر بندہ کو حضرت مولانا عمر پالن پوریؒ کی بات یاد آئی وہ فرماتے تھے کہ ان اللہ والوں کے گرم گرم آنسوؤں، دعاؤں اور توجہات سے دعوت کا کام چلتا ہے، ان کی خدمت میں بار بار حاضر ہوا کرو، اور دعا و توجہ کی درخواست کیا کرو۔ پھر مولانا بلال نے رائے ونڈ جا کر حاجی عبدالوہاب رحمہ اللہ کو حضرتؒ سے ملاقات اور حضرت خلیفہ رحمہ اللہ کی یہ بات سنائی، حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا: میں خلیفہ صاحب کو جانتا ہوں، یہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پاس ہوتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا تبلیغی جماعت کی نصرت کے لئے جانا

۱۳ اپریل ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ، مفتی سراج الدین صاحب، محمد رمضان لیکچرار (ملنگ والے) اور احقر عرب کی ایک سال کی پیدل جماعت کی نصرت کے لئے گاڑی پر نیاز آباد تشریف لے گئے، صبح سات بجے کا وقت تھا، جماعت والے خصوصاً عرب حضرات بہت خوش ہوئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ان کا حوصلہ بڑھایا اور فرمایا کہ: آپ اہل عرب استاذ ہیں، قرآن پاک آپ کے ہاں اترا تھا۔ ایک گھنٹہ بیٹھنے کے بعد حضرت صاحبؒ نے لمبی دعا کی اور اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ دوسرے دن عشاء کے بعد احقر نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ کل عربوں کی جماعت والی مسجد میں عجیب انوارات تھے اور بہت زیادہ تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوگ ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں اور حجت قائم کر رہے ہیں، ہمارا کیا ہو گا، ہم سے اللہ پوچھے گا۔ پھر فرمایا: میری خواہش ہے کہ تین دن لگا لوں، لیکن کیا

کروں؟ یعنی ضعیف اور کمزور ہوں، اس پر حضرت مفتی حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ آپ کی توجہ اور دعا کی ضرورت ہے۔

تبلیغی کام کے بارے میں تاثرات

تبلیغی جماعت کے بارے میں فرمایا کہ اب تو یہ جماعت انتہاء کو پہنچ گئی ہے، پہاڑ گونج رہے ہیں، آسمانوں سے لبیک کی آوازیں آ رہی ہیں، اب تو ملائکہ اس جماعت والوں پر فخر کرتے ہیں۔ حضرتؒ نے مولانا بلال صاحب سے فرمایا: روضہ پاک کے سامنے اتنا روئیں کہ حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی جالی ہل جائے اور ایک خاص مقصد کے لئے دعا کے لئے ارشاد فرمایا۔

غالباً ۱۹۹۷ء کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا: لاہور چلنا ہے، احقر نے وجہ پوچھی، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ خواب میں آئے تھے اور فرما رہے تھے کہ خلیفہ صاحب! ہمیں بھول گئے ہیں۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے، احقر اور ڈرائیور اپنی گاڑی میں لاہور گئے۔ ایک ڈاکٹر صاحب کی کلینک میں قیام تھا، جمعہ کی رات عشاء کے وقت شیر اں والا، حضرت مولانا اجمل قادری کی مسجد میں گئے، ذکر کا حلقہ لگ چکا تھا، دوڈھائی سو کا مجمع تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی آمد پر مولانا اجمل قادری بہت خوش ہوئے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو مولانا نے منبر پر بٹھایا، اور پھر مجمع سے خطاب کر کے کہا کہ: آپ نہایت خوش قسمت لوگ ہیں، آج آپ کے اندر حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں، مولانا نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کا تعارف کرایا اور سارا مجمع ایک لائن میں کھڑا ہوا، اور باری باری آکر حضرتؒ سے سب نے مصافحہ کیا۔ رات کا کھانا ہم نے مولانا کے ساتھ کھایا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ اور

مولانا صاحب نے تخلیہ میں کچھ باتیں کیں، رات کو دیر سے کھانے سے فارغ ہوئے، پھر مولانا اجمل قادری کے ایک تعلق والے کے ساتھ ان کے گھر گئے، انہوں نے قہوہ (سبز چائے) پلائی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے گھر کے لوگ بیعت ہوئے پھر احقر، مولانا اجمل قادری کے بیٹے ڈاکٹر اکمل اور حضرتؒ تقریبا رات کے ڈیڑھ بجے میانی قبرستان گئے، وہاں پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ اور ہم نے حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی قبر مبارک پر مراقبہ کیا اور فاتحہ پڑھی۔ رات کے ڈیڑھ بجے میانی قبرستان لاہور میں مراقبے کا عجیب ہی منظر تھا۔

شیخ کے پوتے سے محبت

ملاقات کے وقت جب حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا اجمل قادری سے مصافحہ کیا تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور آنکھیں پر نم تھیں، اور جاتے وقت بھی ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، کیونکہ مولانا، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے شیخ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔

رائے ونڈ مرکز آمد اور حضرت صاحب رحمہ اللہ کا مرکز تبلیغ میں روحانیت محسوس کرنا اور قدسی مخلوقات کو دیکھنا

احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ دوپہر کو آرام کرنے کے بعد آج رائے ونڈ جائیں گے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد طیب لاہور والے احقر کے میزبان ہوں گے، وہ ان دنوں جماعت میں بیرون ملک البانیہ جا رہے تھے، ان سے طے ہو گیا تھا کہ مغرب کے وقت ہم حضرت کو لے کر رائے ونڈ آئیں گے اور آپ کی وساطت سے مرکز میں اکابرین سے حضرت خلیفہ

صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات ہو گی۔ مغرب کی نماز سے دس یا پندرہ منٹ پہلے ہم رائے ونڈ مرکز کی مسجد میں پہنچے، جیسے ہی حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے مسجد میں قدم رکھا، تو احقر سے کہا: ڈاکٹر صاحب! اوپر تو دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ حضرتؒ نے تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ مغرب ہم نے جماعت کے ساتھ مرکز میں پڑھی۔ حاجی عبد الوہاب صاحب رحمہ اللہ رائے ونڈ مرکز میں موجود نہیں تھے، پروفیسر طیب صاحب کی وساطت سے مولانا جمشید صاحبؒ سے ملے۔ مولانا جمشید صاحب نے ایک جماعت کو بلوایا جو کہ حال ہی میں چین میں کام کر کے آئی تھی، اس جماعت نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو چین کی کارگزاری سنائی۔ اس کے بعد مولانا نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کو کھانے کے لئے کہا، لیکن ہمارا کھانا کسی اور کے ہاں طے تھا، اس کے بعد مولانا جمشید صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے دعا کے لئے کہا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے دعا مانگی، اس کے بعد ہم رائے ونڈ مرکز سے رخصت ہوئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے دعا میں ایک فقرہ کہا: اللہ اس کام کو نظر بد سے بچائے (آمین!)۔

تبلیغ والے درو دیوار کو ہمارے اوپر گواہ بنا رہے ہیں، مولانا محمد بلال مدنی سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی طویل گفتگو

ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ قرآن کا درس دیتے تھے، حضرت لاہوریؒ کے لاؤڈ اسپیکر چھوٹے چھوٹے تھے، ان کے رخ سامعین کی طرف ہوتے تھے، بریلوی حضرات کے بڑے بڑے لاؤڈ سپیکر تھے، پھر فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن پڑھتا ہوں، تم نعت سناتے ہو۔ فرمایا: اب میں اپنے آپ کو بری الذمہ کر کے

جارہاہوں، کل یہ سوال نہیں اٹھاسکو گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

مولانابلال مدنی سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ تو اپنا دامن چھڑا رہے ہیں، ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں، سب لوگ آپ کی مخالفت کرتے ہیں، اگر اخلاص ہے تو آپ لوگ (تبلیغ والے) بری الذمہ ہیں، فی الحال ذمہ داری ہمارے سروں پر ڈال رہے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دن علماء کی جماعت آئی، تبلیغ والوں کا ذکر ہوا، تو میں نے کہا: یہ لوگ شیعہ، بریلوی سب لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں، اوریاد رکھو! یہ لوگ درودیوار کو ہمارے اوپر گواہ بنارہے ہیں، آپ تو علماء ہیں، یہ کام تو ایک دکان دار بھی کرسکتا ہے، یہ دیواریں، یہ مسجد، یہ رات دن سب ہی گواہی دیں گے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے تصوف کے نشیب و فراز

تلاش مرشد میں استخارہ اور رہنمائی

ڈیرہ اسماعیل خان واپسی، تدریس اور استخارہ

حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ اپنے گاؤں ماہڑہ تشریف لے آئے، وہاں کی جامع مسجد میں حفظ کے طلبہ کو قرآن پڑھاتے تھے اور وہاں پر ان کے ساتھ رہتے تھے، اسی دوران حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے مرشد کی تلاش میں استخارہ شروع کیا، تقریباً ایک سال تک استخارہ کیا، استخارہ حضرتؒ کا ہر وقت ہوتا تھا، جب بھی حضرتؒ دن کو یا رات کو سوتے تھے تو یہ مختصر دعائے استخارہ پڑھتے تھے: یا علیم علمنی، یا خبیر اخبرنی، یا رشید ارشدنی۔

آپؒ (حضرت خلیفہ صاحب) ماہڑہ سے واپس ڈیرہ تشریف لائے اور مولوی محمد حیات صاحب کے مدرسے میں قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ انہی دنوں آپؒ نے دوبارہ استخارہ شروع کیا کہ کس بزرگ سے روحانی تعلق قائم کیا جائے؟ اور ایک سال تک کرتے رہے، پھر استخارے میں اشارہ ہوا کہ قطب جنوبی کے نزدیک ایک بزرگ صابری صاحب رہتے ہیں، ان کی خدمت میں جا کر روحانی تکمیل ہو گی۔ اس اشارے کے بعد آپ نے دوبارہ وضو کیا، صلوٰۃ حاجت پڑھی اور دعا مانگی کہ اے رب العزت! تیرے لئے تو آسان ہے، تو ایک سیکنڈ میں مجھے قطب جنوبی پہنچا سکتا ہے لیکن میں تو غریب آدمی ہوں، اس لئے تیسری بار استخارہ شروع کیا، جس کے بعد استخارے میں اشارہ ہوا کہ تم لاہور میں حضرت لاہوری کے پاس جاؤ!

ایک رات کو خواب میں آپؒ (حضرت خلیفہ صاحب) نے ایک مکان دیکھا، وہاں پر ایک کمرہ تھا، جس میں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے مجھے بیعت کیا، اس بزرگ کو میں نے ہندوستان جالندھر میں ایک بہت بڑے جلسے میں دیکھا تھا، اس جلسے میں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ وغیرہ موجود تھے، یہ جلسہ انگریزوں کے خلاف تھا، اور وہ بزرگ حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تھے۔

حضرتؒ کی لاہور پیدل روانگی اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری

حضرت خلیفہ غلام رسولؒ نے ماہڑہ سے بذریعہ کشتی دریا عبور کیا اور بستی بختاور سے "نوتک" اور پھر "منکیرہ" کے راستے لاہور کا پیدل سفر اختیار کیا، چونکہ غربت تھی، کرایہ نہیں تھا، اس لئے آپؒ لاہور پیدل روانہ ہوئے، یہ غالباً ۱۹۶۰ء کے اوائل کی بات ہے، تقریباً دس روز میں آپؒ لاہور پہنچے، جوتے پھٹ گئے تھے، پاؤں سوجھ گئے تھے، آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے تھے کہ: دورانِ سفر یہ محسوس ہوتا تھا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ میرے ساتھ ہیں، راستے میں ذکر و فکر میں مشغول ہوتا تھا۔ آپؒ فرماتے ہیں: میں ہوا کی طرح لاہور پہنچ گیا، جب شیرانوالہ پہنچا تو پاؤں سے خون رس رہا تھا، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اس وقت گھر میں تھے، جب مسجد آرہے تھے، راستے میں خون کے قطرے زمین پر پڑے ہوئے دیکھے، تو خون کے قطروں کو دیکھ کر کشف ہو گیا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا نام سیکھنے آیا ہے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی عنایات

جب شیر انوالہ میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی، تو حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا: آ گئے! تو خلیفہ صاحبؒ نے جواب دیا جی حضرت آگیا۔ تو حضرت لاہوریؒ بہت خوش ہوئے۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ فرماتے ہیں: جو کچھ عنایات ہوئیں اس موقع پر ہوئیں۔ وہاں پر ایک حاجی علم الدین صاحب امرتسر والے رہتے تھے، انہوں نے جوتی خرید کر دی۔ حضرت شیخ لاہوری رحمہ اللہ کو استخارہ سنایا اور سفر کی روداد بتائی، اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے عرض کیا: میرے شیخ حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ تقسیم ہند سے پہلے فوت ہو چکے ہیں، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو اپنے حالات سنائے، اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے ساتھ اللہ اللہ شروع کر دیا۔ نوٹ (حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حضرت خلیفہ صاحبؒ تین ماہ رہے)۔

حضرت لاہوریؒ کا معمول اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے ساتھ خصوصی شفقت

حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ہر درس کے آخر میں ہر جمعہ کو اعلان کرتے تھے کہ اپنا خرچہ لاؤ! اپنا کھاؤ اور پیو! بازار سے چیزیں خرید کر مجھے دکھا کر کھاؤ! حضرت لاہوریؒ کو اللہ تعالی نے کشف عطا کیا تھا، پتا چل جاتا تھا کہ یہ چیز حرام کی ہے یا حلال کی؟ حضرت لاہوریؒ کہا کرتے تھے: جو میں کھانے کو کہوں، وہ کھاؤ! نیم کے درخت کے نیچے کھانا پکایا کرو۔ میں نے حضرت لاہوری

رحمہ اللہ سے کہا: میں غریب آدمی ہوں، میں تو ہر تین ماہ کے بعد نہیں آ سکتا۔ حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے خادم صابر کو بلایا اور کہا، یہ مولوی صاحب ہیں، اس کا کھانا، روٹی، چائے آپ کے ذمہ ہے! انہوں نے کہا: ٹھیک ہے!

آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے ہیں:

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے گھر سے میرے لئے کھانا آتا تھا، باقی لوگ زمین پر سوتے تھے اور حضرت نے مجھے سونے کے لئے چارپائی دی تھی۔ میں ۱۴ رمضان المبارک کو حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ۱۴ ذوالحجہ تک رہا، میں مکمل تین مہینے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا، حضرت نے مجھے اسی دوران تین ماہ کے بعد خلافت دی۔ (جس کے بعد میں ڈیرہ اسماعیل خان واپس آ گیا) اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور حاجی علم الدینؒ نے مجھے واپسی کا کرایہ دیا جس کے بعد میں ڈیرہ اسماعیل خان واپس آ گیا۔

حضرت خلفیہ صاحبؒ کی لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان واپسی

لاہور سے واپسی پر آپؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں تجارت گنج کی مسجد میں ڈیرہ ڈالا۔ اس سے پہلے حضرت موسی زئی شریف موضع چودھواں تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت دوست محمد قندھاریؒ، حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ اور حضرت خواجہ سراج الدینؒ کے مزارات پر حاضری دی، حضرت خلیفہ صاحبؒ کا وہاں پر خانقاہ میں ایک چلہ گزارنے کا ارادہ تھا، ظہر کی نماز وہاں

خانقاہ کی مسجد میں پڑھی ختم خواجگان میں شریک ہوئے۔ ختم کے بعد مینار کے سائے میں قرآن پاک کی تلاوت شروع کی۔ وہاں پر صاحبزادہ عبدالعلیم صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کے دادا میاں باران صاحب کلاچوی کے خلیفہ تھے، آپ کو صاحبزادگان نے چائے پلائی، صاحب زادہ شمس الدین ۔۔۔مرحوم۔۔۔ آپؒ کے پاس آئے، اس وقت چھوٹے تھے، خان پور میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ سے پڑھتے تھے، صاحبزادہ شمس الدین نے کہا: میں واپس خان پور جارہا ہوں، میری چھٹی ختم ہوگئی ہے اور کہا: آپ کے لئے گھر سے ناشتہ روٹی آئے گی، حضرت خلیفہ صاحبؒ وہاں پر حجرے میں رہنے لگے، آپؒ (خلیفہ صاحب) خانقاہ موسیٰ زئی شریف میں دس دن تک مراقب رہے، آپؒ (خلیفہ صاحب) فرماتے ہیں: ارادہ چالیس دن کے قیام کا تھا، لیکن حضرات نے دس دن کے بعد واپسی کی اجازت دے دی۔

موضع لعل ماہڑہ میں درس وتدریس

مدرسہ نعمانیہ میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد خلیفہ صاحبؒ نے ماہڑہ میں مدرسہ کھولا اور قرآن پڑھانا شروع کیا، لیکن وہاں طلبہ نہ آسکے۔

تجارت گنج کی مسجد میں قیام

حضرت خلیفہ صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں تجارت گنج کی مسجد میں رہنے لگے، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خلافت کا کسی کو علم نہ تھا، انہی دنوں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب ڈیرہ اسماعیل خان مدرسہ نعمانیہ تشریف لائے، انہوں نے حلقہ ذکر کے بعد راز افشاء کیا کہ مولوی حافظ غلام رسول، حضرت لاہوریؒ کے خلیفہ ہیں، اس کے بعد لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خصوصی عنایت

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ کھانا بازار سے ضرورۃ کھاؤ اور مجھے دکھا کر کھاؤ۔ وہاں لنگر عام کا نظم نہیں تھا، ہر ایک اپنے کھانے کا انتظام خود کرتا تھا، اور لوگ زمین پر سوتے تھے۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے صرف مجھے چارپائی دی تھی، لیکن بعد میں، میں چارپائی ہونے کے باوجود میں زمین پر سوتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: صرف میرے لئے کھانا حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے گھر سے آتا تھا۔ (ڈاکٹر صاحب مدظلہ) نے عرض کیا: حضرت! یہ تو اس کھانے کی برکت ہے کہ اللہ تعالی نے اس مقام تک پہنچا دیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں ہے!

لاہور سے مجھے اللہ ملا ہے

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک عاشق سے کسی نے پوچھا: آپ کو کون سا شہر اچھا لگتا ہے؟ کہا: شہر تو بہت دیکھے ہیں، لیکن وہ اچھا لگتا ہے جس میں ہمارا محبوب رہتا ہے! اس کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے لاہور کے انسان، گلیاں اور کتے بھی اچھے لگتے ہیں، کیونکہ لاہور سے مجھے اللہ ملا ہے!

جس کی تربیت حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے کی ہے، میں اس کو شاگردی میں لینے سے قاصر ہوں

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا:

شمال والے اباخیل (ایک گاؤں کا نام ہے جو ضلع لکی مروت صوبہ سرحد پاکستان میں واقع ہے۔از ڈاکٹر عبدالسلام صاحب) میں حضرت نابینا صاحبؒ (سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ گزرے ہیں۔از ڈاکٹر صاحب) کے ہاں جلسہ تھا۔ہم پیدل گئے تھے، سخت گرمی تھی، میرے ساتھ سید ہادی شاہ تھے، میرا خیال تھا کہ نقشبندیہ سلسلے میں حضرت نابینا صاحبؒ سے بیعت ہو جاؤں، حضرت نابینا صاحبؒ نے مجھے ایک رکوع پڑھنے کے لئے کہا (چونکہ حضرت صاحبؒ حافظ وقاری بھی تھے) میں نے پندرہویں پارے کا ایک رکوع پڑھا۔جلسے میں تقریبا ہر ایک شخص کے پاس بندوق تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ بڑا پیارا قرآن پڑھتے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں سید ہادی شاہ صاحب کے ساتھ حضرت نابیناؒ سے ملا، حضرت نے فرمایا: غلام رسول؟ ہادی شاہ نے کہا: ماہڑہ والے غلام رسول ہیں، حضرت نے کہا میں جانتا ہوں، حضرت خلیفہ ہیں (حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے خلافت ملنے کے بعد حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ اس لقب سے مشہور ہوئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ ہندوستان سے علمی سفر کر کے پاکستان آئے تھے، کئی سال گزر گئے تھے، اس کے بعد حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی شاگردی تصوف وسلوک میں اختیار کی)۔اس کے بعد فرمایا: میں نابینا صاحب کے پاس آیا، ان کی بڑی عجب پہچان تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے دل میں چوری تھی، میں جاننا

چاہتا تھا کہ حضرت نابینا صاحبؒ سارا دن قرآن پڑھتے ہیں، اس بڈھے کا اللہ کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ انہوں نے سید ہادی صاحب سے کہا کہ خلیفہ صاحب کہاں سوئیں گے؟ جواب دیا: آپ کے پہلو میں سوئیں گے۔ حضرت نابیناؒ اور شاہ صاحبؒ ٹھاٹھا (خوب خوب) مسکرانے لگے۔ نابینا صاحبؒ رات کو "قل اللھم ملک الملک" (آل عمران: ۲۶،۲۷) پڑھتے رہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرتؒ جب یہ آیت بار بار پڑھتے تھے، یہ آیت میرے دل میں گولی کی طرح لگتی تھی۔

ہادی شاہ صاحب سے حضرت نابینا صاحبؒ نے پوچھا: خلیفہ صاحب کیوں آئے ہیں؟ جواب دیا: نقشبندیہ میں سبق لینے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ نابینا صاحب نے سر جھکا لیا، متوجہ ہوئے، اور خلیفہ صاحبؒ سے کہا: فلاں فلاں مقام آپ نے طے کیے ہوئے ہیں، اس کی علامات کیا ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا کہ میں نے بتا دیا، پھر نابینا صاحب نے فرمایا: جس کی تربیت حضرت لاہوریؒ نے کی ہے، میں اس کو شاگردی میں لینے سے قاصر ہوں۔ یعنی نابینا صاحبؒ بہت بڑے آدمی تھے، خیال کرتے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا خلیفہ مجھ سے بیعت ہو رہا ہے، لیکن کتنے عظیم آدمی تھے، کتنے اونچے مقام کے آدمی تھے، ان میں کتنی کسر نفسی تھی۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

میرے ایک دوست تھے، عالم دین تھے، وہ پیری مریدی کرتے تھے، اس نے دو آدمیوں کے ذمہ لگایا کہ خلیفہ غلام رسول مجھ سے بیعت ہو جائے، اس کے کچھ مقامات رہتے ہیں۔ میں نے کہا: میرے لئے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کافی ہیں۔ اس نے پندرہ دن مجھے رکھا، جمعہ کا دن تھا، جمعہ پڑھنے کے بعد میں نے

کہا: یہ مجھے گرفت میں لینا چاہتا ہے، اس لئے میں نے ان کو گرفت میں لینے کا فیصلہ کیا۔ میں نے جمعہ سے پہلے انہیں کہا: جمعہ کی نماز کے بعد تنہائی میں آپ سے میں کچھ معروضات عرض کروں گا۔ جمعہ کے بعد ہم دونوں اوپر کمرے میں چلے گئے، اس نے مرید کو کہا چارپائی ڈال دو، وہ مجھ سے علم اور عمر میں بڑے تھے، وہ چارپائی کی پائینتی کی طرف بیٹھ گئے، مجھے سر کی طرف بٹھادیا، ہم مراقب ہوگئے، الحمدللہ! حضرات کی برکت سے میں تو نکل گیا، بات کرنی مناسب نہیں ہے بہرحال جب ہم مراقب ہوگئے، وہ خالی ہو گیا، اور اسے درد ہو گیا، وہ مجھ سے پہلے اٹھ نہیں سکتا تھا، میں قادریہ کے حضرات کی طرف متوجہ ہو گیا، اس نے ہوں، ہاں شروع کی، میں نے سر اٹھایا، وہ کہنے لگا: خلیفہ صاحب! اتنا لمبا مراقبہ ہوتا ہے؟ میں نے کہا کہ اگر آپ سر نہ اٹھاتے تو میں ساری رات بیٹھا رہتا۔ پوچھا: کیا دیکھا؟ میں نے کہا: دو شیر دیکھے، ایک شیر اور ایک ببر شیر! اس نے کہا بس یہ نسبت ہے، ببر شیر نقشبندیہ ہے اور دوسرا شیر قادریہ ہے۔ نقشبندیہ قادریہ پر غالب آگیا۔ خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں نے اس سے پوچھا: آپ نے کیا دیکھا؟ کہا: تین منزلہ مکان دیکھا، کہا نیچے والی منزل کو میں طے نہ کر سکا، نیچے والی منزل ولایت صغریٰ تھی، اوپر والی ولایت کبریٰ تھی۔ اس نے کہا کہ: خلیفہ صاحب! ایک آپ نے طے کرلی، دو اور باقی تھیں۔ دوسرے دن ان کے دارالعلوم گئے، اس نے ذمہ لینے والے آدمی سے پوچھا: بات بن گئی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا: وہ نہیں مانتا! میں نے اپنے دوست سے کہا: آپ نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا، یہ تو مجھے خالی نظر آتے ہیں۔ خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں نے کل مراقبے میں ڈھول دیکھا ہے جو اندر سے خالی ہوتا ہے، اور خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے حضرت سواگی رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی

جوتیاں سیدھی کی ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے کل مراقبے میں کچھ نہیں دیکھا، اور میں نے جانے کے لئے اجازت مانگی، انہوں نے کہا: میں تو آپ کی عزت کرتا ہوں، آج میرے لئے ٹھہر جاؤ، میں نے کہا: آپ کے علم کی ضرور قدر کرتا ہوں، بہرحال حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: نابینا صاحب کا یہ حال تھا کہ وہ صاحب کمال تھے، نابینا صاحب سمجھ گئے، یہ بے چارے نہ سمجھ سکے (یعنی نابینا صاحب دل کی آنکھ رکھتے تھے، اور وہ صاحب اس مقام کے نہ تھے، یہ دونوں میں فرق تھا)۔

بیعت کا سلسلہ اور حلقہ ذکر

آپ (خلیفہ صاحبؒ) شروع میں بیعت کرنے سے گھبراتے تھے آپ نے پہلے پہل ایک حجام کو بیعت کیا وہ بھی سفارشی تھا اس کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے تجارت گنج کی مسجد میں حلقہ ذکر شروع کر دیا، ڈیرہ اسماعیل خان کے لوگ خوب متوجہ ہوئے، مسجد بھر جاتی تھی۔ اس وقت کے بڑے بڑے بیوروکریٹ، ڈی سی، ڈی آئی جی، کمشنر تک حضرتؒ کے حلقے میں شامل ہوتے تھے، لیکن بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر حضرتؒ نے حلقہ لگانا چھوڑ دیا اور اس کے بعد مخلوق خدا کی انفرادی طور پر تربیت کرنے لگے، اور اللہ کے فضل و کرم سے آج تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے، اور ہزاروں کی تعداد میں تشنگان اس جاری چشمے سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں، عام لوگ، پڑھا لکھا طبقہ اور علماء کرام سارے متوجہ ہیں۔

نقشبندیہ نسبت کی کہانی

قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے وصال کے

بعد خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے دل میں نقشبندیہ نسبت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

جس وقت حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے آپ کو اجازت دی، اس وقت حضرت خلیفہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ نقشبندیہ میں میرے چند اسباق باقی ہیں، مجھے اس کی تلقین کریں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم کمزور ہو، دونوں سلسلوں کو نہیں نبھا سکو گے، پھر اگر تمہیں کوئی نقشبندیہ سلسلے کا بزرگ مل جائے تو ان سے استفادہ کر لیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے تیسرے شیخ علامہ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تھے۔ (حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ میں سے گزرے ہیں، اور پاکستان کے وفاق المدارس کے پہلے رئیس اور مدیر اعلیٰ تھے اور بلند پایہ علمی مقام کے حامل تھے۔ از ڈاکٹر صاحب)۔

نقشبندیہ نسبت کے لئے استخارہ اور بشارت

حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے مجاز ہونے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ ڈیرہ اسماعیل خان واپس آئے، حضرتؒ کے کچھ اسباق نقشبندیہ سلسلے کے رہتے تھے، جوانی میں حضرتؒ نے نقشبندیہ کے کچھ اسباق حضرت خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ سے لئے تھے، کچھ اسباق باقی تھے، تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ دُنیا سے رُخصت ہو گئے تھے، نقشبندیہ سلسلے میں تکمیل کے لئے حضرتؒ نے استخارہ شروع کر دیا، یہ استخارہ چھ سے نو مہینے تک جاری رہا، ایک دن خواب میں حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت خواجہ نقشبند

رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی، حضرت خواجہ نقشبندؒ نے حضرت مجدد صاحبؒ سے کہا: خلیفہ صاحب اگر نقشبندیہ سلسلے میں کوشش کریں تو ان کے اسباق ایک مہینے میں مکمل ہو جائیں گے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: مجھے بڑی خوشی ہوئی، میں اس تلاش میں تھا کہ کسی نقشبندیہ سلسلے کے بزرگ سے ملاقات ہو جائے۔ پھر دوبارہ خواب دیکھا، جس میں حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ، اور ان کے ساتھ ایک اور بزرگ کی خواب میں زیارت ہوئی، حضرت مجدد صاحبؒ نے حضرت خواجہ نقشبندؒ سے کہا: اگر خلیفہ صاحب ان بزرگ سے رابطہ کر لیں جو کہ "قیومِ زمانہ" ہیں، تو ان کے اسباق پندرہ دِن کے اندر پورے ہو جائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: مجھے وہ بزرگ خواب میں دکھائے گئے اور ایک خاص چیز جو دِکھائی گئی، وہ قمیص نہیں تھی بلکہ کُرتا اور کُرتے کے نیچے والا حصہ (دامن) واضح طور پر دِکھایا گیا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: میں خواب سے بیدار ہوا تو بڑی خوشی ہوئی، میں اس بزرگ کی تلاش میں نکلا، لوگوں سے، علماء سے ان کا حلیہ بیان کرتا تھا، کہتے ہیں کہ سرگودھا میں ایک عالم دِین مفتی صاحب میرے دوست تھے، وہ پیری مریدی کیا کرتے تھے اور مجھے اکثر کہتے تھے: خلیفہ صاحب مجھ سے بیعت ہو جاؤ! ایک دفعہ وہ مولوی صاحب مجھے اپنے ساتھ ملتان لے گئے، وہاں پر وفاق کے علماء کا مشورہ تھا، جس میں مولانا مفتی محمود صاحبؒ، حضرت درخواستی صاحبؒ وغیرہ بڑے بڑے علماء کرام شریک تھے، حضرتؒ کہتے ہیں: اس مشورہ میں، میں نے ایک عالم دِین کو دیکھا، میں نے سرگودھا کے مولوی صاحب سے ان عالم دِین کا نام پوچھا، انہوں نے مولانا شمس الحق

افغانیؒ بتایا۔ میری خوشی کی انتہانہ رہی، میں نے تخلیہ میں ان سے وقت مانگا، انہوں نے قبول کرلیا، اور عشاء کی نماز کے بعد اپنے کمرے میں بلایا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: جب باقی لوگ سوگئے، میں ان کے کمرے میں گیا، سلام کیا، حضرتؒ اُٹھ بیٹھے، میں نے اپنے سارے حالات حضرت سواگی رحمۃ اللہ سے لے کر حضرت لاہوری رحمہ اللہ تک ان کو سنائے، اور اپنا اِستخارہ اور خواب سنایا۔ حضرت افغانیؒ نے کہا: آپ فلاں فلاں بزرگ سے مل لیں، میں نے کہا: میرا اِستخارہ اور خواب مکمل ہے، غلطی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، میں نے آپ سے تعلق جوڑنا ہے، بات رہ گئی کُرتے کے دامن کی، حضرتؒ نے تعبیر بتائی کہ اس سے مراد نسبت ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کہتے ہیں: میں نے علامہ سے رابطے کے لئے کہا، حضرت افغانیؒ نے کہا: میں کوئٹہ جارہاہوں، وہاں پر وفاق کی اکیڈمی بن گئی ہے اور اکیڈمی کا مجھے ڈائریکٹر بنایا ہے۔ حضرت افغانیؒ نے کہا: میں جب چھٹیوں میں اپنے گھر ترنگزئی (چارسدہ) جاؤں گا تو تم کو خط لکھ دُوں گا، پھر آپ ترنگزئی آجائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ سرگودھا سے واپس ڈیرہ تشریف لائے اور ڈیرہ میں قیام کے دوران ماہڑہ میں پھر خواب دیکھا۔ اِشارہ ہوا کہ آپ کی زندگی کے صرف دو دِن باقی ہیں، آپ حضرت افغانیؒ سے رابطہ کریں۔ حضرتؒ کہتے ہیں: میں صبح صبح ماہڑہ سے ڈیرہ روانہ ہوگیا اور وہاں ایک آدمی سے پچاس روپے قرضہ مانگا، لیکن اس نے کہا: میں آپ کو صرف دس روپے دے سکتا ہوں اور واپسی کا مطالبہ نہیں کروں گا۔ حضرتؒ کہتے ہیں: دس روپے لے کر میں ڈیرہ روانہ ہوگیا، ڈیرہ میں اپنے دوست حاجی حق داد (مرحوم) کلاچی والے کے پاس گیا، وہ اس وقت شہزاد فضل داد کے گھر کے ساتھ رہتا تھا، حضرتؒ نے رات ان کے ساتھ

گزاری، سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں کوئٹہ جانا چاہتا ہوں۔ دوسرے دِن حضرتؒ اور حاجی حقداد عبد الرحیم بھٹنی (جو کہ حضرت لاہوریؒ کے مرید تھے) کی دُکان پر آئے، حضرتؒ نے ان سے دس روپے قرضہ مانگا، لیکن چونکہ ان کو حضرتؒ کی مسکینی کا علم تھا، اس نے قرضہ نہ دیا، حضرتؒ نے دِل میں کہا کہ میں نے۔۔۔ نعوذ باللہ۔۔ کفر کر لیا کہ اپنے اللہ سے منہ موڑ کر مخلوق کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس موقع پر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک اور واقعہ سنایا۔

اللہ ربّ العزّت بغیر منّت کے دیتا ہے

فرمایا: حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا، حضرت خواجہ عثمانؒ، حضرت سراج الدینؒ موسیٰ زئی شریف والے کے شیخ اور حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے خلیفہ تھے۔ اس شخص نے حضرت خواجہ عثمانؒ سے کہا: میں اپنا باغ آپ کو وقف کرنا چاہتا ہوں! حضرت نے کہا: مجھے باغ کی کیا ضرورت ہے؟ اس شخص نے کہا: لنگر کے لئے دینا چاہتا ہوں! حضرت خواجہ عثمانؒ نے اس موقع پر ایک شعر کہا اور عرض کیا کہ اب تو لنگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے چل رہا ہے، جب ضرورت ہو گی پھر دیکھا جائے گا، شعر یہ ہے:

دوست مارا زدہدو منّت نہد
رازق ما رزق بے منّت دہد

ترجمہ: ” یعنی دُنیاوی دوست اِحسان جتا کر روزی دیتا ہے،
جبکہ رازق ربّ العزت بغیر منّت کے روزی دیتا ہے۔“

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے خلافت

بہر حال حضرت خلیفہ صاحبؒ کے دوست حاجی حق داد نے حضرتؒ

کو دس روپے دیئے اور فورٹ سنڈے مین تک ٹکٹ خرید کر دیا۔ رات حضرتؒ نے ٹانک اڈّے پر گزاری، صبح سویرے گاڑی فورٹ سنڈے مین کے لئے روانہ ہوئی، حضرتؒ کے لئے فرنٹ سیٹ بک تھی، حضرتؒ کے ہمراہ خواجہ زاہد (جمعیت علمائے اسلام کے کارکن) کے چچا تھے۔ صبح کی نماز ٹانک میں ادا کی۔ عشاء کے وقت فورٹ سنڈے مین پہنچے، خواجہ زاہد کے چچا کے رشتہ دار کے ہاں قیام کیا، وہاں پر ان لوگوں نے حضرتؒ کو دو نئے کپڑوں کے جوڑے سلوا کر دیئے، اور رقم کی صورت میں حضرتؒ کو بہت ہدیے دیئے۔ دو دن گزارنے کے بعد حضرتؒ کوئٹہ روانہ ہوئے، وہاں پر رات کو حضرت مولانا سعید احمد صاحب مٹورے والے کے ساتھ رہے۔ (شیخ الحدیث مولانا سعید صاحب، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے تھے) حضرت مولانا کے ہمراہ ٹانگے پر اکیڈمی تشریف لے گئے، اکیڈمی کوئٹہ شہر سے چھ میل دُور تھی، حضرت افغانیؒ خلیفہ صاحب کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور خوش بھی ہوئے۔ پوچھا: میں نے آپ کی طرف خط لکھا ہے! آپ یہاں کیسے آ گئے؟ حضرتؒ نے اپنا خواب بیان کیا، حضرت افغانیؒ نے اس وقت ایک سبق دیا اور کہا: کل اسی وقت دوبارہ آ جائیں۔ حضرت افغانیؒ نے خلیفہ صاحبؒ سے حالات پوچھے، حضرتؒ نے حالات بتائے، حضرت افغانیؒ نے دوسرا سبق دیا۔ اور چند دِن کے بعد تیسرا مراقبہ بتا دیا اور کہا: ایک ایک مراقبہ کرتے رہیں۔ حضرتؒ سارے کے سارے مراقبے روزانہ کرتے تھے اور تلاوت کے لئے علیحدہ وقت نکالتے تھے، حضرتؒ نے اوقات کو تقسیم کیا ہوا تھا اور لوگوں کی ملاقات کے لئے صرف ایک گھنٹہ مقرّر کیا، بہر حال جب حضرت افغانیؒ کو پتا چلا کہ حضرت خلیفہ صاحبؒ سارے اسباق کی اکٹھی بیک وقت مشق کرتے ہیں، تو حضرتؒ نے اجازت دے دی اور کہا: خلیفہ

صاحب! میرے دروازے ہر وقت آپ کے لئے کھلے ہیں۔ حاجی حق داد صاحب نے حضرت مولانا قاضی عبد الکریم صاحب فاضل دیوبند کلاچی والے کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کے حالات سنائے تو قاضی عبد الکریم صاحب، خلیفہ صاحبؒ کی ملاقات کے لئے کلاچی سے فورٹ سنڈے مین پہنچ گئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ کوئٹہ سے فورٹ سنڈے مین آئے، دونوں کی ملاقات فورٹ سنڈے میں ہوئی، فورٹ سنڈے میں کئی مرد اور عورتیں حضرت خلیفہ صاحبؒ سے بیعت ہوئیں۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت کے بعد ایک چوتھی منامی خلافت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے (سلسلہ نقشبندیہ) میں خلافت ملنے کے بعد میں اکثر حضرت حاجی اِمدادُ اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ کو ایصال ثواب کیا کرتا تھا، قلبی تعلق بھی تھا، ملاقات کا شوق تھا، خواب میں حضرت اِمدادُ اللہ مہاجر مکی صاحب رحمہ اللہ کی زیارت ہوئی، (خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا) میں نے حضرت (حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ) سے عرض کیا، حضرت حاجی صاحبؒ نے چاروں نسبتوں کا اِلقاء فرمایا، اور چاروں نسبتوں کی اِجازت دے دی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ اس زمانے میں موضع ماہڑہ میں طلبہ کو قرآن پاک پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے استاد شیخ الحدیث مولانا علاء الدینؒ سے پوچھا کہ خواب میں خلافت معتبر ہے یا نہیں؟ حضرت استاد صاحبؒ نے کہا: معتبر ہے، اس لئے میں نے اپنے آپ کو حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف منسوب کیا کہ میں ان کے غلاموں (خدام) میں سے ہوں۔

بزرگانِ دین اور نبی پاک ﷺ سے محبت

حضور ﷺ سے عشق کے بارے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عشاق لوگوں کا کام ہے۔ حضرت عثمان دامانی رحمہ اللہ نے پندرہ دن تک مدینہ منورہ میں پیشاب نہیں کیا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بارہ دن مدینہ میں رہے، پہلے چار یا پانچ دن رہے، اجازت طلب کی، علماء نے مزید ٹھہرنے کی درخواست کی، چند دن رہے، پھر درخواست کی، اور بارہ دن بعد فرمانے لگے: اب تکلیف ہو رہی ہے، میں مجبور ہوں! فرمایا: میں نے بارہ دن سے پیشاب نہیں کیا اور ایک وضو میں رہے پھر حضرت عبدالرحمن جامیؒ کا واقعہ بیان کیا۔

فرمایا: ان لوگوں کو بڑے لوگ کہتے ہیں اور یہ صاحب کمال تھے۔

فرمایا: مدینہ بڑے ادب کا مقام ہے، بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

"مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو" حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا مدینہ منوّرہ سے عشق

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا بلال (مقیم مدینہ منوّرہ) سے فرمایا: میرا اسلام مدینہ منوّرہ کی گلیوں، دیواروں اور پہاڑوں کو کہہ دو، کیونکہ ان پہاڑوں پر میرے آقا ﷺ کی نظر پڑی ہے، وہ ارضِ مقدس، مقدس زمین اور شہر ہے، بڑا پیارا ملک ہے۔ اور فرمایا: اللہ آپ کو ادب کی توفیق دے۔ اور فرمایا: مدینہ کے کتوں کو اپنے سے اعلیٰ سمجھو! کہا: مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اے اللہ مجھے مدینے طیبہ کے کتوں میں شمار کرنا۔ فرمایا: آپ کا مقام مہاجرین کا ہے، آپ نے کراچی سے مدینہ طیبہ ہجرت کی ہے، ہمارے لئے ہمیشہ دُعا کرتے

رہا کرو۔ جب بھی دربارِ نبوّت میں حاضری ہو، میرا صلوٰۃ وسلام عرض کریں، یاروں کو بھی سلام کہہ دیں، بقیع والوں کو، ازواجِ مطہرات کو، شیخ الحدیث، قطب الاقطاب کو بھی میرا اسلام عرض کرو، اُحد کے پہاڑ کو بھی میرا اسلام دو، اصحاب اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی سلام دو، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آپ کی زندگی میں ہو جائے تو ان کو بھی میرا اسلام کہو۔ فرمایا: اس مٹی کو مٹی نہ کہنا۔ فرمایا: حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ مدینہ طیبہ میں پندرہ دن رہے، پندرہ دن چھوٹا بڑا تقاضا نہ کیا۔ اِمام ابو حنیفہؒ بارہ دن رہے، کھاتے پیتے تھے، چار پانچ دن کے بعد علماء سے اِجازت طلب کی، علماء نے دو دِن اور ٹھہرنے کی درخواست کی، کرتے کرتے بارہ دن گزر گئے، کہا: مزید سکت نہیں، مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا قاضی عبد الکریم (فاضل دیوبند) کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان والے جب پہلی دفعہ حج پر گئے، پہلے مدینہ گئے، پھر مکہ گئے، وہاں پر قاضی صاحب سے ہندوستان کے ایک بہت بڑے عالم ملے، انہوں نے قاضی صاحب سے کہا: مدینہ چلتے ہیں! قاضی صاحب نے بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا: یہ اللہ کا گھر ہے! اس عالم نے کہا: یہ اللہ کا گھر ہے، لیکن اللہ یہاں پر نہیں رہتا، مدینہ طیبہ کے گھر میں رسول ﷺ رہتے ہیں۔ قاضی عبد الکریم صاحبؒ نے جب یہ سنا تو ان کی چیخ نکل گئی اور وہ دوبارہ اس ہندوستانی عالم کے ساتھ مدینہ گئے۔ فرمایا: مصر کا ایک نوجوان مواجہ شریف کے قریب آیا اور کہا: یہاں رسول اللہ ﷺ رہتے ہیں! چیخ نکل گئی اور بے ہوش ہو گئے اور رُوح نکل گئی۔ فرمایا: روضہ اقدس کو دیکھ کر کئی عشاق لوگ مر گئے اور جان پر کھیل گئے۔ خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کا ایک بیٹا فقیر محمد تھا، بہت بڑا عالمِ دِین، فقیر منش اور بہت بڑا زاہد تھا۔ حضور ﷺ سے عشق تھا، مریدین

حضرت سواگی رحمہ اللہ سے سفارش کرتے کہ فقیر محمد کو حج یا عمرے کے لئے بھیج دیں، آپ نے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ یہ گیا نہیں کہ اس کی رُوح نکل جائے گی، یہ برداشت نہیں کرسکے گا۔ فقیر محمد نے کہا: حج میرے اُوپر فرض نہیں، میں تو مدینہ طیبہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں، فرمایا: فقیر محمد! روضۂ مبارک کو دیکھتے ہی فوت ہو جائے گا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: افسوس ہم وہاں پر فوت نہ ہوئے، وہاں پر خوش قسمت لوگ ہی فوت ہوتے ہیں، اور وہاں پر ان کے جنازے پڑھے جاتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نے شاہ جہان کو کہا تھا: اگر اللہ پاک نے مجھے بخش دیا تو آپ کے بغیر جنت میں نہیں جاؤں گا۔ خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے بخش دیا تو اپنے متعلقین سب کو ساتھ اِکٹھا لے کر جاؤں گا۔ حضرت مولانا بلال صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ دُنیا اور آخرت میں مجھے اپنے متعلقین میں شمار کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ الہ وسلم کے متعلق ایک شعر اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

مولانا بلال صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو عربی میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور موت کے بارے میں شعر سنائے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ شعر سن کر آبدیدہ ہوگئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بخاری شریف میں بھی حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق شعر آتا ہے۔

پھر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک شعر پڑھا:

یاد گار ماغریباں کوئے تو

انبساط عید دیدن روئے تو

ہم غرباء ہر وقت آپ ﷺ کو یاد کرتے ہیں، ہماری خوشی آپ ﷺ کا چہرہ دیکھنے سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ دیکھنا ہی ہماری عید ہے، ہماری اور توفیق تو نہیں، ہم غریب ہیں، لیکن یار کے کوچے کو یاد کرتے ہیں کہ محبوب صلی اللہ علیہ الہ وسلم کے کوچے کب جائیں گے؟ ہم عید کی خوشی یہ مناتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ ہمارے سامنے ہو۔

خواب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہلی زیارت کرنا

حضرت خلیفہ صاحبؒ فرماتے ہیں: مجھے نبی کریم ﷺ کی پہلی زیارت ہندوستان میں ہوئی، میں سو رہا تھا، غلام محمد شاہ صاحب نے مجھے دائیں پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگایا کہ اُٹھو حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، ہم دونوں اکٹھے گئے، ایک بڑا تالاب تھا، اس کے شمال غربی کونے میں ایک کمرہ تھا، اس کمرے کے آگے حضور ﷺ آرام فرما رہے تھے، حضور ﷺ چارپائی پر پاؤں نیچے لٹکائے بیٹھے تھے، حضور ﷺ کا چہرہ مبارک جنوب کی طرف تھا، جس وقت ہم تالاب کے جنوبی گوشے پر چڑھے، میں نے غلام محمد شاہ صاحب سے کہا کہ: وہ سامنے حضور پُر نور ﷺ بیٹھے ہیں، شاہ صاحب نے مجھے کہنی ماری کہ خاموش ہو جاؤ، ادب کا مقام ہے، ہم حضور ﷺ کے اتنے قریب تھے کہ میرے دِل میں آیا کہ میں حضور ﷺ کی داڑھی کے سفید بال گن لوں، بد قسمتی سے ہم حضور ﷺ سے ہم کلام نہ ہو سکے، کیونکہ میں اسی وقت

نیند سے بیدار ہو گیا تھا۔

دُوسری زیارت

دُوسری مرتبہ نبی پاک ﷺ کی زیارت تجارت گنج منڈی میں ہوئی، اس موقع پر مفتی محمود صاحبؒ الیکشن ہار گئے تھے، آپ فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے فرمایا: علماء کرام کو میرا اسلام دو! فرمایا: اگر تم ہار جاؤ تو ہمت نہیں ہارنی، باہمت ہو کر لگے رہو۔ میں بڑا حیران تھا کہ علماء کرام کو کس کے ذریعے پیغام دُوں؟ میرے پاس صاحبزادہ عبد الحلیم چودھوان والے تشریف لائے، وہ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے مرید تھے، وہ ملتان جا رہے تھے، وہاں پر وفاق کی میٹنگ تھی، میں نے حضرت درخواستی رحمہ اللہ کو خط لکھا، حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے پاس کراچی، پشاور، لاہور، کوئٹہ سے جید علماء آئے ہوئے تھے، سارے علماء جمع تھے، حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے خط پڑھا اور مفتی محمود صاحب کو کہا کہ یہ خط علمائے کرام کو سنا دیں۔ مفتی محمود صاحبؒ نے خط پڑھا، حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے کہا: دوبارہ پڑھیں! مفتی صاحب نے دُوسری بار پڑھا، جب ختم ہو گیا تو حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے کہا: تیسری بار پڑھو! علماء دنگ رہ گئے، علماء نے مشورہ کیا اور کہا کہ اس دفعہ علماء الیکشن ہار جائیں گے، حضور ﷺ کا فرمان ہے، ہمت نہیں ہارنی ہے، پھر مفتی محمود صاحبؒ ایک دن صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عمرے (حرمین شریفین) کے دو سفر

اللہ ربّ العزّت کے کرم اور توفیق سے احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) نے حضرت کے ساتھ حرمین شریفین کے دو سفر کئے۔ ایک سفر ۱۹۹۳ء میں ہوا، اور دُوسرا ۱۹۹۵ء میں ہوا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ اکثر فرماتے: ڈاکٹر صاحب کی بدولت میں نے وہ پیارے پہاڑ دیکھے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جوانی میں میری تمنا تھی کہ حرمین شریفین کی زیارت کرلوں، اللہ تعالی نے بڑھاپے میں دو دفعہ زیارت کرادی۔ فرمایا: اب بھی دِل کرتا ہے کہ اللہ تعالی پھر ایک مرتبہ زیارت کرادے۔ فرمایا: ڈاکٹر عبدالسلام نے پہلے عمرے میں مجھے ریڑھی پر پھرایا مکہ اور مدینہ دونوں میں، دُوسری دفعہ میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا: ریڑھی نہیں لینی ہے، دُوسری دفعہ جب جدہ ایئرپورٹ کے لاؤنج میں پہنچے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں گر گیا، ڈاکٹر صاحب نے مجھے اُٹھایا، میں نے دِل میں کہا کہ ہمارے ہاں تو یہ رواج نہیں ہے کہ مسافر کو دھکے دیئے جائیں، اس کو اِدھر اُدھر نہیں کرتے۔ دُوسری دفعہ جب سعی سے فارغ ہوئے اور سعی والے بر آمدے سے حرم کی طرف بڑھے تو راستے میں پھر میں گر گیا۔ فرمایا: ڈاکٹر صاحب نے مجھے دوبارہ اُٹھایا، میں نے دِل میں کہا کہ ہمارے ہاں اگر کتے کو روٹی نہیں دیتے تو اس کو اِدھر ادھر نہیں کرتے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے دِل میں کہا کہ اگر میں تیسری مرتبہ گر گیا، اور مجھے رونا بھی آیا اور دِل میں کہا کہ اگر میں پھر گر گیا تو ڈاکٹر صاحب سے کہوں گا: مجھے طواف مکمل کرا کے (کیونکہ اِحرام میں تھا) اور

مجھے گھسیٹ کر پہاڑوں میں پھینک دیں، کیونکہ میری منظوری شاید اللہ کے ہاں نہیں، دُعا منظور ہوئی اوراسی دن میں نے آٹھ طواف بغیر ریڑھی کے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کیئے۔ راقم الحروف حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے رات کو اپنی پنڈلیوں میں درد کے متعلق بتارہا تھا، فرمایا: اللہ نے اپنی طاقت دِکھلائی کہ تم جیسے کمزور کو میں خود طواف کراؤں گا اور پھر روزانہ کئی طواف کرتے تھے۔ پھر مدینہ میں بھی ریڑھی (وہیل چیئر) نہیں لی، وہاں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خزرج والوں کے حوالے کر دیا۔

مدینہ طیبہ کی حاضری کے تأثرات

عمرے سے واپسی کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے میں نے عرض کیا کہ مدینہ طیبہ حاضری کے تأثرات بیان کریں۔ فرمایا کہ :استاذ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب نے بھی یہی سوال کیا، فرمایا:مکہ و مدینہ شریف کے حالات سنائیں !فرمایا کہ :یہ کتاب میں لکھنے کی باتیں نہیں ہیں، بہر صورت مدینہ منورہ کے یہ حالات دیکھے تھے کہ میرے سینے میں اس قدر وسعت تھی کہ اگر آسمان وزمین میرے سینے پر رکھ دیئے جاتے تو وہ بھی اس میں سما جاتے۔ اور خاص کر حضور ﷺ کی اس قدر توجہ تھی کہ میں یقین کے ساتھ یہ تصور کرتا تھا کہ میرا وجود ایسے ہوتا تھا جیسا کہ یہ حضور ﷺ کا وجود ہے۔ فرمایا: مدینہ منورہ میں مجبوری کی وجہ سے باتیں کرتا تھا، وگرنہ دل نہ چاہتا تھا، اگر نہ بولتا تو لوگ کہتے بڑا متکبر اور مغرور ہے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب دامت برکاتہم اور خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کا اکٹھے سفر عمرہ و حرمین شریفین

۱۹۹۵ء کے سفر کے دوران حضرت خلیفہ صاحبؒ نے بعض عجیب باتیں کیں، ایک دفعہ ہم مسجد نبوی۔۔۔ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔۔۔ سے باہر نکلے، ان دنوں مسجد نبوی کی تعمیر میں توسیع ہو رہی تھی، مسجد کے سامنے ایک کھوکے پر چائے پی رہے تھے، اچانک احد پہاڑ کی طرف سے ہوا چلی، حضرتؒ فرمانے لگے: کتنی پیاری ہوا ہے، احد کی طرف سے آ رہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی لاج

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ کے پاس جو بھی سید آتا تھا، اس کو ایک روپیہ دیتے تھے، ایک دفعہ ایک مسلی (خاکروب) آیا، حضرت رحمۃ اللہ نے اس کو دو روپے دیئے، اور جب وہ رخصت ہو رہا تھا، حضرت اس کے ادب کے لئے کھڑے ہو گئے، مسلی نے حضرت رحمۃ اللہ سے کہا: میں سید ہوں! لوگوں نے کہا: حضرت! یہ تو مسلی ہے۔ حضرت بہاء الدینؒ نے کہا: میں اس کے شجرہ نسب کو جانتا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ یہ مسلی ہے، لیکن جب میں نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضہ پاک سے نکل کر دیکھ رہے تھے کہ زکریا! میرے نام کی کتنی لاج رکھتا ہے، اس لئے میں نے دو روپے دیئے اور ادب کے لئے کھڑا ہو گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول مبارک کی برکت

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کا ایک مرید جس کی بہو عرصے سے باپ

کے گھر میں ناراض بیٹھی تھی، منانے کی غرض سے خلیفہ صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک صورت ہو سکتی ہے، لیکن وہ حرام ہے، اس کو بیوی کا پیشاب لانا پڑے گا اور وہ اس کو پلانا پڑے گا، جو کہ کفر اور حرام ہے۔ پھر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: صرف نبی پاک ﷺ کا پیشاب پاک تھا۔ ایک دفعہ نبی پاک ﷺ بیمار تھے، پیشاب برتن میں کیا، مہاجرہ یا انصاریہ عورت آئی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ پیشاب کسی جگہ گرادو! وہ عورت پیشاب لے گئی، ادھر ادھر گھماتی رہی، خیال آیا کہ اگر میں کسی ایسی جگہ پیشاب گرادوں کہ کوئی جانور یا انسان نبی کریم ﷺ کے پیشاب کے اوپر پیشاب کر دے تو یہ ادب کے خلاف ہو گا، یہ سوچ کر اس عورت نے پیشاب پی لیا اور واپس آگئی، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: کہاں پیشاب انڈیل دیا؟ عورت نے ساری کہانی سنائی اور کہا: حضور! میں نے وہ پیشاب پی لیا ہے۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ستر پشتوں تک تمہاری اولاد سے خوشبو آئے گی اور اللہ رب العزت ان کو علم کے نور سے نوازے گا۔

(یہ واقعہ علامہ ہیثمیؒ نے اپنی کتاب مجمع الزوائد میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کی ہے نیز علامہ سیوطیؒ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، از مرتب)۔

ایک دفعہ فرمایا حجاز مقدس کی ہر چیز کو احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حجاز مقدس کی ہر چیز کو رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے احترام کی نظر سے دیکھنا چاہئے، سعودیوں کے عیب نکالنا بد بختی ہے۔ فرمایا: وہاں کے کتے بھی مقدس ہیں، یوں سمجھئے کہ جو

لوگ سعودیوں کا گلہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں مکین (رسول اللہ ﷺ) کا شکوہ کررہے ہیں۔ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ طیبہ جبکہ مسجد نبوی۔۔۔ صلی اللہ علیٰ صاحبہا وسلم۔۔۔کی توسیع ہو رہی تھی، ایک کینٹین کے قریب کھڑے چائے پی رہے تھے کہ احد کے پہاڑ کی طرف سے ہوا آئی، تو خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: شاہ جی (عبدالرحیم شاہ صاحب، ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی فارم ڈیرہ اسماعیل خان، خلیفہ مجاز مولانا اشرف پشاوریؒ مرحوم) میں کیا عرض کروں، (اس ہوا کو دیکھئے جو یہاں چلتی ہے) اتنی پیاری ہوا کہ اس کا کوئی اندازہ نہیں، ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اس میں مٹی ہے، لیکن اس میں مٹی نہیں تھی، میں نے عرض کیا کہ اب کپڑے نہیں جھاڑنے ہیں اور پاؤں بھی زمین پر نہیں مارنے ہیں، کہ یہ مدینہ شریف کی زمین ہے، کپڑے نہ جھاڑو کہ یہ مدینہ شریف کی ہوا اور مٹی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جتنے انبیاء کرام علیہم السلام آئے، سب کے احکامات منسوخ ہوئے، لیکن نبی کریم ﷺ کی نبوت قیامت تک قائم ہے، علماء حضرات کہتے ہیں کہ جو زندگی حضور ﷺ کی دنیا میں تھی اسی جیسی قبر میں بھی ہے، جب ہم فوت ہو جاتے ہیں، بیویاں دوسری شادی کر لیتی ہیں، لیکن چونکہ حضور ﷺ زندہ ہیں، اس لئے ان کی گھر والیاں نکاح نہیں کر سکتیں، حضور ﷺ کے پاس ازواج موجود ہیں یعنی وہ نبی ﷺ کے نکاح میں ہیں جدا نہیں ہوئیں۔

نبی کریم ﷺ کی سنتوں کی اہمیت

احقر (حضرت ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہ) نے حضرت خلیفہ غلام رسول

صاحب رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ مراقبے کے دوران کا حال بیان کیا کہ مراقبے میں دیکھا کہ دائیں ہاتھ میں احقر نے کوئٹہ کے پانچ مسواک مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں، اور حضرتؒ سے تعبیر پوچھی، تو فرمایا: یہ اشارہ سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کی طرف ہے، اللہ تعالی یہ نصیب کرے گا۔ پھر فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مجھ سے بعض مقامات سنت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے رہ گئے۔

ایک دفعہ حافظ فیض اللہ سیال احقر کے ہمراہ تھے، میں ان کو حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا، احقر نے حافظ صاحب کا تعارف کرایا، اور کہا کہ حضرت! کچھ نصیحت کریں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: کامیابی نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع میں ہے، بار بار یہی فرمایا کہ لباس میں، کھانے میں، سونے میں، بیت الخلا جانے میں بھی نبی پاک ﷺ کے طریقوں کو اپنانا چاہئے، پھر فرمایا: اللہ رب العزت کا فرمان ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا، میں اس سے محبت کروں گا۔ پھر فرمایا: حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: جو مقامات مجھے ملے ہیں، سنت کی اتباع سے ملے ہیں، اور جو مقامات مجھ سے رہ گئے ہیں، وہ سنت پر عمل نہ کرنے یا سنتوں کے چھوڑنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں۔ پھر ایک اور واقعہ بیان کیا: کہا ایک شخص نے تصوف پر کتاب لکھی، وہ کتاب ایران میں ایک ایرانی نے پڑھی، تو وہ شخص مصنف کی زیارت کے لئے ہندوستان آیا، تو دیکھا وہ حجام کی دکان پر داڑھی منڈوا رہا تھا، اس شخص نے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ اس کتاب کے مصنف نے جواب دیا کہ: میری اپنی داڑھی ہے، اس سے آپ کو کیا مطلب؟ اس آنے والے شخص نے کہا کہ: تم داڑھی نہیں رسول اللہ ﷺ کے

جگر کو کاٹ رہے ہو! یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو کر کرسی پر گر گیا، جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: مجھے آج اس بات کی سمجھ آگئی ہے، اور اس نے داڑھی رکھ لی۔

حضور ﷺ کی پہلی زیارت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مجھے حضور ﷺ کی پہلی زیارت ضلع سٹھیالہ میں ہوئی، (یہ واقعہ مختصراً آچکا ہے، لیکن یہاں پر تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے)۔

میں ضلع سٹھیالہ میں ایک تالاب کے کنارے سویا ہوا تھا، مولانا قاری حافظ سید غلام محمد شاہ صاحب طوران (ٹانک) والے میرے ساتھ نزدیکی فاصلے پر رہتے تھے، وہ وہاں پر مدرس اور خطیب تھے، ہم دونوں جمعیت علمائے ہند کے لئے کام کرتے تھے، وہ ضلع ہمارے سپرد تھا، شاہ صاحب دوران خواب میرے پاس آئے اور مجھے پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگایا، کہا: حافظ جی اٹھو! نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ہم دونوں شمال کی طرف گئے، وہاں بھی ایک بہت بڑا تالاب تھا، تالاب کے شمال غربی جانب ایک خوبصورت کمرہ تھا، اور اس کے دروازے کے سامنے چارپائی شرقاً غرباً بچھی ہوئی تھی، اس پر حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے، ہم جب تالاب کے کونے پر چڑھے، میں نے تعجب سے کہا: حضور ﷺ کی ذات گرامی۔۔۔! شاہ صاحب نے مجھے کہنی ماری کہ چپ ہو جاؤ، یہ ادب کا مقام ہے! ہم حضور ﷺ کے اتنے قریب ہو گئے کہ میں حضور ﷺ کی داڑھی مبارک کے سفید بال گن سکتا تھا، اور جیسے ترمذی شریف میں آپ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا گیا ہے، آپ ﷺ اسی صورت میں دکھائی دیئے گئے تھے، وہ حلیہ مبارک آج تک میری آنکھوں کے سامنے

ہے۔ پھر فرمایا: میری آنکھ کھل گئی، نہ مصافحہ ہو سکا، نہ معانقہ، اور نہ ہی بات چیت ہو سکی، شومئ قسمت، صرف درشن ہوئے۔

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میں ڈاکٹر عبد السلام (راقم الحروف)، ان کے بچوں اور خاندان والوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان کی بدولت میں نے وہ مکہ و مدینہ کے پیارے پہاڑ دیکھے، یہاں بھی دعا کرتا ہوں، اور گھر سے جب قبرستان پر گزرتا ہوں (یہ قبرستان یونیورسٹی روڈ پر زراعت کالج کے ساتھ ہے) تو ان کے والدین اور گھر والوں کے لئے بھی دعا کرتا ہوں، اور جب نہیں کرتا تو خواب میں آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلیفہ صاحب! ہمیں دعا میں بھول گئے۔

مریدین کے ساتھ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا حسن سلوک

ان چند سالوں میں احقر نے محسوس کیا کہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ ہر مرید کے ساتھ اپنے معیار کے مطابق برتاؤ کرتے تھے، خاص کر مسکین، بے سہارا اور غریب مریدین کے ساتھ ان کا سلوک دیدنی ہوتا تھا، اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے، تربیت کے علاوہ ان کے ذاتی کام کاج کو بڑی ہمدردی سے لیتے تھے۔ اور اکثر مریدین کو سفارشی رقعہ دے کے احقر کے پاس بھیجتے تھے، ایک دن احقر نے ان سے سوال کیا، کہ حضرت صاحب! آپ نے کیا مریدین کے دنیاوی اور پرائیویٹ کاموں کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے؟ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ حضرت صاحب رحمہ اللہ مریدین کا ایسا خیال رکھتے تھے جیسا کہ خاندان کے افراد کا خیال رکھا جاتا ہے۔

حسنِ سلوک اور مریدین کی ضرورتوں اور پریشانیوں کے لئے فکر مند ہونا

ایک دفعہ احقر گرمیوں میں جیپ لے کر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صاحب رحمہ اللہ کے گاؤں میں عام گاڑیاں نہیں جاسکتی تھیں، صرف جیپ سے سفر مکمل ہوتا تھا، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ گرہ مدہ جائیں گے۔ مدہ گاؤں میں حضرت کے کافی مریدین ہیں، انتہائی سادہ لوگ ہیں، خوب ذاکر لوگ ہیں، احقر نے عرض کیا: حضرت سخت گرمی ہے، سفر انتہائی مشکل اور دور کا ہے، اور علاقہ غیر ہے۔ لیکن حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اصرار کیا اور کہا کہ گرہ مدہ (گاؤں) میں میرے ایک مرید کے بھائی کو کسی نے گولی ماردی ہے اور وہ فوت ہو گیا ہے، اس کی دعا کے لئے جائیں گے، ہم ظہر کے وقت سخت گرمی میں روانہ ہوئے، اور مغرب کے بعد اندھیرے میں وہاں پہنچے، وہاں پر رات گزاری اور صبح ناشتہ کے بعد دوسرے گاؤں "لونی" کے لئے روانہ ہو گئے، وہاں پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ اپنے استاذ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں احقر سے فرمایا کرتے تھے کہ ان کا سر تو چھوٹا ہے، لیکن دماغ اس کے اندر بہت بڑا ہے، اور فرماتے تھے: میں نے ان جیسا رونے والا عالم دین نہیں دیکھا۔ ٹھیک رات کے ڈھائی بجے وہ تہجد میں رب العزت کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور دعا کے وقت داڑھی کے بالوں کو پکڑ کر روتے اور کہتے کہ اے اللہ! ان سفید بالوں کی لاج رکھ لے۔

فرمایا: ایک دفعہ ضیاء الحق کے دور میں غالباً عثمان علی شاہ صوبہ سرحد کے گورنر تھے، وہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین میں سے تھے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ، شیخ

الحدیث صاحبؒ کو اپنے ساتھ پشاور لے گئے اور ان کے ایک بیٹے کی گومل یونیورسٹی میں بطور لیکچرار تعیناتی کی حضرت سے سفارش کروائی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے گورنر صاحب کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا:

گورنر صاحب، استاذ محترم کے بیٹے کی درخواست پر دستخط کرو۔ اور اس طرح ان کی پوسٹنگ ہوئی، حالانکہ اس وقت حضرت کے تینوں بیٹے بے روزگار تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کے لئے گورنر صاحب کو نہ کہا۔ یہی معاملہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا مریدین کے ساتھ تھا، ان کے کام لوگوں سے کرواتے تھے، لیکن اپنے بیٹوں کی کبھی پروانہ کی۔

حضرت کے ملفوظات

کشف اور اسرار سوائے شیخ کے اور کسی کو نہیں بتانے چاہئیں۔

مؤرخہ ۱۳مارچ ۱۹۹۵ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: آج صبح چار بجے عجیب سائرن سنا۔ فرمایا: میرا بڑا بھائی حافظ گاموں جو کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کا مرید تھا، آسمانوں کی اذان سنا کرتا تھا، پھر ایک دن والد صاحب کو بتایا، اس کے بعد اذان سنائی دینی بند ہوگئی۔ فرمایا: اسی لئے ایسے اسرار سوائے شیخ کے کسی کو نہیں بتانے چاہئیں۔ اور مزید فرمایا: ان (بھائی صاحب) کو خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی تھی۔

(ف) اللہ تعالیٰ امور غیب میں سے جس کو جتنا سنانا اور دکھانا چاہتا ہے، انسان اتنا ہی دیکھتا اور سنتا ہے، اور یہ ایک غیر اختیاری چیز ہے (از محمد بلال)۔

شیخ کی بات پر یقین

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: جب ان کے بھائی حافظ گاموں بیمار تھے، تو ان کے بیٹے حافظ حفظ الرحمن کو فکر تھی کہ والد صاحب اسی بیماری میں کہیں مر نہ جائیں، لیکن حافظ گاموں کہتے تھے کہ: میں اس وقت تک فوت نہیں ہوں گا جب تک حضرت خواجہ حسنؒ میرے پاس تشریف نہیں لائیں گے، کیونکہ انہوں نے اِن کو ایک دفعہ یہی کہا تھا، چنانچہ ایک دن ان کے بیٹے نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ حسن صاحبؒ دو بزرگوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں، ان کے والد نے شیخؒ کا استقبال کیا، حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے ان دو بزرگوں (جو کہ فرشتے تھے) کو کہا: یہ میرا خاص آدمی ہے، ان کا خاص خیال رکھیں، اس کے بعد حافظ گاموںؒ کا انتقال ہو

گیا۔

کرو اور بھول جاؤ!

۱۲ رمضان المبارک ۲ فروری ۱۹۹۶ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا:
حضرت علامہ سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے تصوف کا لبِّ لباب پوچھا، حضرتؒ نے جواب دیا: کرو، اور بھول جاؤ!

علم سے تکبر پیدا ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کو حضرت تھانویؒ کی خدمت میں بیعت کے لئے لے گئے، حضرت تھانویؒ نے کہا: آپ ان کو خود بیعت کرلیں! حضرت مدنیؒ نے کہا: میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے کہا: مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ کے پاس چلے جاؤ، وہ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ ہیں، ان کی سفارش چلے گی، وہ حضرت تھانویؒ کے بھید جانتے ہیں۔ جب مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے سفارش کی تو حضرت تھانویؒ مان گئے، لیکن ساتھ یہ کہا کہ بیعت کے لئے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط......: پہلی شرط یہ ہے کہ آپ نے قرآن کے معنی اور تفسیر میں ایک جگہ غلطی کی ہے، اس سے رجوع کریں، اور اخبار میں اشتہار دیں اور کٹنگ میرے پاس بھجوائیں۔

دوسری شرط......: دوسری شرط یہ ہے کہ آپ کسی سے کلام نہیں کریں گے، یعنی چپ کا روزہ رکھیں گے، اور میری مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھیں گے۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ نے دونوں شرائط منظور کرلیں، جب چالیس دن گزر گئے، تو حضرت تھانویؒ نے ان کو خلافت سے نوازا۔ بعد میں حضرت سید سلیمان ندویؒ نے دوسری شرط کی وجہ پوچھی، فرمایا: وہ اس لئے تھی تاکہ آپ کے دماغ سے علم کا خنّاس (نشہ) نکل جائے۔ اور فرمایا: علم سے تکبر پیدا ہوتا ہے جس کی اصلاح بہت ضروری ہے۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اس واقعے کو بیان کرنے والے حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ہیں۔

(یہ بات بڑوں کے لئے وہی کہہ سکتے ہیں، ہم جیسے اس کے نقل کرنے کے بھی قابل نہیں۔ (از محمد بلال عفی عنہ)۔

اللہ اللہ کہنے والا سیف قاطع ہوتا ہے

احقر کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحبؒ نے ناچیز کے گھر میں چند رمضان گزارے، ایک رمضان میں تراویح کے لئے کچھ تاخیر ہوگئی تراویح حضرتؒ مدرسہ نعمانیہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی ہمراہی میں قاری خلیل صاحب کے پیچھے پڑھا کرتے تھے۔ یہ غالبا ۱۹۹۵ء کا رمضان تھا، راقم الحروف کے گھر (واقع جامع مسجد عید گاہ) اور مدرسہ نعمانیہ کے درمیان فاصلہ اچھا خاصا تھا، گاڑی کی چابی برخوردار عبدالرحمن جیب میں بھول کر لے گئے تھے، وہ محلے کی مسجد میں تراویح کے لئے جاچکے تھے، ان سے چابی منگوائی، جب ہم نے گاڑی اسٹارٹ کی، جماعت کھڑی ہونے میں پانچ منٹ باقی تھے، اور ہم نے نماز مدرسہ نعمانیہ میں پڑھنی تھی، حضرتؒ نے کہا: آج نماز سے رہ گئے! ناچیز نے حضرتؒ سے کہا: ہم ان شاء اللہ! جماعت کی نماز ضرور حاصل کرلیں گے۔ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمیں جماعت مل گئی اور اچھی خاصی

مل گئی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرتؒ نے فرمایا: (اہل اللہ کہتے ہیں) جب سالک روزانہ مختلف لطائف پر بارہ ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو (سیف قاطع) بنا دیتا ہے، یعنی اس کی بات تلوار کی طرح کاٹتی ہے، کیونکہ وہ اس کی اپنی بات نہیں ہوتی، وہ اللہ تعالی کی طرف سے کہلوائی جاتی ہے۔

اللہ تعالی کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کیا کم ہے

۷ ارمضان المبارک مؤرخہ ۷ فروری ۱۹۹۶ء کو خلیفہ صاحبؒ فرمایا:

ایک دفعہ مجنون گھر سے نکلا، اونٹنی پر سوار تھا، لیکن اونٹنی کا چھوٹا بچہ گھر پر رہ گیا، مجنوں عشق کے اندر محو تھا، اور جس وقت یہ لیلیٰ کے عشق میں محو ہو جاتا تھا، تو اونٹنی واپس اپنے بچے کی طرف چلنے لگتی تھی، وگرنہ آگے کی طرف چلتی تھی، یہ عمل جاری رہا۔ اونٹنی کو بچے کا عشق تھا، اور مجنون کو لیلی کا عشق، ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے، مجنوں نے سوچا کہ اس طرح منزل طے نہیں ہو گی، اور منزل مقصود پر پہنچنا مشکل ہو جائے گا، اس لئے اس اونٹنی کو چھوڑ کر پیدل چلنا چاہئے، اونٹنی سے چھلانگ لگائی، ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے، زخموں سے چور ہو گیا، کچھ دیر بے ہوش رہا، جب ہوش آیا، اب چونکہ معذور تھا، لیکن حوصلہ نہ ہارا اور پیٹ کے بل چلنے لگا، اس موقع پر مولانا رومی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

عشق مولائے کم از لیلی بود
گوئے گشتن بحر او اولی بود

اللہ کا عشق لیلی کے عشق سے کیا کم ہے، اس لئے گیند بن جاؤ، یہ بہتر ہے، یعنی عشاق محنت ومشقت کرتے ہیں تب تو اس مقام تک پہنچتے ہیں، اس دنیا

کا معشوق بغیر محنت کے نہیں ملتا تو کیا خدا ایسے مل ہی جائے گا بغیر سر جھکائے؟ جب تک عاشق محنت اور مشقت نہیں کرے گا، عمل کے بغیر اللہ تعالیٰ کیسے مل سکتا ہے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک شخص تھا، وہ مصوّر کے پاس گیا اور کہا: میری پشت پر شیر بنا دو تاکہ لوگ مجھ سے ڈریں، کہا: آسان بات ہے، لیکن رقم لگے گی۔ جب سوئی چبھوئی تو وہ چیخ اٹھا، کہا: یہ کیا کیا؟ کہا شیر کی دم بنا رہا ہوں! کہا: دم کی ضرورت نہیں! پھر اس نے سوئی چبھوئی، کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟ جواب دیا: شیر کا سر بنا رہا ہوں! کہا: چھوڑو! بہر حال وہ گھبرا گیا۔

اسی کو مولانا روم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

شیر بے گوش سر شکم کسے دید
این چنیں شیر خدا ہم نہ مرید

ایسا شیر جس کا کان، سر اور پیٹ نہ ہوں، کسی نے نہیں دیکھا، اس طرح کا شیر تو اللہ تعالیٰ نے نہیں بنایا، میں کیسے بناؤں؟

چوں نہ داری طاقت سوز دزدن
از چنی شیر زیاں بس دم مزن

اگر تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں کہ سوئی برداشت کر سکو، تو شیر کا نام کیوں لیتے ہو؟ شیر کا نام تو وہ شخص لے جو برداشت کر سکے، اس لئے ریاضت، مجاہدہ کرو، عمل کرو، محنت مشقت کرو۔ ایک تسبیح سے اللہ تعالیٰ نہیں ملتا، اور بھی اعمال ہیں، جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرو گے، ولی نہیں بن سکتے۔

اللہ والوں کے نزدیک فنا کی تعریف

۱۴ رمضان المبارک مؤرخہ ۴ فروری ۱۹۹۶ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جب سالک اللہ اللہ کرتا ہے، اس کو فناء اور بقاء حاصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ فانی فی اللہ بے رنگ فرماتے ہیں: جب سالک چالیس سال تک تخلیہ اختیار کرلے اور ہر روز چالیس ہزار اسم ذات اور چالیس ہزار مرتبہ نفی اثبات کرتا ہے تو چالیس سال کے بعد فناء کو پہنچے گا۔

امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فناء یہ ہے کہ جتنے رزائل ہیں، سب کے سب کم ہو جائیں، یہ فناء ہے۔

حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک فنا تین قسم کی ہوتی ہے:

① فنائے خالق: مخلوقات سے امید باقی نہ رہے۔

② فنائے ہویٰ: اللہ تعالی کے بغیر دل کے اندر کوئی خیال نہ رہے۔

③ فنائے ارادہ: یعنی کوئی ارادہ کسی قسم کا دل کے اندر نہ ہو، دل کے اندر کوئی آرزو نہ ہو، لیکن ارادہ والی فنا حضرات نقشبندیہ عالی درجات والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

حضوری دو طرح کی ہوتی ہے اور علم تین طرح کا ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضوری دو قسم کی ہوتی ہے، ایک یہ ہے کہ لطائف کا جاری ہونا اور پھر ان کی حفاظت کرنا یعنی ان کو چالو رکھنا۔

دوسری قسم کی حضوری تعلق مع اللہ کا حاصل ہونا ہے،اور اس میں سالک کی توجہ ہمیشہ دل کی طرف ہوتی ہے، اس کو توجہ اور یادداشت بھی کہتے ہیں، اور سالک زبان حال سے یہ کہتا ہے : مقصود من توئی ورضائے تو۔ پھر فرمایا: دائمی حضوری کی تعریف بقول حضرت عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ اہل اللہ نے یوں کی ہے: حضوری یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالی کا مشاہدہ ہو۔

بقول حضرت غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ: نیند سے بیدار ہونے پر توجہ اللہ کی طرف ہو۔ پھر فرمایا: جب دائمی حضوری حاصل ہو جاتی ہے، پھر آنکھیں سوتی ہیں، لیکن دل جاگتا رہتا ہے، جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: میرا دل جاگتا ہے، لیکن آنکھیں سوتی ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ علم تین طرح کا ہوتا ہے:

① علم الیقین ② عین الیقین ③ حق الیقین

علم الیقین میں سالک کی توجہ دل کی طرف ہوتی ہے اور عین الیقین میں سالک کی توجہ اللہ تعالی کے نام کی طرف ہوتی ہے، یعنی سالک حقیقی آنکھوں سے جو کہ سر میں ہیں، اللہ تعالی کے نام کو دیکھتا ہے۔ اور حق الیقین یہ ہے کہ تم اپنے دل کو حضوری میں لے آؤ، جب حضوری حاصل ہو جائے کہ قلب حضوری اور اسم ذات کے مفہوم میں غرق ہو جائے اللہ تعالی کے اخلاق سے متعلق ہو جائے یہ حق الیقین کا مقام ہے۔

اللہ والے عجیب ہوتے ہیں !

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ والے عجیب ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ قحط پڑ گیا تھا، کافی دنوں سے بارش نہیں ہوئی، لوگوں

نے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ سے شکایت کی، حضرتؒ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اگر آج بارش نہ ہوئی تو میری داڑھی صاف کر دینا۔ کسی اہل علم نے اعتراض کیا، تو جواب میں فرمایا: مجھے خود بھی ان الفاظ کا احساس ہے، لیکن میں کیا کروں، میرے لئے اللہ تعالی کا یہی حکم تھا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کا طریقہ یہ تھا کہ اگر سبق (مراد ذکر کا سبق ہے) پکا اور یاد ہوتا تو دوسرا (اگلا) سبق دیتے تھے، وگرنہ کہتے کہ جاؤ کوشش کرو، سبق یاد کرو۔ اور حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ صرف لطیفہ قلب پر سبق دیا کرتے تھے، اور سرائیکی زبان میں فرمایا کرتے تھے: "مرواو ترے کم کیوں نیوے کریندے"

حضرت خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ صرف علمائے کرام کو لطیفہ قلب کے علاوہ دوسرے لطائف پر سبق دیتے تھے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ، حضرت سواگی رحمہ اللہ اور مریدین کی تربیت

مؤرخہ ۴ جولائی ۲۰۰۷ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب کہ بات مریدوں کی تربیت سے چلی، فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تہجد کے وقت شہادت اور اس کے ساتھ والی انگلی کو ملا کر اور شہادت کے ساتھ والی انگلی کو حرکت دے کر مریدین کو بلاتے تھے۔ اور ایک ایک مرید کو اپنے تسبیح خانے میں طلب کرتے تھے اور سبق دیا کرتے تھے، پوچھتے تھے: سبق یاد کیا ہے؟ اور مختلف لطائف پر خود توجہ دیتے تھے۔

اللہ تعالی نے ہر مخلوق میں اسرار رکھے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت جارہا تھا، ایک جگہ پہنچے، تخت کو حکم دیا کہ چیونٹی کے پاس اتر جاؤ، چالیس دن اور چالیس رات چیونٹی کے پاس رہے، چیونٹی نے چالیس دن اللہ تعالی کی توحید کے اسرار بیان کئے، اللہ تعالی نے فرمایا: اگر چیونٹی کا کالا لباس اتار دوں تو پھر دیکھو چیونٹی میں کتنا کمال ہے، خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایک نبی کو چیونٹی کے پاس بھیجا۔

اسی طرح حضرت موسی علیہ السلام کو ایک رات بڑے اسرار احاصل ہوئے، بہت خوش ہوئے اور فرمایا: جو اسرار اللہ تعالی نے مجھے اس رات دیئے، کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالی نے مینڈک کو ان کے پاس بھیجا، مینڈک نے فصیح زبان میں کہا: وہ رات کے اسرار میں نے بیان کئے تھے، خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یعنی اللہ تعالی نے ہر مخلوق میں اسرار رکھے ہیں۔

خلیفہ صاحبؒ کہنے لگے کہ حضور ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ! اپنی مخلوق کی حقیقت میرے سامنے کھول دے، خلیفہ صاحبؒ کہنے لگے کہ قرآن کے مطابق ہر جانور، ہر پرندہ، ہر چیز اللہ تعالی کی حمد و تسبیح کرتی ہے، اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ: میں اپنی فوج (لشکر) کو خود ہی جانتا ہوں، ساری مخلوق اللہ تعالی کی فوج ہے، وہ اللہ تعالی ہی اپنی فوج کو جانتا ہے، صرف ملائکہ ہی نہیں ہر جانور اللہ کی فوج ہے۔

وہ لوگ نہیں سوتے جو اللہ کے ہم نشین ہوتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: وہ لوگ نہیں

سوتے جو اللہ تعالی کے ہم نشین ہوتے ہیں، میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں جب حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پاس تھا، مجھے نیند نہیں آتی تھی، اس کے بعد میں کمزور ہو گیا، دوست ہمراز بھی کہتے اور علماء بھی کہ تھوڑی دیر سو جایا کرو۔ پھر فرمایا: اب نیند نہیں آتی۔ اور فرمایا: اس وقت کے حالات اس قسم کے تھے کہ میں روزانہ ایک لاکھ دفعہ اسم ذات کا ورد کرتا تھا، کتنے ہزار مرتبہ روزانہ حبس دم کے ساتھ نفی و اثبات کرتا تھا، عشاء کی نماز پڑھ کر تہجد کے وقت تک مراقبے میں بیٹھ جاتا تھا۔ ہر دوگانہ کے بعد میں مراقبہ کرتا تھا، جتنا وقت دوگانے میں لگاتا تھا، اتنی دیر مراقبہ کرتا تھا، نماز کے بعد پھر مراقب ہو جاتا تھا۔ فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اول نماز پڑھاتے تھے، پھر آرام کرنے کے بعد درس دیتے تھے، فرمایا: اس سالک کو نیند نہیں آتی جو اللہ اللہ کرتا ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میرے ایک دوست سید احمد حسین شاہ صاحب زبردست عالم دین تھے، حافظ قرآن بھی تھے، حضرت شاہ صاحب کے لطائف کی روشنی سے رات بھر پورا کمرہ روشن رہتا تھا۔ پھر فرمایا: مجھے حضرت شاہ صاحبؒ نے کہا تھا میں جب دیوبند گیا، تو وہاں پر علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھا، ان کے بعد حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مسند حدیث پر بیٹھے، میں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے حدیث پڑھی جب بخاری شریف ختم ہوئی، ایک سال گزر گیا، سب طلبہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیعت کی درخواست کی، اور بندہ نے بھی کی، تو حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: شاہ جی! میں بہت دور ہوں، شیخ کے قریب رہنا بہتر ہے، یہاں پر تم نہیں آسکوگے، شیخ قریب مل جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ ان کا گھر سرگودھا کے ایک گاؤں میں تھا، ان دنوں حضرت حسن سواگی رحمہ اللہ کا بڑا چرچا

تھا، سرگودھا میں ان کے مرید تھے، وہ سواگ شریف میں آ گئے، رمضان المبارک بھی آ گیا، حضرت سواگی رحمہ اللہ کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، حضرت رحمہ اللہ نے پوچھا: حافظ بھی ہو؟ سند کہاں سے لی ہے؟ فرمایا: دیوبند سے! پوچھا کہ کس سے پڑھے ہو؟ تو فرمایا کہ حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے۔ فرمایا: بیعت کرتا ہوں لیکن ایک شرط پر، کہا مانو گے۔ فرمایا: احمد شاہ جب تک میری زندگی ہے مجھے قرآن پاک سناؤ گے، جتنی حضرت سواگی رحمۃ اللہ کی زندگی گزری سید احمد شاہ صاحب نے قرآن پاک سنایا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ہم جوانی میں حضرت سواگی رحمہ اللہ کے پاس اکٹھے رہتے تھے، وہ قرآن شریف کے اتنے ماہر تھے کہ الحمد شریف سے لے کر والناس کی تلاوت تک ہر آیت پر روتے تھے، حضرت سید احمد شاہ صاحب، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے فرماتے تھے، میں روزانہ ایک لاکھ دفعہ اسم ذات کا ذکر کرتا ہوں، بیٹھے بیٹھے مجھے اونگھ آ جاتی ہے، جب بیدار ہو جاتا ہوں، تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں سالہا سال سویا ہوں۔ جب خلافت کا زمانہ قریب آیا، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ نے فرمایا: شاہ جی! اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو حرمین شریفین جائیں گے، میں آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت دلواؤں گا۔ لیکن اگلا سال آنے سے پہلے حضرت سواگی رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ شاہ جی ساری زندگی روتے رہے، اور ماتھے پر ہاتھ مارتے تھے کہ حضرت سواگیؒ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا، اور کئی مدت کے بعد ہماری ملاقات ہوئی۔ سید احمد شاہ کو میں نے تو پہچان لیا لیکن انہوں نے مجھے نہ پہچانا، شاہ صاحب نے پوچھا: آپ نے کتابیں پڑھی ہیں؟ میں نے کہا: اب پڑھی ہیں! پوچھا مرید کس کے ہو؟ میں نے کہا: حضرت خواجہ غلام

حسن سواگی کا مرید ہوں! کہا: غلام رسول ہو؟ کھڑے ہو گئے، کہا: یہاں کیسے؟ میں نے کہا قادریہ نسبت کے لئے! فرمایا: دونوں کی غرض ایک ہے۔ پھر خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دن ہم سوئے ہوئے تھے، حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے سونے کے لئے مجھے چارپائی دی تھی، اپنے خادم صابر صاحب سے حضرت لاہوریؒ نے کہا تھا کہ شاہ جی نیچے سو جائیں گے حالانکہ ان کا مقام مجھ سے ہر لحاظ سے زیادہ تھا، کمالات کے لحاظ سے، علم کے لحاظ سے، قومیت کے لحاظ سے، میں ان سے درخواست کرتا تھا کہ آپ اوپر سو جائیں، فرماتے تھے حضرت لاہوری کی بے ادبی ہو جائے گی، بخاری سید تھے، حسنی حسینی تھے، لیکن حضرت لاہوریؒ کا حکم تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سو گئے، سید احمد شاہ صاحبؒ نے کہا: بجلی میں بجھاؤں گا، لیکن روشنی اتنی ہو گئی تھی کہ میں بے چین ہو کر نیند سے بیدار ہو گیا، ساری رات ایسے رہا، جب صبح کی نماز پڑھ لی، حضرت لاہوریؒ کا درس قرآن ہو گیا، ہم کمرے میں آ گئے، میں نے کہا: شاہ جی! آپ نے میرے ساتھ بڑا دھوکا کیا ہے بجلی کیوں نہیں بجھائی؟ شاہ جی نے کہا: یہ لطائف کی روشنی تھی، تو میں شاہ جی سے تصدیق کرنا چاہتا تھا کہا: اللہ کی قسم! یہ آپ کے لطائف کی روشنی تھی۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب سالک اس راستے پر آ جاتا ہے تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے، کیونکہ پھر اس پر بوجھ نہیں ہوتا۔ حضرات نے لکھا ہے کہ آمد کا تعلق دماغ کے ساتھ ہے، دماغ جتنا قوی ہو گا اتنے زیادہ انوارات، فیوضات، تجلیات، سالک پر نازل ہوں گے، تصوف کا دماغ کے ساتھ گہرا تعلق ہے، انوارات کو جب دماغ قبول کرے گا تو پھر لطائف پر ان کا رسوخ ہو گا، دماغ ہے تو کتاب سمجھ میں آئے گی، امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس کا دماغ نہیں اور وہ کتاب پڑھتا ہے، اس پر تف ہے۔ (حضرت رحمۃ اللہ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر دماغ

قوی ہو گا تو ذکر کے انوارات اور فیوض کا تحمل بھی ہو سکے گا، اور صحیح شعور بھی ہو گا، اگر دماغ کمزور ہو گا تو تحمل بھی نہ ہو سکے گا، اور جو انوارات یا فیوض کا شعور ہو گا اس میں غلطی کا بھی بہت امکان ہو گا، اور غلط کو صحیح سمجھنے لگ جائے گا، یہی وجہ ہے کہ شیخ کامل مرید کی جسمانی اور دماغی قوت وصحت کو سامنے رکھ کر اذکار کی تلقین کرتا ہے، اور صحت قوت یا ضعف وکمزوری کی بنا پر ذکر کی تعداد میں کمی وبیشی کرتا رہتا ہے، اسی لئے راہ سلوک میں شیخ کامل کی رہبری کی اشد ضرورت رہتی ہے، اس کے بغیر سلوک طے نہیں کی جاسکتی۔ از محمد بلال عفی عنہ

تمہارے پاس وہ دولت نہیں جو تمہارے دادا کے پاس تھی!

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ احمد سعیدؒ جو کہ خواجہ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ کے پوتے تھے، خانقاہ سے نکلے جارہے تھے، اور لوگ بھی ہمراہ تھے، راستے میں ایک خاکروبن ملی، کہا: تمہارے پاس وہ دولت نہیں جو تمہارے دادا کے پاس تھی! حضرتؒ نے لوگوں کو رخصت کیا اور معلوم کیا کہ حضرت عبد القدوسؒ کے خلفاء میں کون زندہ ہے؟ کسی نے بتایا کہ دلّی سے پتا چلے گا، حضرتؒ نے سب خلفاء کو رخصت دے دی اور دلّی چلے گئے، وہاں پر حضرتؒ کے خلفاء کا پتا کیا، کسی نے بتایا کہ بخارا، سمرقند میں حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ کا ایک خلیفہ زندہ ہے، تو حضرت خواجہ احمد سعیدؒ بخارا چلے گئے، وہاں پہنچے تو حضرت خواجہ نظام الدینؒ بادشاہ وقت کے ساتھ چھ میل بخارا سے دور حضرتؒ کے استقبال کے لئے آئے، جب ملاقات ہوئی، تو انہوں نے حضرت خواجہ سعیدؒ سے کہا: گھوڑے سے اترنا نہیں، ایک رکاب پر بادشاہ کا ہاتھ تھا، دوسرے پر خواجہ نظامؒ کا، اس شان

سے بخارا پہنچے، حضرت خواجہ نظامؒ نے خواجہ سعیدؒ کو اپنی مسند پر بٹھایا۔ تین دن کے بعد خواجہ سعیدؒ نے کہا: میں وہ امانت لینے آیا ہوں جو تم گنگوہ سے لائے ہو! حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے یہ سن کر کہا: خواجہ سعید! جوتیوں کی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد شکاری کتوں پر ان کی ڈیوٹی لگا دی۔ وہ ان کی خدمت پر مامور تھے، ان کو باہر جنگل میں لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ جنگل میں شکار اٹھا، چونکہ خواجہ سعیدؒ کو تھوڑی تھوڑی روٹی ملتی تھی جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے تھے، اس ڈر سے کہ کتے چھوٹ نہ جائیں، ان کو کمر سے کس کر باندھ رکھا تھا، کتے طاقت ور تھے، ان کو گھسیٹتے چلے گئے، اور وہ لہولہان ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ روحانی طور پر خواجہ نظام الدینؒ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: خواجہ نظام! میں نے آپ کو خلافت اس طریقے پر دی تھی جیسے آپ میرے پوتے کے ساتھ کر رہے ہیں؟ حضرتؒ جنگل گئے اور ان کو ساتھ لے آئے، غسل کروایا، کپڑے پہنائے، خلافت سے نوازا اور ہندوستان روانہ کر دیا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ واقعہ مجھے استاذ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین رحمہ اللہ نے سنایا ہے، یہ ان کی روایت ہے۔

علم ہو گا، اللہ پاک نفع نہیں دے گا

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ہزاروں شاگرد تھے، ایک علاقے میں گئے، وہاں پر سارے شاگرد آئے، ایک شاگرد نہ آئے، بلکہ وہ کچھ دیر کے بعد آئے، حضرتؒ نے کہا: میری خبر آپ کو نہ پہنچی؟ کہنے لگے: میرا کچھ کام تھا، جس کی وجہ سے دیر ہو گئی، حضرتؒ نے فرمایا: علم ہو گا لیکن اللہ پاک نفع نہیں دے گا۔ حضرت خلیفہ

صاحبؒ نے فرمایا: بعض حضرات اپنے پیروں کو، خلفاء کو برا بھلا کہتے ہیں، یہ حد ہے۔

اگر میں نے ان کی تربیت نہ کی، جواں مرد نہیں ہوں گا۔

مؤرخہ ۱۵۔۱۲۔۱۹۹۸ء کو بروز منگل حضرت مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ مدرسہ نعمانیہ میں ٹانک اور کلاچی سے ہوتے ہوئے تشریف لائے، مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر پہلے پہنچے، مغرب کی نماز کے بعد مولانا قادری صاحب مدظلہ محفل ذکر میں شامل تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ، مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور راقم الحروف حضرت کے متصل بائیں طرف بیٹھا تھا۔ حضرت مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ ٹانک میں مولانا فتح خان کے مدرسے میں ایک طالب علم ماسٹر شفیع اللہ سے ملنے گئے تھے، وہ ڈیرہ میں ان کے ہمراہ تھے رخصتی کے وقت وہ ماسٹر صاحب کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کے حوالے کر گئے، مولانا اجمل قادری صاحب مدظلہ، ماسٹر صاحب کو پہلے سے کسی ملاقات میں مجاز کئے ہوئے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ماسٹر صاحب سے حالات پوچھے کہ کیا لطائف پر کچھ کام کیا ہے؟ ماسٹر صاحب نے کہا: چھ لطائف پر کام ہوا ہے۔ حضرتؒ نے ان کو پاس انفاس کی تلقین کی، حضرتؒ نے کہا: لطیفہ قلب، سر اور روح تینوں کو یکجا کر کے وہاں سے لفظ "اللہ" لطیفہ اخفیٰ تک لے جائیں اور لفظ "ھو" کو سانس کے ساتھ ناک کے ذریعے باہر نکالیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: جسم کو بالکل حرکت نہیں دینا، بالکل ساکن رہیں، ساتھ والے کو بھی پتا نہ چلے، زبان کو حرکت نہیں دینی ہے، صرف تصور کرنا ہے، کوئی سانس بغیر پاس انفاس کے اندر نہ آئے۔

حضرتؒ نے ماسٹر شفیع اللہ صاحب سے کہا: چونکہ حضرت اجمل قادری صاحب نے آپ کو میرے حوالے کیا ہے، اس لئے تمہاری تربیت میرے ذمے ہے۔ پھر فرمایا: حضرت بابا سیماسیؒ نے حضرت سید امیر کلالؒ سے فرمایا: نقشبند کو تمہارے حوالے کرتا ہوں، اس وقت خواجہ نقشبند بچے تھے، اور فرمایا اس کی تربیت کرنی ہے، اگر اس کی تربیت نہ کی تو پھر قیامت کے دن ذمہ دار ہوگے۔ حضرت کلالؒ نے فرمایا: اگر میں نے ان کی تربیت نہ کی تو میں جواں مرد نہیں ہوں گا۔۔۔!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

دو جگہ ہم بہت ڈرتے تھے کہ ہمارے عیوب نہ کھل جائیں، ایک حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے پاس، حضرت لاہوری رحمہ اللہ صرف شب جمعہ میں ذکر بالجہر کرتے اور دوسرے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے پاس۔

اللہ رب العزت حفیظ ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میں کلورکوٹ میں امام مسجد تھا، ایک گھر کی چھت گر گئی، لوگوں نے چھت کا سامان اٹھایا، بچے ہنس رہے تھے، بیل وغیرہ محفوظ تھے کسی کو نقصان نہیں پہنچا۔ فرمایا: وہاں ایک دراز قد، مونچھوں والا نوجوان کھڑا تھا، اس نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا: اللہ ایسا ہونا چاہئے!

ایک بوڑھی کی دعا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک بوڑھی عورت دعا مانگا کرتی تھی کہ اللہ میں کمزور ہوں، میرے دشمن چھپے ہوئے اور

طاقتور ہیں، مجھے نظر نہیں آتے، اے اللہ !ان چھپے ہوئے دشمنوں سے میری حفاظت فرمااور میری مدد فرما(یعنی شیطان اور نفس)۔

حضرت مولاناسید حبیب اللہ شاہ صاحب فاضل دیوبند (مرحوم)حضرتؒ کے خلیفہ مجاز کاواقعہ

ماسٹر احمد صاحب کا بیان ہے کہ میں مولانامرحوم کے ساتھ تھا، وہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کو ان کی مسجد میں حالات سنانے لگے کہ انہوں نے ذکر کرتے وقت یہ دیکھا کہ ذکر کے دوران مسجد میں حضرت خلیفہ صاحبؒ بالکل میرے سامنے بیٹھے تھے، اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہوا میں معلق تخت پر موجود تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مولانا صاحب سے فرمایا: جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ میری تعبیر ہے، اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ لطائف کو ان صورتوں میں دکھا سکتاہے۔

قرآن کریم کی برکات

تراویح سے فارغ ہونے کے بعداحقراور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ ، حضرت مولانا قاری خان زمان نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ کے کمرے میں گئے، حضرتؒ نے پہلے لوگوں کی قربانیوں، حفظ قرآن کا شوق اور قرآن کریم کی برکات کا ذکر شروع کیا، حضرتؒ نے فرمایا: پہلے طلبہ میں ذوق ہوتا تھا، سوکھی روٹی کھاکر، راتوں کو جاگ کر، صبح سویرے تہجد کے وقت اٹھ کر(شاگرد بھی اور استاذ بھی) قرآن کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔

فرمایا: اس زمانے میں جس درس میں جاتے تھے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ حضرتؒ نے ایک واقعہ بیان کیا کہ موضع کوٹ جائی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، میانہ قوم کے تین بھائی تھے، بڑے بھائی کا نام استاذ عبدالکریم تھا، کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے، اور تینوں بھائی حافظ قرآن تھے۔ روزانہ تینوں بھائی صبح سویرے کھیت میں کام کرنے سے پہلے دس سپارے قرآن پاک کے پڑھتے تھے، اس کے بعد کھیتی میں کام کرنے کے لئے جاتے تھے، روزانہ قرآن پاک کا ختم کر کے بیلوں کے گلے میں پنجالی ڈالتے تھے، ان کے زمیندارے میں اللہ رب العزت نے ایسی برکت رکھی کہ کوئی چڑیا اگر غلطی سے ان کے زمیندارے کا دانہ چگ لیتی تھی، وہاں پر پھڑک کر مر جاتی تھی، آس پاس کے زمیندار اپنے جانوروں کو ان کے کھیت کے قریب نہیں جانے دیتے تھے، ڈرتے تھے کہ اگر جانور نے ان کے کھیت سے کھالیا تو جانور سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

عشق کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی

۷ر رمضان المبارک مؤرخہ ۲۰ر جنوری ۱۹۹۶ء کو صبح سحری کے وقت عزیز الرحمن (خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ اور حضرت غلام رسول صاحبؒ) والے کی بات ہوئی کہ اسلام آباد سے ڈیرہ اسماعیل خان آئے تھے لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے حضرت کے پاس لعل ماہڑہ حاضر نہ ہو سکے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عشق کی بات ہوتی ہے، اور کہنے لگے: یہ عشق تھا جو کہ غلام رسول کو پیدل ڈیرہ اسماعیل خان سے لاہور لے گیا تھا۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اگر بلاؤں اور درمیان میں آگ ہو تو وہ آگ کی پروا نہ کرتے ہوئے میرے پاس آ جائیں گے۔ پھر

فرمایا کہ: حضرت خواجہ پیر پٹھان سلیمان تونسوی رحمہ اللہ کو ان کی والدہ نے خار دار جھاڑیوں کی دیوار کے ذریعے گھر میں بند کرر کھا تھا، لیکن وہ اس خار دار دیوار کو عبور کر لیتے تھے، زخمی ہو جاتے تھے اور زخمی حالت میں اپنے شیخ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔

جنت کے درجات چڑھنے کی بشارت والی حدیث کی شرح

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: اللہ رب العزت نے قرآن پاک کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے، فرمایا: اللہ پاک قیامت کے دن حفاظ اور قراء حضرات سے کہے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجات پر چڑھتے جاؤ، حتی کہ والناس تک پہنچو، وہ آپ کا آخری مقام ہے، اسی طرح علمائے کرام سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک کے معانی بیان کرتے جاؤ اور جنت کے درجات چڑھتے جاؤ، پھر اہل اللہ سے کہا جائے گا کہ قرآن پاک کے حقائق بیان کرتے جاؤ اور جنت کے درجوں پر چڑھتے جاؤ، حتی کہ والناس پر پہنچو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جسے جیسا چاہے بنادے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رمضان شریف میں خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے لنگر میں رات کو سحری کے لئے بڑے بڑے پیالوں میں (بھت) چاول تیار کئے جاتے تھے، صبح سحری تک بھت ٹھنڈا ہو جاتا تھا، ہر ایک مرید (طالب علم) کو ایک روٹی کے ساتھ وہی بھت دیا جاتا تھا، حضرت غلام حسن سواگیؒ کا ایک مرید جس کا نام غلام محمد ٹوئنٹر تھا، اس کا بہت بڑا منہ تھا، بڑے بڑے ہاتھ اور پاؤں تھے، دیو ہیکل انسان تھا، قوم کا سید تھا، اور "وانڈا سیڑھیاں" کا تھا، اس نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ: میرا ایک روٹی پر گزارہ نہیں ہوتا ہے،

حضرتؒ نے اپنے خادم سے کہا کہ: اسے دو روٹیاں دے دو! اس نے کہا: اس پر بھی گزارہ نہیں ہو گا، حضرتؒ نے کہا: تین روٹیاں دے دو! اس نے کہا: گزارہ نہیں ہو گا، حضرتؒ نے کہا: جتنی مانگتا ہے دے دو، بہر حال اس دن لنگر میں اس نے ایک پیالہ چاول اور صرف آدھی روٹی کھائی، جب کھانا کھا کر فارغ ہو گیا حضرتؒ نے کہا: غلام محمد! گزارہ ہو گیا؟ کہا: حضرت! صرف آدھی روٹی کھائی ہے اور سیر ہو گیا ہوں، اس نے کہا: پتا نہیں آپ نے کیا جادو کر دیا ہے۔ حضرتؒ نے کہا: کیا میں یہاں جادو کرنے کے لئے بیٹھا ہوں؟ میں تو دوسرے کمرے میں تھا۔ غلام محمد نے کہا: وہاں سے کچھ کیا ہے! تو اس پر حضرت خواجہ حسنؒ خوب مسکرائے۔

ایک دفعہ عید کے دن حضرت غلام حسن سواگیؒ کے گھر سے طالب علموں کے لئے دو بڑے بڑے ٹرے سویاں لائی گئیں، طالب علم دیر سے آئے، غلام محمد نے دونوں ٹرے خالی کر دیئے اور پھر بھی بھوک باقی تھی، حضرتؒ نے کہا: غلام محمد! گزارہ ہو گیا؟ غلام محمد نے کہا: حضرت بھوکا ہوں! میرے لئے مکئی کے ڈھوڈے بھیجو اور لسی منگواؤ۔ حضرت نے چار ڈھوڈے ارسال کئے اور بڑی بالٹی لسی کی منگوائی، غلام محمد سارے ڈھوڈے کھا گیا اور ساری بالٹی لسی کی پی لی، سب ہضم کر گیا، طالب علموں کے لئے سویاں پکائی گئیں، وہ غلام محمد ایسے گھڑمالے کو زمین ہموار کرنے کے لئے پھیرتا تھا جس کی بیلوں کے دس جوڑے یعنی بیس بیل مل کر کھینچا کرتے تھے، اس عمل کے دوران وہ اپنا دامن چنوں سے بھر کر کھا جاتا تھا، ایک دفعہ اس کی بیوی نے کسی سے بد فعلی کی، اس کو پتا چلا تو ایک پاؤں بیوی کی ایک ران پر رکھا اور دوسری ٹانگ کو ہاتھ میں پکڑ کر کھینچا اور بیوی کا جسم سر تک دو حصوں میں چیر دیا اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اتنا

موٹا تھا کہ پولیس اس کو ہتھکڑیاں نہیں لگا سکتی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: اللہ تعالی کی قدرت ہے، اللہ جسے چاہے جیسا بنا دے۔

(زمین کو ہموار کرنے کے لئے شروع شروع میں زمیندار بیلوں کے جوڑے کے پیچھے لکڑی کا بھاری مستطیل تختہ پھیرتے تھے، جس کو سرائیکی میں گھڑ مالا کہتے ہیں۔ از ڈاکٹر عبد السلام)۔

دنیا میں بڑی چیز کون سی ہے؟

ایک بیٹے نے باپ سے پوچھا: دنیا میں سب سے بڑی چیز کونسی ہے؟ کہا: زمین و آسمان! کہا: اس سے بڑی چیز کیا ہے؟ کہا: میرے گناہ! پوچھا: اس سے بھی بڑی چیز کیا ہے؟ کہا: اللہ پاک کی رحمت!

میری داڑھی کے بال آپ کے سر کے بالوں سے کروڑہا درجہ بہتر ہیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک بیوہ نے حضرت خواجہ عبد الرحمنؒ سے پوچھا: آپ کی داڑھی کے بال بہتر ہیں یا میرے سر کے بال؟ حضرتؒ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرتؒ جان کنی کے عالم میں تھے۔ بیوہ آئی، کہا: میرے سوال کا جواب دو! پوچھا: کون سا سوال؟ سوال دہرایا، حضرتؒ نے کہا: میری داڑھی کے بال آپ کے سر کے بالوں سے کروڑہا درجہ بہتر ہیں۔ کہا: پہلے جواب کیوں نہ دیا؟ فرمایا: خاتمے کا ڈر تھا، اب اللہ رب العزت نے کامیابی کا اشارہ دے دیا ہے (گویا موت سے پہلے غیبی بشارت مل گئی)۔

اللہ رب العزت کو سفید بالوں سے شرم آتی ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: بڈھے کیا لائے ہو؟ جواب نہ دیا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: جواب کیوں نہیں دیتے؟ کہا: حدیث میں کچھ اور پڑھا اور لکھا ہے، یہاں پر بات کچھ اور ہے! کہا: کیا ہے؟ جواب دیا: سفید بالوں سے اللہ تعالیٰ کو شرم آتی ہے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نبی کی بات سچی، نبی سچا، راوی کی بات سچی، اللہ رب العزت نے سفید بالوں کی وجہ سے معاف کر دیا۔ پھر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب رحمہ اللہ کا حال بیان کیا کہ اپنی داڑھی کو تہجد کے وقت پکڑ کر روتے اور کہتے تھے کہ اے اللہ! ان سفید بالوں کی لاج رکھ لے!

رزق کے معاملے میں زیادہ گفتگو نہیں کرنی چاہئے

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے مولانا بلال صاحب سے فرمایا: میں پوچھا نہیں کرتا کہ مدینہ شریف میں کیا کام کرتے ہو، میرے نزدیک قرآن پاک کی ایک آیت: «وفی السماء رزقکم وما توعدون» (الذاریات) زیادہ معتبر ہے، اس میں دو جملے ہیں: «فی السماء رزقکم» پہلا اور «وما توعدون» دوسرا فقرہ ہے، پہلے میں یہ بات ہے کہ تمہارا رزق وہاں (آسمان) پر پڑا ہوا ہے، ایک دنیا کا رزق ہے، دوسرا ماں کے پیٹ کا رزق ہے، بچہ وہاں نہ کاروبار کر سکتا ہے، نہ رزق کما سکتا ہے، نہ پانی پی سکتا ہے، فرمایا: اگر ہمارے منہ پر پلاسٹک کا لفافہ چڑھا دیا جائے تو ہماری سانسیں بند ہو جائیں گی، لیکن اللہ پاک ماں کے رحم میں ہوا چلاتا ہے۔ فرمایا: مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ کو کسی

نے خط لکھا کہ اپنا نسب نامہ لکھیں، ایک بار، دوبارہ، تیسری بار لکھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے کہا: آپ بار بار مجھے تنگ کر رہے ہیں، میری ابتدا پیشاب کے ایک قطرے سے ہوئی ہے، یہ میری ابتدا ہے، اور انتہاء میں میری حیثیت ایک مٹی کی مٹھی ہے، یہ میرا انجام ہے۔

وہ جو ایک قطرہ ہے سمندر کے سیپ جب باہر نکلتے ہیں منہ کھولتے ہیں تو بارش کے قطرے منہ میں چلے جاتے ہیں اور وہ اپنا منہ بند کر دیتے ہیں قطرہ اس کی تہہ تک چلا جاتا ہے، اس سیپی میں موتی، جواہرات پیدا ہوتے ہیں، وہ ایک قطرے پر صبر کرتا ہے، جو زیادہ ہوتے ہیں وہ سندک کی کوٹیاں ہوتی ہیں، اسی طرح منی کا قطرہ گیا، رحم کا منہ بند ہو گیا، باقی مادہ خارج ہو جاتا ہے، اس قطرے نے ہم کو وجود دیا، اور اس کارخانے میں رزق دیا، وہاں کچھ نہیں کر سکتا تھا، نہ وہاں سر درد تھا، نہ کچھ بیماری، اللہ پاک نے حفاظت کی، فرمایا: یہاں پر رزق میرے اللہ کے ہاتھ میں ہے، میرے گھر میں بیس افراد ہیں، لوگ آتے جاتے ہیں کچھ ٹھہر جاتے ہیں، کچھ چلے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے مجھے خلافت دی اور مجاز کیا اور پوچھا: مولوی صاحب! شادی کی ہے؟ میں نے سفید داڑھی پکڑ کر کہا: مجھے کون لڑکی دیتا ہے؟ میرے والدین فوت ہو گئے ہیں، میں جب بھائیوں کے پاس جاتا ہوں، مسجد میں رہتا ہوں، میرے حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے شہادت کی انگلی اوپر اٹھائی، آسمان کی طرف دیکھا اور کہا: میرا اور تیرا رزق اس ذات کے پاس ہے۔ فرمایا اس لئے میں زیادہ تر اس معاملے میں گفتگو نہیں کرتا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ سفر پر

ایک گاؤں گئے، مسجد کے امام نے پوچھا: کیا حال ہے؟ پھر پوچھا: کیا کام کرتا ہے؟ حضرت بایزید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نماز دوبارہ پڑھتا ہوں، نماز پڑھ کر جواب دوں گا۔ کہا: جماعت کے ساتھ نماز پڑھ تو لی ہے! آپؒ نے فرمایا: یہ پوچھ کر آپ نے میری نماز خراب کر دی ہے، اس لئے دوبارہ پڑھتا ہوں، آپ کا یقین کمزور ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحبؒ ایک دفعہ تشریف لائے، میں نے قرآن پاک کی آیات بیان کیں، میں نے کہا: میں فتویٰ لگنے سے ڈرتا ہوں، مجھے یہ قسم والی آیت "وماتوعدون" زیادہ زور دار لگتی ہے، میرے خدا نے قسم کیوں کھائی ہے؟ قاضی صاحب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرمایا: "وماتوعدون" آخرت کا وعدہ ہے، قیامت کی طرف اشارہ ہے۔

کسان فصلیں اگاتا ہے یہ کفریہ کلمات ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میں نے چہارم کی کتاب میں پڑھا کہ "کسان فصلیں اگاتا ہے" حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ کفریہ کلمات ہیں، کہا: اگاتا میرا رب ہے، شفا دینے والا، اگانے والا میرا رب ہے، پلید پانی سے انسان کو پیدا کرنے والا میرا رب ہے، اگر احتلام ہو جائے، یا ہم بستری کر لو تو جب تک غسل نہیں کرو گے، پاک نہیں ہو سکتے، اس پانی سے انسان کو بنایا ہے، اس جگہ کو دیکھو، مختصر جگہ ہے، وہاں پر رکھتا ہے نہ کوئی رزق، نہ ہوا، نہ پانی، نہ دوا، تنگ جگہ، اس میں سانس بھی بند نہیں ہوتا، جس پانی سے پیدا ہوا وہ بھی ناپاک غلیظ، اس کی غذا بھی غلیظ، جب زمین پر آتا

ہے اس ناپاک جگہ سے گزرتا ہے لیکن جب دنیا میں آتا ہے تو کہتا ہے میں ہی ہوں !وہ مقام، غذا، پیدائش سب بھول جاتا ہے، فرمایا: منی کا قطرہ ہماری ابتدا اور قبرستان کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہماری انتہاء۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ قبرستان ۶۹۰ھ سے قائم ہے، یہ ہماری انتہاء ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: صدر بش کہتا ہے کہ میں سپر طاقت ہوں، بسکٹ کا ٹکڑا گلے میں پھنسا، بے ہوش ہو کر گر گیا۔ فرمایا: کراچی میں ایک مجذوب تھا، جو لوگ اس کے پاس جاتے تھے، ان کو زیر ناف بال دیتا تھا کہ ان کو گھول کر پی لو۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ ان سے ملے اور فرمایا: کیا کرتے ہو؟ مجذوب نے کہا: جب مخلوق نے خالق کو چھوڑ دیا اور ہماری طرف توجہ کی، ہم ان کو یہی چیزیں دیں گے !کہا: اللہ تعالی ناراض ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہیں، ہمارے اوپر دشمن نفس اور شیطان غالب آ گیا ہے۔

دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ایک دفعہ بیان کر رہے تھے، میرے ساتھ ایک انگریز ہندوستان سے پاکستان آ رہا تھا، انڈیا میں کسی کمپنی میں کام کرتا تھا، کہا: میں تبدیلی کروا کر پنڈی جا رہا ہوں۔ وہاں پر (یعنی انڈیا) میں ایک رتی شراب کی اجازت نہیں ہے، لیکن پاکستان میں کوئی مسئلہ نہیں ہے، نام صرف اسلامی ہے۔

ہمارے دل خنزیروں والے ہیں، لیکن چہرے انسانوں والے ہیں، حالات اعمال کے مطابق ہوتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ افغانستان پر امریکی بمباری سے سخت پریشان نظر آرہے تھے، ہر وقت گہری سوچ میں رہتے تھے، احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل تصوف نرم ہیں۔ فرمایا: حضرت عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے اللہ پاک سست اہل تکوین کو بھیج دیتے ہیں، یا ان کو واپس کر دیتے ہیں کہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ فرمایا: ہمارے دل خنزیروں والے ہوگئے ہیں لیکن چہرے انسانوں کی طرح ہیں۔ فرمایا: گھر گھر میں نافرمانی ہے، ہر انسان پریشان ہے، خیبر سے لے کر کراچی تک جو میرے پاس آتا ہے پریشانی کا ذکر کرتا ہے، گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ایک دفعہ حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم کابل گئے، ایک چھوٹا بچہ بکریاں چرا رہا تھا، اس نے ایک لکیر کھینچی ہم نے اس سے پوچھا، یہ کیا ہے، اس نے کہا کہ یہ کفرستان ہے اور پاکستان کی طرف اشارہ کیا، اور افغانستان کی طرف اشارہ کیا کہ یہ مسلمان ملک ہے۔

روح چاہتی ہے نفس اس کے پاس آجاتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: یہ خواب نفس کو آتے ہیں، روح نکلنے کے بعد آدمی مر جاتا ہے، اس کو مردہ کہتے ہیں۔ بچہ بچی کے سر میں درد ہوتا ہے، والدین بے چین ہو جاتے ہیں، اس کی صحت کے

لئے کوشش کرتے ہیں، لیکن جب روح نکل جاتی ہے تو وہ اولاد بلا جیسی نظر آتی ہے، کشش تھی تو اس روح میں تھی (جب روح نکل گئی تو کشش بھی ختم ہو گئی)۔

پہلے اندر کا علم نکلے گا بعد میں اللہ تعالی اندر آئے گا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت امام رازی رحمہ اللہ اپنے شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے تلقین کی، ان کے اندر سے آواز آنے لگی، حضرتؒ نے فرمایا کہ: پہلے اندر کا علم نکلے گا اس کے بعد اللہ اندر آئے گا۔ (مطلب یہ ہے کہ پہلے اندر سے انانیت نکلتی ہے کہ میں علم والا ہوں، تب اللہ اندر آتا ہے)۔ فرمایا: اللہ واجب الوجود ہے، اس کی حقیقت ساری کائنات کے ساتھ ہے، اس کے ارادے کے بغیر کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی۔ جس طرح بغیر روح کے بدن حرکت نہیں کر سکتا، اسی طرح ساری کائنات اور انسان اس کی مشیت کے ساتھ متحرک ہیں، پھر فرمایا: جب روح نکل جاتی ہے، بدن بے حرکت اور بے کار ہو جاتا ہے، اس کو زدو کوب کرو، وہ کچھ محسوس نہیں کرتا۔ فرمایا: جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پہلے پہل اس کے اندر نفس رکھا، پھر روح کو رکھا۔ فرمایا: ہمارے علاقے میں لوگ کہتے ہیں کہ: روح دو قسم کی ہوتی ہے، ایک قسم خواب کی حالت میں خارج ہوتی ہے، خواب کے بعد واپس آجاتی ہے، دوسری مستقل روح ہوتی ہے۔ فرمایا: اگر نکلتا ہے تو وہ نفس ہے، اگر روح نکل جائے تو مر جائے، نفس نکل کر سیر کرتا ہے، روح کا تعلق نفس کے ساتھ رہتا ہے۔

حضور ﷺ کی سنت داڑھی کی اہمیت

رئیس خان اسلام آباد کے ماحول پر حضرت خلیفہ صاحبؒ سے بات

کر رہے تھے کہ داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کی مجالس میں شرکت کی دعوت دی جاتی ہے حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک شخص نے تصوف پر کتاب لکھی، وہ کتاب ایران میں ایک ایرانی نے پڑھی، وہ شخص مصنف کی زیارت کے لئے ہندوستان آیا، تو وہ حجام کی دکان پر داڑھی منڈوا رہا تھا، اس شخص نے کہا کہ: یہ تم کیا کر رہے ہو؟ مصنف نے جواب دیا کہ: میری اپنی داڑھی ہے، اس سے آپ کو کیا مطلب؟ اس شخص نے کہا کہ: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر کو کاٹ رہے ہو! یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو کر کرسی پر گر گیا، جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا: مجھے آج اس بات کی سمجھ آگئی ہے، اور اس نے داڑھی رکھ لی۔

عید کا دن اور اللہ پاک کی رحمت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے ایک حدیث شریف لکھی ہے کہ اللہ پاک عید کے دن فرشتوں کو بلائے گا کہ میری رحمت میرے بندوں میں تقسیم کرو، اللہ تعالی پوچھے گا: رحمت ختم ہو گئی یا باقی ہے؟ فرشتے کہیں گے کہ: رحمت باقی ہے! اللہ تعالی کہے گا: باقی رحمت مردوں پر تقسیم کرو! پھر اللہ تعالی پوچھے گا: رحمت باقی ہے یا ختم ہو گئی ہے؟ فرشتے کہیں گے: رحمت باقی ہے! فرمایا: روح المعانی نے صحیح لکھا ہے اللہ پاک کافروں پر بھی رحمت کرتا ہے۔

دنیا بڑی بے وفا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: دنیا بڑی بے وفا ہے۔ فرمایا: امان اللہ خان بیت اللہ شریف سے گزرا تھا، جب واپس ہوا تو قوم مخالف ہو گئی اٹلی چلا گیا، بعد میں بیت اللہ آیا، کعبۃ اللہ کے غلاف کو پکڑ کر رو رہا

تھا، ایک افغانی نے پہچان لیا، پوچھا: بادشاہی مانگتے ہو؟ فرمایا: نہیں میں اللہ تعالی سے پوچھتا ہوں کہ امان اللہ خان کی سزا معاف ہو گئی ہے یا نہیں؟ امان اللہ خان کی موت اٹلی میں ہوئی، یعنی شہنشاہ افغانستان اٹلی میں فوت ہو گیا۔ شہنشاہ ایران کو ایران میں جگہ نہ ملی، جاتے ہوئے مٹی کی بوریاں بھر کر لے گیا تھا کہ کم از کم ایران کی مٹی کو تو دیکھوں گا، پھر حضرت رحمۃ اللہ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

مل گئے خاک میں اہل شان کیسے کیسے
مکین ہو گئے بے مکان کیسے کیسے
زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے
نامور ہوئے بے نشان کیسے کیسے

سلسلۂ نقشبندیہ

طریقہ نقشبندیہ خلیفہ اول حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے جاری ہے، جن کا ایمان عام امت کے ایمان سے بھاری اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی نیکیوں سے ان کی ایک نیکی جناب رسول اللہ ﷺ نے بہتر فرمائی ہے، غرضیکہ امت میں بالاتفاق انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد آپ کا مرتبہ ہے۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کا نام حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبندی بخاری رحمہ اللہ سے جاری ہوا ہے، کیونکہ آپؒ امام الطریقہ ہیں۔ طریقہ عالیہ سلسلۂ قادریہ کے امام قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ ہیں۔ اور طریقہ چشتیہ کے امام حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

جب حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمہ اللہ علم طریقت میں مرتبہ

اجتہاد کو پہنچے اور آپ کے ارشاد کا زمانہ آیا اور آپ کے مرشد حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ نے آپ کو اجازت طریقہ عنایت فرمائی، آپ کو اللہ تعالی نے روزِ اول سے امت کے لئے آسانی کرنے والا پیدا فرمایا تھا، جب آپ نے طریق صوفیاء میں غلبہ حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سے سونا ترک کر دیا ہے، اور کسی نے شب کو جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا اختیار کیا ہے، اور کسی نے دو ختم کلام اللہ روز پڑھنا مقرر کیا ہے، کسی نے پانچ سو رکعت روز پڑھنا اپنا معمول بنایا، کسی نے ایک کمبل میں تیس تیس، چالیس چالیس برس گزارے ہیں، کسی نے اسی برس تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا، کسی نے پیر پھیلانا موقوف کر دیا، وغیرہ وغیرہ تو "کل امر مرہون باوقاتہا" (ہر کام کا اللہ تعالی کے ہاں ایک وقت مقرر ہے، وہ کام اسی وقت ہوتا ہے) نے ظہور پکڑا تو نوشتہ روز اول نے سینہ مبارک حضرت خواجہ بہاء الدین رحمہ اللہ میں جوش پیدا کیا اور آپ سر بسجدہ ہو کر خدا کی جناب میں عرض کرنے لگے: الٰہی امت کے قویٰ ضعیف ہو گئے، اب ان میں قوت وہمت سختی جھیلنے کی نہ رہی، خیر وبرکت اور نبوت کا زمانہ ان سے دور ہوتا جارہا ہے، اپنے فضل سے مجھ کو ایسا طریقہ عنایت فرما کہ جو آسان ہو اور تجھ تک جلد پہنچانے والا ہو۔ پندرہ دن تک آپ یہ گریہ زاری کرتے رہے، صرف نماز باجماعت یا حوائجِ ضروریہ کے لئے حجرے سے باہر تشریف لاتے، پندرھویں دن رحمت الٰہی کا دریا موجزن ہوا، الہام ہوا کہ اے محمد بہاء الدین! ہم تجھ کو وہ طریق عنایت فرماتے ہیں کہ جو ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تھا، یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی، آپ نے اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کیا، اور سر سجدے سے اٹھایا اور اس طریق کو رواج دیا، بفضلہ تعالیٰ اس طریق نے ایسی ترقی کی کہ اب کروڑوں آدمی ملک روم،

شام، کردستان، عرب، بخارا، ترکستان، کابل، چین، ہندوستان غرض سب جگہ اس سلسلۂ مبارکہ میں ہیں، آپ سے لوگ دریافت کرتے کہ آپ کے اس سلسلۂ جدید میں کیا فائدہ ہے؟ تو حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ: سب طریق مبارک اور نور علی نور ہیں، اور سب خدا تک پہنچتے ہیں، لیکن جو طریق اللہ تعالی نے مجھے عنایت فرمایا ہے، اس میں آسانی بہت زیادہ ہے، اور اس سے بہت جلد خدا تک پہنچا جا سکتا ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ نقشبند بہاء الدین ؒ کا ایک واقعہ

مؤرخہ ۵ جون ۱۹۹۲ء بروز سوموار ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب ؒ نے فرمایا کہ: حضرت بہاء الدین نقشبند ؒ جن کے نام پر نقشبندیہ سلسلۂ مشہور ہے، جو حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے، سید امیر کلال ؒ کے خلفاء، مریدین ان کے ارد گرد مراقب رہتے تھے، اور برتن بنانے میں لگے رہتے تھے، اور باری باری ہر خلیفہ برتنوں کی بھٹی کو آگ لگاتا تھا، حضرت بہاء الدین ؒ دوسرے خلفاء سے بعد میں حلقہ ارادت میں شامل ہوئے، لیکن حضرت ؒ ان کی طرف توجہ زیادہ دیتے تھے تو دوسرے خلفاء میں رشک کا مادہ پیدا ہوا اور مشورہ کیا کہ آج کوئی لکڑی اکٹھی نہ کرے، حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ نے حضرت بہاء الدین ؒ سے کہا: آج رات آپ نے بھٹی کو آگ لگانی ہے! جب حضرت ؒ عشاء کی نماز کے بعد آگ سلگانے کے لئے بھٹی کی طرف گئے تو دیکھا کہ کوئی لکڑی وغیرہ موجود نہیں ہے، حضرت بہاء الدین ؒ بڑے پریشان ہوئے کہ شیخ کا حکم ہے، لکڑیاں بھی نہیں ہیں، اب کیا ہو گا؟ اس مختصر وقت میں لکڑیاں جمع کرنا بھی مشکل ہے، بہر حال بھٹی کے منہ پر بیٹھ کر مراقب ہو گئے اور ساری

رات متوجہ رہے، اذان کے وقت مسجد میں آ گئے، صبح کی نماز کے بعد حضرتؒ نے پوچھا: آج رات آگ کس نے لگائی تھی؟ جواب ملا: بہاء الدین نے! بہاء الدین کو فکر تھی کہ اگر آگ نہ لگی تو برتن تیار نہیں ہوں گے اور لنگر کا سارا خرچہ برتنوں کی آمدنی پر منحصر ہے، جب برتن نکالے تو دیکھا گیا کہ سارے برتن پکے ہوئے ہیں اور ہر برتن پر اسم ذات لکھا ہوا ہے، شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی، شیخ نے برتن منگوا کر دیکھے تو سب برتنوں پر اسم ذات لکھا ہوا ہے، حضرت سید امیر کلال رحمہ اللہ کو حضرت بہاء الدینؒ نے سارا واقعہ سنایا، حضرتؒ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا: بہاء الدین! تو نے برتن بنائے توجہ سے، ہم نے توجہ سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تجھے کامل کر دیا۔ یہ تھے کامل حضرات ان کی توجہ مریدین کو سونا بنا دیتی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ عملیات وغیرہ ایسے گپ شپ ہے، یہ ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے اس سے تکمیل نہیں ہوتی، حضرتؒ نے فرمایا: توجہ کا تعلق دل سے ہے، دل کو خدا کی طرف متوجہ کرنا ہے، پھر دل طالب علمی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، دل کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے، اللہ کے نام کی برکت ہوتی ہے، جب کوئی اللہ والا دوسرے آدمی کے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا نام القاء ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ دل کے اندر توجہ سے القاء کرتا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ اور اس کی اہمیت

۱۱ رمضان المبارک مؤرخہ یکم فروری ۱۹۹۶ء کو ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت علامہ کردی، کردستان کے رہنے والے تھے، بہت بڑے محدث، مفسر اور فقیہ تھے اور تینوں طریقوں: قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں مجاز تھے، بلکہ ان سلسلوں میں کامل اور اکمل تھے۔ مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت

علامہ آلوسی رحمہ اللہ جنہوں نے "روح المعانی" کی تفسیر کئی جلدوں میں کی ہے، وہ حضرت خالد کردی رحمہ اللہ کے خلفاء اور شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت علامہ کردی رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں بمع خلفاء اور شاگردوں کے بیٹھے ہوئے تھے، وہاں پر اس مجلس میں ایک شخص نے سلسلۂ نقشبندیہ کی تعریف کی اور کہا: آدمی اگر عالم دین ہو، مفسر ہو، محدث ہو، مفتی ہو اور نقشبندیہ سلسلۂ اس کو حاصل ہو جائے۔ حضرت کردیؒ نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی طرف منہ کر کے دعا کریں کہ مجھے نقشبندیہ سلسلے کا شرف حاصل ہو جائے۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی، فرمایا: خالد! دلّی جاؤ، وہاں پر شاہ غلام علی دہلوی سے نسبت حاصل کر لو۔ حضرت علامہ کردیؒ نے صبح پوچھا: کوئی ہے دلّی یا ہندوستان کو جاننے والا؟ وہ شخص کھڑا ہو گیا کہ میں دلّی کا ہوں اور حضرت شاہ غلام علیؒ کا مرید ہوں۔ حضرت علامہ خالد کردیؒ نے سب شاگردوں اور مریدوں کو اجازت دی کہ گھروں کو چلے جاؤ اور خود حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ کی خدمت میں دلّی تشریف لے گئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: خالد آ گئے! حضرتؒ نے ان کو علیحدہ کمرہ دیا، ان کے ادب کا یہ مقام تھا کہ جوتیوں میں بیٹھا کرتے تھے، شاہ صاحبؒ ان کو بلا کر پاس بٹھاتے تھے، لنگر اور مسجد کا سارا پانی خود کنویں سے بھرتے تھے، جب دلّی کے علماء کو پتا چلا، سب علماء حضرت خواجہ احمد سعیدؒ کے پاس آئے (حضرت خواجہ احمد سعیدؒ، حضرت شاہ غلام علیؒ کے خادم اور اجل خلیفہ تھے) ان کے پاس سفارش کے لئے لوگ آتے تھے کہ ہماری ملاقات علامہ کردیؒ سے کرائیں، پانی کی خدمت سے فراغت کے بعد کمرے میں جا کر مراقب ہو جاتے تھے، حضرت خواجہ احمد سعیدؒ دروازہ کھٹکھٹاتے تھے، اندر سے آواز آتی: خواجہ احمد سعید! میرا وقت ضائع نہ کرو، میں یہاں پر علم جتلانے نہیں آیا ہوں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ نے ایک سال چار مہینے میں قطبیت کی خوشخبری سنائی، اس کے بعد حضرت علامہ خالد کردی رحمہ اللہ بغداد تشریف لائے، جس وقت حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی قبر پر متوجہ ہوئے تو حضرت خواجہ شاہ نقشبند ؒ کی روح متوجہ ہو جاتی، کہتے: خالد! میری طرف ہو جاؤ۔ حضرت خالد ؒ ایک دن روزہ رکھتے تھے، ایک دن افطار کرتے تھے، ارد گرد کے سارے ممالک، شام، دمشق وغیرہ کے لوگ مرد، عورتیں حضرت ؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔

رابطہ شیخ

حضرت خلیفہ صاحب ؒ نے فرمایا: تصوف میں رابطے کی تعریف یہ ہے کہ شیخ کی شکل وصورت کو مکمل طور اپنے سامنے پیش کرے اور یہ تصور کرے کہ جو واردات شیخ پر نازل ہو رہے ہیں، وہی میرے اوپر نازل ہو رہے ہیں، اس کو محبت شیخ کہتے ہیں، یہ کامل شیخ سے نصیب ہوتا ہے، کامل شیخ وہ ہوتا ہے جو شریعت کا پابند ہو، اور کامل شیخ کے پاس رہا ہو، اور اس سے فیض حاصل کیا ہو، اور بہتر ہے کہ عالم دین ہو۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ اپنی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" میں صفحہ:۱۸۵، ۱۸۴ پر تحریر فرماتے ہیں:

تصور شیخ: اس کو شغل رابطہ بھی کہتے ہیں، اور برزخ اور واسطہ بھی کہتے ہیں، یہ مشائخ سلوک کے یہاں بہت اہم اشغال میں سے ہے، مشائخ نے بہت سے فوائد اس کے تحریر کئے ہیں۔ بعض اکابر نے اس کو مطلقاً جائز کہا

ہے، یہ تو بندہ کے نزدیک صحیح نہیں، اس لئے کہ بہت سی احادیث سے تصور شیخ مستفاد ہوتا ہے، اس لئے جو حضرات اس کو مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، وہ تو میری سمجھ میں نہیں آتا۔

① ..... محرم کے خوشبو لگانے کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح مسلم، باب الطیب للمحرم عند الاحرام) گویا میں اس وقت خوشبو کی چمک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں۔

② ..... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جس کو "التکشف" ص:۶۷ میں بخاری ومسلم کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کانی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (الحدیث، صحیح مسلم، باب غزوۃ احد) فرماتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء علیہم السلام میں سے حکایت فرماتے تھے کہ جن کو ان کی قوم نے مارا تھا ---- آخر حدیث تک۔

③ ..... ابوداؤد شریف میں باب ما جاء فی خاتم الحدید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو: "اللھم اہدنی وسددنی" اور جب ہدایت کا لفظ کہا کرو تو راستے کی ہدایت کا تصور کیا کرو، اور جب سددنی کہا کرو تو تیر کے سیدھا ہونے کا تصور کیا کرو۔

سیدی ومرشدی اس کی شرح بذل المجہود میں تحریر فرماتے ہیں: اپنے دل میں ہدایتِ طریق کا تصور کیا کریں کہ جیسا چلنے والا سیدھا راستے میں چلتا ہے، دائیں بائیں نہیں مڑتا، اگر مڑ جائے تو مقصود تک نہیں پہنچ سکتا ہے، اسی طرح ہدایت میں تصور کرو کہ مقصد تک پہنچنا سیدھے چلنے پر موقوف ہے، اور سداد

کے لفظ سے تیر کا سیدھا ہونا تصور کیا کرو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ مجھے سیدھا کردیں کہ ذرا بھی مجھ میں ٹیڑھا پن نہ رہے۔ اور ابوداؤد کی تقریر جو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ہے اس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس تصور کا حکم اس لئے فرمایا کہ خیالات منتشر نہ ہوں، نیز محسوسات میں تفکر کرنا منقولات میں تصور کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ نبی کریم ﷺ نے دعا کے وقت راستہ اور تیر کے سیدھے پن کو اس لئے فرمایا تاکہ اس کے دل میں اور خطرات نہ آئیں اور اس میں تصور شیخ کے جواز کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ شیخ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیر سے گیا گزرا نہیں۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ تصور کرتے وقت شیخ کی محبت دل میں آجائے، ہاں البتہ یہ مضر ہوگا کہ اگر تصور کرتے وقت شیخ کو امر باطن پر متصرف تصور کرے، یا یہ سمجھے کہ وہ حاضر ہے، یا یہ سمجھے کہ شیخ کو اس کا حال معلوم ہے، اسی واسطے مشائخ میں تصور شیخ کے بارے میں اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف نزاع لفظی ہے، جس نے جائز بتایا اس کی مراد پہلا درجہ ہے، اور جس نے ناجائز بتایا اس کی مراد دوسرا درجہ ہے، یعنی شیخ کو حاضر ناظر سمجھنا، پھر حضرت شیخ احمد رحمہ اللہ نے چند اور روایات ذکر کی ہیں (از محمد بلال)۔

④..... حدیث شریف جس میں حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے یہ بیان فرمانا کہ گویا میں اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں، اور گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں، اور گویا میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک دوسرے کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔

⑤..... ایک روایت میں ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے سوال فرمایا: صبح کس حالت میں کی؟ انہوں نے عرض کیا: صبح ایمان

کی حالت میں کی! تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب میں صبح کرتا ہوں تو شام کی امید نہیں ہوتی، اور گویا میں دیکھتا ہوں ہر امت کو کہ گھٹنوں کے بل گر پڑی ہے، اور اپنی کتاب کی طرف بلائی جارہی ہے، اور ان کے ساتھ ان کے نبی بھی ہیں، اور وہ بت بھی جن کی وہ پوجا کرتے تھے، اور گویا میں جہنم والوں کے عذاب کو اور جنت والوں کے ثواب کو دیکھ رہا ہوں۔

⑥ ..... شمائل صفحہ: ۴۰ میں حضرت عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ پر سرخ جوڑا تھا، گویا اس وقت نبی کریم ﷺ کی دونوں پنڈلیوں کی چمک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

⑦ ..... اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم ﷺ کی انگوٹھی کے بارے میں ہے کہ گویا جس کی سفیدی اب بھی میری نظر کے سامنے پھر رہی ہے۔

سینکڑوں روایات تصور سے متعلق کتب حدیث میں موجود ہیں، اس لئے مطلقاً تصور شیخ کو ناجائز کہنا تو بہت مشکل ہے۔ البتہ اگر یہ مفضی ہو جائے کسی غیر شرعی امر کی طرف تو پھر اس کو ممنوع قرار دیا جائے گا، ورنہ دفع خطرات کے لئے یا عشق مجازی میں پھنسے ہوئے کے لئے تصور شیخ اکسیر اعظم ہے۔

"تعلیم الدین" ص: ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ کتب فن میں اس قدر مذکور ہے کہ شیخ کی صورت اور اس کے کمالات کے زیادہ تصور کرنے سے اس سے محبت پیدا ہوتی ہے، اور نسبت قوی ہوتی ہے، اور قوت نسبت سے طرح طرح کی برکات حاصل ہوتی ہیں، اور بعض محققین نے تصور شیخ میں صرف یہ فائدہ فرمایا

ہے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اور خطرات دفع ہو جاتے ہیں، پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بہر حال اس میں جو کچھ حکمت اور فائدہ ہو، راقم (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کا تجربہ ہے کہ یہ شغل خواص کو تو مفید ہوتا ہے اور عوام کو سخت مضر کہ صورت پرستی کی نوبت آجاتی ہے، اسی واسطے امام غزالی رحمہ اللہ و دیگر محققین نے عوام اور کمزور لوگوں کے لئے ایسے اشغال کی تعلیم سے منع فرمایا ہے، جس سے کشف وغیرہ ہوتا ہو اس لئے عوام کو تو بالکل اس سے بچنا چاہئے، اور خواص اگر کریں تو احتیاط کی حد تک محدود رکھیں، اس کو حاضر ناظر اور ہر وقت اپنا معین و دستگیر نہ سمجھ لیں، کیونکہ کثرت تصور سے کبھی صورت مثالیہ روبرو حاضر ہو جاتی ہے، کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے، اور کبھی کوئی لطیفہ غیبی اس شکل میں متمثل ہو جاتا ہے، اور شیخ کو اکثر اوقات خبر تک نہیں ہوتی، اس مقام پر اکثر ناواقف لوگوں کو لغزش ہو جاتی ہے (از محمد بلال)۔

شیخ اگر قریب ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: کوشش ہو ایسے شیخ سے بیعت کی جائے جو قریب ہو، اور اس کے پاس اکثر حاضری ہو سکے۔ فرمایا: حضرت مولانا احمد شاہ صاحب چکیرہ (سرگودھا) والے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، انہوں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت مدنیؒ نے فرمایا: ایسے شیخ سے بیعت کرو جو قریب ہو۔ شاہ صاحب، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، بعد میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے بیعت اور مجاز ہوئے۔

شیخ کا ادب اور مقام

۲۸ رمضان المبارک بمطابق ۱۸ جون ۱۹۹۶ء کو بروز اتوار سحری کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عجیب زمانہ آگیا ہے، مریدین کو اپنے شیخ کے ادب کا پتہ نہیں۔ فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ نے اپنے ایک مرید سے کہا: میرے پاس چھ مہینے یا سال میں ایک دفعہ آیا کرو! استفسار پر فرمایا: تمہارے آنے سے چھ چھ مہینے تک انقباض رہتا ہے۔ فرمایا کہ: حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے ساتھ ایک بادشاہ نے کھانا کھایا، حضرتؒ نے دیکھا کہ بادشاہ کو نہ گلاس پکڑنے کی، نہ کھانے کی اور نہ پانی پینے کی تمیز ہے، دوسرے دن بادشاہ نے کہا: میں حضرت کی خدمت کے لئے خادم بھیج دوں گا! حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے فرمایا: تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے خادم کا کیا حال ہو گا۔! حضرتؒ نے فرمایا: آج تک میں اپنے اساتذہ کے جوتوں پر سے نہیں گزرا، آج کل تو لوگ پیروں کی جوتیوں کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت میاں باران صاحبؒ کلاچی والے کا ایک خلیفہ تھا، گاماں اس کا نام تھا، وہ حضرت خلیفہ صاحبؒ سے کہنے لگے: آج کل پیروں کا مزہ نہیں! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آپ تو یہ نہ کہیں، آپ کو اللہ تعالی نے دولت نصیب کی ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: شیخ ہم نے تین دن دیکھے ہیں، حضرت سواگی رحمہ اللہ، حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور حضرت افغانی رحمہ اللہ۔

حضرتؒ نے فرمایا: لوگ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی جوتیوں کے قریب جوتا نہیں رکھتے تھے۔

شیخ کے آداب

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ بھی شیخ کے آداب میں سے ہے کہ شیخ کے سامنے مرید کو کوئی عمل نہ کرنا چاہیئے، بلکہ ادب کے ساتھ شیخ کی مجلس میں بیٹھے۔ فرمایا: خواجہ خرد المعروف خواجہ عبداللہؒ نے واقعہ بیان کیا ہے کہ کسی مرید نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے سامنے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھی، حضرتؒ نے مریدوں سے کہا: یہ مجھے دکھاتا تھا کہ میں نفل پڑھتا ہوں، اس بے ادبی کی وجہ سے اس کا اثبات (الا اللہ) مردود ہو گیا ہے۔ شیخ کے سامنے کوئی عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ مرید شیخ کے ہاتھوں میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں، پیر کی طبیعت بڑی نازک ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکرؒ ایک دفعہ کتاب پڑھا رہے تھے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے ایک لفظ بتایا کہ یہاں پر زیر نہیں زبر ہے، حضرتؒ نے فرمایا: میں بے علم ہوں؟ کیا آپ کا علم مجھ سے زیادہ ہے؟ کتنے عرصے تک خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا فیض بند رہا، کئی سفارشوں کے بعد شیخ نے توجہ دی، خواجہ صاحب نے کہا: میں نے زیر اس لئے پڑھا کہ اس صورت میں یہ مطلب نکلتا ہے۔ خلیفہ صاحبؒ فرمانے لگے: شیخ کا اتنا خیال رکھنا چاہیئے۔ فرمایا: آمد ختم ہو جاتی ہے۔

شیخ کی اطاعت کی برکات

ایک سلسلۂ گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے جا رہے تھے۔ دہلی میں ایک ساتھی نے حضرت مجدد صاحبؒ سے کہا: حضرت! نقشبندیہ سلسلے کے ایک

بزرگ آئے ہوئے ہیں، بڑے صاحب کمال ہیں، کیا ان سے ملاقات نہ کرلیں؟ حضرت مجدد الف صاحبؒ نے کہا: ملاقات کرتے ہیں۔ جب ملاقات ہوئی اس بزرگ نے کہا: کیا آپ اس دفعہ حج کا ارادہ ملتوی کرسکتے ہیں اور میری صحبت میں رہنا چاہتے ہیں۔ حضرت سرہندی صاحبؒ نے حج کا ارادہ ملتوی کرلیا اور اس بزرگ کے ساتھ تین مہینے گزارے، وہ بزرگ حضرت باقی باللہ رحمہ اللہ تھے، بعد میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کسی مقام پر پھنس گئے تو اپنے مرید حضرت سرہندی رحمہ اللہ سے گزارش کی کہ مجھے اس مقام سے نکالیں، اور مرید نے ان کو نکالا۔ اللہ پاک نے وہ مقام عطا کیا، جس طرح کبھی شاگرد استاذ سے بڑھ جاتا ہے، اسی طرح کبھی مرید شیخ سے بڑھ جاتا ہے۔

حضرت دین پوری رحمہ اللہ کا ایک مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا: حضرت دین پوری رحمہ اللہ جب اپنے شیخ حافظ محمد صدیق صاحب بھرچونڈوی شریف والے کی خدمت میں تشریف لے گئے، ان کے پاس بستر نہیں تھا۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے خادم ان کو شیخ کی خدمت میں لے گئے کہ ان کے پاس بستر نہیں ہے، یہ بستر مانگتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: تم کو بستر کی ضرورت ہے؟ حضرت دین پوری رحمہ اللہ نے اٹھارہ دن یا ایک مہینہ چٹائی کے اندر رہ کر گزارہ کیا۔ ساری رات ذکر کی گرمی میں گزارتے تھے، اسی طرح سردیوں کی راتیں گزاردیں۔ حضرت حافظ صاحب نے ان سے فرمایا: غلام محمد اب جاؤ! ہندوستان کے قطب ہو۔

خوشنودی ومحبت شیخ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے رمضان شریف میں سحری کے دوران شیخ

کی خوشنودی و محبت کا واقعہ سنایا، فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے شیخ حضرت شیخ احمد سعیدؒ ہندوستان سے آ گئے تھے، کیونکہ انگریزوں نے دلّی پر قبضہ کر لیا تھا، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے ایک دفعہ مجمع میں کہا: میرے پاس نو سو روپے ہیں، صرف ایک سو روپے کی ضرورت ہے، اگر ایک ہزار روپیہ ہو جائے تو اپنے شیخ کی خدمت میں ہزار روپیہ نذرانہ پیش کر دوں گا۔ حضرتؒ کے اجل خلفاء میں سے ایک خلیفہ ملا قطار تھے، ملا قطار نے یہ بات سنی، عشاء کی نماز حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پیچھے موسیٰ زئی شریف میں پڑھی، اس کے بعد اپنے گھر لنڈی روانہ ہو گئے، گھر میں جو بکریاں وغیرہ تھیں وہ سب ایک سو روپے کے عوض بیچ دیں، اور وہ سو روپے لے کر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر کر دیئے، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے پوچھا: ملا قطار! کہاں سے لائے ہو؟ عرض کیا حضرت! گھر گیا تھا، گھر کی بکریاں، مال مویشی بیچ کر ایک سو روپے لایا ہوں! حضرتؒ نے فرمایا: ملا قطار! آج تم نے خوش کر دیا ہے، حضرتؒ نے سر جھکایا، مراقب ہوئے اور فرمایا: آج تو نے ہمیں خوش کر دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے تمہیں خوش کر دیا ہے، جاؤ اللہ رب العزت نے تمہیں ولی کامل بنا دیا ہے۔ فرمایا: یہ ہے شیخ کی خوشنودی! پھر فرمایا: جس نے شیخ کو خوش کیا، اس نے نبی علیہ السلام کو خوش کیا، جس نے نبی ﷺ کو خوش کیا، اس نے اللہ پاک کو خوش کیا۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور شیخ کی خدمت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ موسیٰ زئی شریف والے گرمیوں میں سون سکیسر جاتے تھے، وہاں پر حضرتؒ

نے گرمیوں کے موسم کی خانقاہ (سمر کیمپ) بنایا ہوا تھا، راستے میں دریا خان میں قیام کرتے تھے، وہاں پر گھر بنایا ہوا تھا، لیکن مکان کچا تھا، وہاں پر وضو کرنے اور نہانے کے لئے پانی نہیں ہوتا تھا، پانی کی تکلیف ہوتی تھی، جب حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ دریا خان تشریف لائے تو حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کہا: حضرت! پانی کا انتظام ہو گیا ہے۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ نے چند آدمی پہلے سے کنویں کی کھدائی پر لگائے ہوئے تھے، حضرتؒ دریا خان پہنچے تو کنواں تیار تھا، حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کہا جب حضرت سراج الدین صاحب تشریف لے آئیں تو آپ حضرات بیلوں کا کردار ادا کریں، اور رہٹ (کنویں) کو چلادیں تو پانی وافر مقدار میں نکلے گا، حضرت خواجہ سراج الدینؒ یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: خواجہ غلام حسن! جس طرح اور جس تیزی سے تو نے کنویں کو چلا دیا ہے، اس تیزی سے ہم آپ کو چلادیں گے۔

رات کو معشوق جاگتا ہے اور عاشق سو جاتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج کل کوئی سر نہیں جھکاتا، ویسے مانگتے ہیں۔ فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) والے رات کے بارہ بجے تک بخاری شریف کا درس دیتے تھے، آدھے گھنٹے کے لئے گھر جاتے تھے، اور پھر اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہو جاتے تھے، فرمایا: حضرت خواجہ ضیاءؒ فرماتے تھے، عجیب مخلوق ہے کہ رات کو معشوق جاگتا ہے اور عاشق سو جاتے ہیں۔ (یعنی لوگ سو جاتے ہیں، میرا اللہ جاگ رہا ہوتا ہے)۔

شیخ کی خوشنودی بڑی اہم چیز ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: شیخ کی خوشنودی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ فرمایا: ایک اور موقع پر ملا قطار نے اپنے سارے مویشی بھیڑ بکریاں ایک سو روپے میں فروخت کر دیں، حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پاس نو سو روپے موجود تھے، صرف ایک سو روپے کی کمی تھی، وہ کسی کے ایک ہزار روپے کے قرض دار تھے، ملا قطار نے مراقبے کے بعد یہ ایک سو روپے شیخ کی خدمت میں پیش کر دیئے، ایک ہزار روپے پورے ہو گئے شیخ کا قرضہ اتر گیا حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے فرمایا: ملا قطار تم نے مجھے خوش کر دیا، ہم آپ کو خوش کر دیں گے، پھر اللہ تعالی نے ملا قطار کو وہ مقام عطا کیا ان کی توجہ سے چٹان راستے سے ہٹ گئی اور بند راستہ کھل گیا۔

شیخ کے آداب

۲۸ رمضان المبارک بمطابق یکم مارچ کو ایک سلسلۂ گفتگو میں جب حضرت خلیفہ صاحبؒ سے فنافی الشیخ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: لاکھ (یعنی کثرت سے) تصور کرے کہ میرا بولنا، چلنا، سونا، میرے سارے لطائف شیخ کے لطائف ہیں، میں کچھ بھی نہیں ہوں، اپنی جان کو شیخ کی جان تصور کرے، حضرتؒ نے فرمایا: پیری مریدی بڑی مشکل ہے، فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے شیخ کے آداب پر رسالہ لکھا ہے، شیخ کے سامنے اونچا بولنا، اس سے سوال کرنا، شیخ کے سائے پر قدم رکھنا، شیخ کے اوپر اپنا سایہ تک ڈالنا منع کیا گیا ہے، یہاں تک شیخ کے آداب بتائے گئے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے

لنگر میں ایک بھوکا شخص نظر آیا، لنگر سے مریدوں نے کھانا کھلایا، کھانا کھانے کے بعد اس نے اپنے شیخ (حضرت حیدر شاہ صاحب) کو دعا دی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔ مریدوں نے حضرت شہاب الدین سے شکوہ کیا کہ کھانا ہمارے لنگر کا کھایا اور شکریہ اپنے شیخ کا ادا کیا، حضرتؒ نے کہا کہ: تم پیری مریدی اس شخص سے سیکھو، یہ ہیں شیخ کے آداب اور شیخ کا مقام۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا اور سرائیکی کا ایک مقولہ پڑھا: اللہ تعالی صمد ہے، تینکو سدھی ڈھنگیاں کون آکھے کہ ہر کوئی تیئں کون ڈردا ہے (اے اللہ! تیرے سامنے کون بات کرنے کی جرأت کر سکتا ہے، کیونکہ ہر ایک تجھ سے ڈرتا ہے)۔ پھر فرمایا: سید سلیمان ندویؒ سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں: احد کی لڑائی میں جب حضور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور دانت مبارک شہید ہو گئے، حضور ﷺ نے عرض کیا: اے اللہ! وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جو اپنے رسول کو زخمی یا قتل کرے۔ فوراً جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے، قرآن پاک کی آیت اتری: "لیس لک من الامر شیء" (آل عمران: ۱۲۸) اس کے دربار میں کوئی کلام نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ امور تکوینیات میں سے ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کا ایک بیٹا فقیر محمد تھا، اس کو مرگی کا مرض تھا، حضرتؒ کی بیوی بار بار حضرتؒ سے کہتی: کتنے لوگ آپ کی دعا سے شفایاب ہوتے ہیں، ہمارا ایک ہی بیٹا ہے، اس کے لئے دعا کریں! حضرتؒ نے جواب دیا: اوجو بادشاہ ہے اوجو نی منیندا۔ میں نے بڑی دعا کی ہے، وہ نہیں مانتا، بادشاہ جو ہے۔۔۔!

حضرت علامہ خالد کردی رحمہ اللہ کا قصہ اور خدمت آب پاشی

مؤرخہ ۱۶.۲.۱۹۹۵ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ: حضرت علامہ خالد کردیؒ مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیتے تھے، مجمع میں شاگرد ومریدین اور خلفاء موجود تھے، ایک دن مجمع میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہا: حضرت! اگر ایک شخص علامہ بھی ہو، محدث بھی ہو، فقیہ بھی ہو اور اس کو نقشبندیہ نسبت بھی مل جائے، اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: سونے پہ سہاگہ! حضرتؒ نے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سارے مجمع سے دعا کرنے کے لئے کہا کہ اللہ رب العزت ان کو نقشبندیہ سلسلۂ عطا کرے۔ رات کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: خالد! شاہ غلام علی دہلوی کے پاس دلّی چلے جاؤ! دوسری صبح حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مجمع سے پوچھا: کوئی ہے دلّی کا رہنے والا جو کہ حضرت شاہ غلام علیؒ کو جانتا ہو؟ وہ سوال کرنے والا شخص کھڑا ہو گیا، حضرت خالد کردی رحمہ اللہ نے درس کے شاگردوں کو چھٹی دے دی کہ سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں، اور اس شخص کے ساتھ دلی روانہ ہو گئے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرتؒ کے آنے کا علم ہو چکا تھا، فرمایا: خالد آ گئے! جواب دیا: جی قربان آ گیا! حضرت خواجہ سعید صاحبؒ کے پاس ہندوستان کے علماء آتے تھے کہ ہماری ملاقات علامہ خالد کردی شہریاری سے کرائیں۔ حضرت خالد کردی رحمہ اللہ کو حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ نے ایک کمرہ رہنے کے لئے دیا، حضرت خالد رحمہ اللہ کمرے کے اندر سے علماء کو جواب دیتے تھے کہ میں یہاں پر علم جتانے نہیں آیا، میں تو کسی اور مقصد سے آیا ہوں، میرا وقت ضائع نہ کریں۔ حضرت علامہ خالد

کردی رحمہ اللہ نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس ایک سال چار مہینے گزارے، خانقاہ میں قیام کے دوران مدرسہ اور خانقاہ کے تمام طلبہ کے لئے سارا پانی خود اپنے ہاتھوں سے کنویں سے نکالتے تھے، تھوڑے عرصے کے بعد حضرت شاہ غلام علی دہلوی صاحب رحمہ اللہ نے خلافت سے سرفراز کیا اور مژدہ سنایا کہ جاؤ بغداد کے قطب ہو! حضرت علامہ کردی رحمہ اللہ نے بغداد میں سلسلۂ نقشبندیہ کو خوب پھیلایا۔

اللہ والے بڑے نازک ہوتے ہیں، ان لوگوں کی خدمت میں رہنا بڑا مشکل ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: اللہ والے بڑے نازک ہوتے ہیں، حضرت دوست محمد قندھاریؒ خانقاہ میں تشریف لائے حضرت خواجہ عثمان رحمہ اللہ تقاضے کے لئے گئے تھے، ان کی کتابیں چارپائی پر پڑی تھیں، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے کہا: کس کی کتابیں ہیں؟ جواب ملا: خواجہ عثمان کی، فرمایا: اچھا! ہم نے سمجھا خواجہ عثمان ہمارا ہے، یہ تو کتابوں کا ہے! (مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس حقیقت وطریقت لینے آئے تھے اور یہاں علم ظاہری میں لگ گئے، جبکہ شیخ تصوف کے پاس رہ کر ان کی ہدایات کے مطابق ذکر واذکار میں لگنا چاہئے)۔ توجہ ہٹانے پر خواجہ عثمان چٹ ہو گیا، یعنی خالی ہو گیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ رجوع کیا، تب جا کر پچھلی حالت لوٹ کر آئی۔ فرمایا: ان لوگوں کی خدمت میں رہنا بڑا مشکل کام ہے، یہ بڑے نازک لوگ ہوتے ہیں، جیسے دربار نبوت میں رہنا مشکل ہے۔

ہم (حضرت خلیفہ صاحب اور راقم الحروف) پہلی دفعہ ۱۹۹۳ء میں

عمرے پر گئے، ڈیرہ والوں نے مدینہ میں کھانا کھلایا، میں نے منع کیا تھا کہ کسی کی دعوت قبول نہیں کرنی، ڈیرہ والوں نے دعوت کی، وہ دعوت مصیبت بن گئی، جٹ لوگوں کی طرح انہوں نے مدینہ منورہ میں بیٹھ کر خرافات کیں، ہم دونوں تنگ ہو گئے، میں نے کہا: چلتے ہیں، مدینہ سے نکلتے ہیں، خطرہ ہے۔ شیخ الحدیث استاذ محترم مولانا سراج الدین صاحبؒ نے فرمایا تھا: مدینہ طیبہ میں چالیس نمازیں ادا کرنی مستحب ہے، مولانا سراج الدین صاحبؒ میرے استاذ تھے۔ دوسری دفعہ ۱۹۹۵ء میں عمرے پر گئے، اللہ تعالی نے خزرج والوں کے حوالے کر دیا، ان لوگوں نے دعوت کی، ان لوگوں کے اندر ہر قسم کا ادب تھا، گفتگو بھی طریقے کی تھی، دوسرے عمرے میں ہم آرام سے رہے، مدینہ طیبہ انسان جائے وہاں پر موت آجائے، حضور ﷺ کے قدموں میں قبر بن جائے، حضور ﷺ کی برکت سے معافی ہو جائے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ پہلی دفعہ مدینہ طیبہ گئے، امام مالکؒ کے مہمان رہے، امام مالکؒ نے فرمایا: کہاں کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا: مکہ کا قریشی ہوں! اچھا: شافعی تم ہو؟ صرف ایک روٹی اور ایک کھیر کا پیالہ ہوتا تھا، کچھ عرصہ مدینہ طیبہ رہے پھر بغداد چلے گئے، بغداد کافی عرصہ رہے، بغداد سے قافلہ مدینہ طیبہ آرہا تھا، انہوں نے ساتھ جانے کی درخواست کی، مدینہ میں منبر سجا ہوا تھا، لوگ انتظار میں تھے، امام صاحب کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا اور منبر پر بٹھا دیا، امام مالکؒ نے طلبہ سے سوال کیا، طلبہ جواب نہ دے سکے، امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک بوڑھے سے کہا: تم جواب دے دو! بوڑھے نے جواب دے دیا، امام مالکؒ نے توجہ نہ کی، یہ عمل تین دفعہ ہوا، تیسری دفعہ کے بعد امام صاحبؒ کھڑے ہو گئے، امام مالکؒ نے اس بوڑھے سے فرمایا: کیا جواب تم نے

دیا تھا؟ اس بوڑھے نے کہا: نہیں بلکہ ایک نوجوان (امام شافعی) نے جواب دیا ہے، پوچھا: کون ہو؟ مکہ کے ہو؟ قریشی ہو؟ امام مالکؒ نے امام شافعیؒ کو منبر پر بٹھایا، پھر اس کے بعد گھر لے گئے، گھر میں قالین تھے، اونٹ تھے، خچر تھے، رخصتی پر سارا سامان ان کے حوالہ کر دیا، اونٹ لدے ہوئے تھے، امام شافعیؒ نے کہا: کیا میں اس سرزمین کو گھوڑوں کے پاؤں سے روندوں جس زمین پر حضور ﷺ چلے ہیں مجھے شرم آتی ہے، امام مالکؒ ساری زندگی مدینہ میں بغیر جوتوں کے رہے، امام اعظمؒ بارہ دن رہے، ان دنوں میں انہوں نے نہ چھوٹا پیشاب کیا، نہ بڑا، بہر صورت ان لوگوں نے حضور ﷺ کے شہر کا ادب کیا ہے۔ فرمایا: مدینہ کے لئے کس کا دل نہیں کرتا، مدینہ، مدینہ ہے!

اللہ اللہ کرنا بہت بڑی چیز ہے، شیخ کی خدمت اور محبت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت عزیز ابن علی رامیتنیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی کے ہم نشین ہو جاؤ، اگر اللہ کے ہم نشین نہیں ہو سکتے، ان کے ہم نشین ہو جاؤ جو اللہ تعالی کے ہم نشین ہیں۔ فرمایا: بڑے بڑے علماء اور صاحب کمال لوگ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے سامنے دو زانو ہوتے تھے، کیونکہ وہ اللہ تعالی کے ہم نشین تھے۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عثمان دامانی رحمہ اللہ کی خدمت میں موسیٰ زئی شریف میں رہتے تھے، ایک دفعہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ڈیرہ اسماعیل خان شہر چلیں! وہ طبیعت میں آکر گھوڑے کو دوڑاتے تھے، فرمایا: میں نے تلوار کس لی، جوتی اتار لی ڈیرہ شہر پہنچ گئے کام کرنے کے بعد حضرت خواجہ عثمانؒ نے کہا: موسی زئی جائیں گے۔ حضرت خواجہ سواگی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں آگے آگے دوڑتا تھا، گھوڑی میرے

پیچھے پیچھے دوڑتی تھی، حتی کہ میرے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ حضرت خواجہ عثمان رحمہ اللہ نے میرے اوپر اور اپنے اوپر چادر ڈال لی۔ حضرت خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میرے اللہ کے انوارات چادر کے اندر تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے خدا کے انوارات لاہور میں تھے، میں دوستوں کو کہتا ہوں کہ لاہور کی کسی چیز کو برا مت کہو۔ فرمایا: مجنون نے کتا جھولی میں رکھا ہوا تھا، اس کو چوم رہا تھا، کسی نے کہا: پاگل! یہ تو کتا ہے۔ کہا: مجھے معلوم ہے یہ کتا ہے لیکن لیلیٰ کے کوچے کا کتا ہے! ایک شخص سے پوچھا: تم سارے جہان میں گھومے ہو، تم کو کون سا شہر اچھا لگتا ہے؟ کہا جہاں میرا محبوب رہتا تھا، وہ شہر بڑا پیارا تھا!

ایصال ثواب کی اہمیت

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایصال ثواب کی اہمیت اور اہتمام پر زور دیا، فرمایا: جب دوسرے عمرے کے دوران رب العزت نے ایک دن آٹھ طواف کرنے کی توفیق دی تو پہلے طواف کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بخشا، اور دوسرے طواف کا ثواب سابقہ امتوں کو بخشا تھا۔ فرمایا: اگر میں رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے کبھی جلدی سو جاتا ہوں اور درمیان میں نیند سے بیدار ہوتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو سورہ فلق پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔

فاتحہ دینے یعنی ایصال ثواب کا طریقہ

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جبکہ احقر نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے فاتحہ دینے کا طریقہ پوچھا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ

نے فرمایا: سب سے پہلے میں سورہ فاتحہ پڑھتا ہوں، پھر چار قل، آیۃ الکرسی، آمن الرسول سے لے کر آخر تک اور سورۃ الملک پڑھ کر سب سے پہلے نبی علیہ السلام کی روح کو بخشتا ہوں، پھر تمام انبیائے کرام علیہم السلام، پھر جمیع ملائکہ، ملائکہ مقربین، پھر جمیع اہل بیت، اہل بیت میں خاص حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نام لیتا ہوں، اس کے بعد خلفائے راشدین بمع جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اس کے بعد تمام اولیائے کرام، پھر تمام سلسلوں کے حضرات کو، اس کے بعد والدین، اساتذہ، رشتہ داروں، دوست احباب، ان کے متعلقین اور اس کے بعد عام مسلمانوں کو ثواب بخشتا ہوں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیاء علیہم السلام کا نام لیتا ہوں تو ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اور ان کی طرف سے فیوضات کی آمد شروع ہو جاتی ہے، اس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیائے کرام رحمہ اللہ اجمعین کی طرف جب متوجہ ہوتا ہوں تب ان کا نام لیتا ہوں۔

شجرہ کی تلاوت کرنی چاہئے

مؤرخہ ۸ جون ۱۹۹۷ء کو بعد نماز ظہر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب آپ (احقر ڈاکٹر عبد السلام) کے مہمان خانے میں آجاتے ہیں، مزاحا فرمایا: مولانا قاری خان زمان (نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ) کو پتا چل جاتا ہے، اہل کشف معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب فرماتے ہیں کہ یہ عالم استغراق میں رہتا ہے، لیکن جب اخبار دیکھتا ہے تو عالم استغراق سے نکل آتا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: قاری صاحب کو شجرہ کی تلاوت کرنی چاہئے، اس کی اشد ضرورت ہے، روزانہ بلاناغہ شجرہ کی تلاوت کرنی

چاہئے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہمارے اکابرین وصیت فرماتے تھے کہ شجرہ مبارک کو دفنانے کے وقت قبر میں سرہانے رکھا جائے، سینے پر نہیں، کہتے تھے کہ سینے پر رکھنے سے سینہ پگھل جائے گا۔ فرمایا: یہ تو شجرہ مبارک کا مقام ہے، شجرہ سے مراد یہ کہ جیسے حدیث کی کتابوں صحاح ستہ وغیرہ میں استاذ سے حدیث نبی کریم ﷺ تک سند متصل کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جس میں ان تمام راویوں کے نام پڑھے جاتے ہیں جو اپنے استاذ سے نبی کریم ﷺ کے درمیان تک ہیں، اس سے حدیث پاک کے سند متصل کے ساتھ ہم تک پہنچنے کا وثوق واعتماد بڑھتا ہے، ایسے ہی فیض باطنی ہم تک اپنے شیخ سے جو پہنچتا ہے اس کی بھی سند متصل ہوتی ہے جو رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے، فیض باطنی کی سند متصل شجرہ کہلاتی ہے اور جیسے کتب حدیث میں احادیث مبارکہ کی قراءت کے ساتھ سند کی بھی قراءت کی جاتی ہے، ایسے ہی تصوف وسلوک میں شجرہ (سند متصل) کی قراءت کی جاتی ہے، جس سے ایک تو فیض باطنی بواسطہ شیخ ہم تک نبی کریم ﷺ سے پہنچنے کا وثوق و اعتماد بڑھتا ہے، اور دوسرا اس کی برکت حاصل ہوتی ہے، اور تیسرا ان اولیاء اللہ کا وسیلہ لیا جاتا ہے، اور وسیلہ و تبرک دونوں کا ثبوت اس روایت سے ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ، فَقَالَ: «اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا»، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

رواہ البخاری ص ۱۳۲ بَابُ سُؤَالِ النَّاسِ الإِمَامَ الِاسْتِسْقَاءَ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ جب قحط ہوتا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کرتے اور فرماتے: اے اللہ! ہم اپنے پیغمبر کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کیا کرتے تھے، آپ ہم کو بارش عنایت کرتے تھے، اور اب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعے سے آپ کے حضور میں توسل کرتے ہیں، لہذا ہمیں بارش عنایت کیجئے، چنانچہ بارش ہو جاتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کا جواز ظاہر تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسروں سے بھی توسل جائز ہے۔ اس سے بعض کا یہ سمجھنا کہ زندوں اور مردوں کے حکم میں فرق ہے، زندوں سے توسل کر سکتے ہیں، مردوں سے نہیں، یہ فرق کرنا بغیر دلیل کے ہے، اول تو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث پاک کی دلیل سے قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے، جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا؟

اپنے مشائخ کے لئے ایصال ثواب کی خصوصی تاکید

مؤرخہ ۳ دسمبر ۱۹۹۴ء کو میں نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت

میں حاضری دی، حضرتؒ کو احوال سے آگاہ کیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: شجرہ مبارکہ کی تلاوت سے پہلے اکابر کے لئے ایصال ثواب ضرور کیا کرو۔ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، تین مرتبہ سورہ اخلاص، اور تین مرتبہ معوذتین پڑھ کر محمد ﷺ، جمیع انبیاء کرام علیہم السلام، خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بخش کر اکابر کو بخش دیں۔ اور یہ دعا کرو: اے اللہ! جس طرح تو نے ان حضرات کو فیض بخشا تھا، ہمیں بھی نصیب فرما، اس سے ان کی ارواح متوجہ ہوتی ہیں اور ان کے فیوض و برکات ملتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اکابر کے لئے ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے تاکہ ان کے سامنے سرخروئی ہو سکے۔ فرمایا: جب میں رات کو سونے لگتا ہوں، تو ایصال ثواب ضرور کرتا ہوں، سب حضرات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور محسوس کرتا ہوں کہ سب حضرات کا فیض میری طرف مبذول ہوتا ہے۔

ریاضت ومجاہدہ

حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کے کچھ حالات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: اہل اللہ نے اللہ کے نام کو پانے کے لئے بڑی بڑی ریاضتیں اور قربانیاں کی ہیں۔ فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ، قندھار سے کابل آئے اور کابل سے پشاور آئے، وہاں سے حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں پر ایک مجذوب ملے، انہوں نے کہا: تم حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے پاس جاؤ، وہاں پر تمہارا مقصود ہے۔ دلّی جانے کے لئے پشاور آئے، پشاور میں معلوم ہوا کہ تین دن پہلے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کا دلّی میں انتقال ہو گیا ہے، بہت غم زدہ ہو گئے۔ پشاور میں ایک مدرسے میں داخلہ لے لیا، کچھ کتابیں باقی تھیں، وہاں پر ایک افغان بستی تھی، وہاں پر ایک آدمی کے ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے، مدرسے کے طالب علم، استاذ اور قاضی افغان بستی پہنچ گئے اور بستی کو لوٹ لیا، ان کی جھگی وغیرہ کو جلادیا اور مال غنیمت تقسیم کرنے لگے، ایک گائے زیادہ تھی، طالب علموں اور استاذ کا گائے پر جھگڑا ہو گیا، تنازع ہو گیا، اور طالب علموں نے غصے میں گائے کی دونوں پچھلی ٹانگیں کاٹ دیں، گائے سرینوں کے بل بیٹھ گئی، اور خوب بلبلائی، حضرت دوست محمد قندھاریؒ کو بہت رحم آیا اور یہ واقعہ دیکھ کر طالب علمی سے توبہ کرلی۔ پھر فرمایا: حضرتؒ مدرسہ چھوڑ کر کابل واپس آ گئے، کابل کی جامع مسجد میں علم سے توبہ کا کفارہ ادا کیا، اور وہاں پر درس وتدریس کا کام شروع کر دیا۔ ایک دن کابل کے بازار میں گئے، وہاں پر قوال کھڑے تھے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مدح میں قوالی گا

رہے تھے، حضرتؒ نے قوالی کے اختتام پر ان کو ایک افغانی روپیہ دیا، ایک رومال اور ایک تسبیح بطور نذرانہ دے دی۔اور وہاں سے بغداد کا سفر اختیار کیا، بغداد میں دس پندرہ دن قیام کیا، حضرت جیلانی رحمہ اللہ کے مزار پر حاضری دیتے رہے اور دعائیں کرتے رہے، لیکن سینے میں جو آگ لگی ہوئی تھی وہ نہ بجھی، وہاں پر ایک شخص نے مشورہ دیا کہ تم ہرات جاؤ، وہاں پر حضرت علامہ خالد کردی رحمہ اللہ کے خلیفہ شیخ عبداللہ ہرویؒ ہیں، بڑے صاحب کمال شخص ہیں، ان سے ملیں، تمہارے سینے کی آگ بجھ جائے گی۔وہ ہرات گئے، شیخ عبداللہؒ سے بیعت ہوئے، انہوں نے نفی اثبات کی تلقین کی، پندرہ دن ان کی خدمت میں رہے، لیکن ان کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی، انہوں نے حضرتؒ سے کہا: مجھے کوئی حل بتاؤ، انہوں نے کہا: دلّی چلے جاؤ، وہاں پر حضرت غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے جانشین خواجہ ابو سعید کی خدمت میں جاؤ، وہ وہاں سے کوئٹہ براستہ قلات بمبئی پہنچ گئے، بمبئی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں ایک بوڑھا شخص ملا، اس سے عرض کیا: میں نے خواجہ ابو سعیدؒ کی خدمت میں دہلی جانا ہے، اس بوڑھے نے بتایا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ حج کے سفر پر جارہے ہیں اور بمبئی کے راستے جائیں گے، یہاں پر رہو، جب حضرت تشریف لائیں گے، میں آپ کو اطلاع دے دوں گا۔جب حضرتؒ بمبئی آئے، ان سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بیعت کیا، حضرتؒ نے بمبئی میں بیس دن قیام کیا، فرمایا: میں بیس دن ان کی خدمت میں رہا، بیس دنوں میں اللہ رب العزت نے ولایت صغریٰ کے مقام پر پہنچا دیا۔فرمایا: ہم نے حضرتؒ کو جہاز پر بٹھایا، حضرتؒ نے پوچھا: دوست محمد! میری واپسی تک یہاں رہو گے یا دہلی جاؤ گے؟ دوست محمدؒ نے کہا: دہلی جاتا ہوں، یہاں پر بہت گرمی ہے۔حضرتؒ نے فرمایا: وہاں پر میرا بیٹا خواجہ احمد سعید ہے، وہ

تمہاری تربیت کرے گا۔ حضرتؒ کی روانگی کے بعد فرماتے ہیں میں دہلی روانہ ہو گیا، دوران سفر رات کو خواب میں خواجہ احمد سعیدؒ ملے، بڑا اچھا برتاؤ کیا، دہلی میں ان کو ویسا ہی پایا، حضرت خواجہ ابو سعیدؒ کا حج سے واپسی پر ضلع ٹونک میں انتقال ہو گیا، لیکن حضرتؒ کو دہلی میں دفن کیا گیا، اس کے بعد حضرت خواجہ احمد سعیدؒ نے مجھے بیعت کیا، ایک سال چار مہینے وہاں پر رہا، اس کے بعد انہوں نے مجھے قطبیت کی خوشخبری دی، ایک قافلہ دہلی سے کابل آ رہا تھا، اس کے ساتھ مجھے کابل بھیج دیا، اور فرمایا: جو دوست محمد قندھاریؒ کی قدر کرے گا، جو اس کا خیال رکھے گا، وہ میرا خیال رکھے گا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اتنا سفر اور محنت کرنے کے بعد کچھ ملا، فرمایا: خدا طالب صادق کو ملتا ہے، سونے والوں کو خدا نہیں ملتا۔

حضرت احمد گل صاحبؒ کا مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: احمد گل صاحب پہاڑ پور (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) والے اللہ کے عجیب ولی تھے۔ پھر فرمایا: جب ہم وضو کرتے تھے، وہ ساری نماز پڑھ لیتے تھے، دن کو گھاس اور کھجور بیچتے تھے، اور روزی سے فارغ ہو کر پیدل اپنے شیخ مولانا عبد الحلیم صاحب ٹوپی والے کی خدمت میں پہاڑ پور سے پنیالہ تشریف لے جاتے تھے، رات وہاں پر شیخ کے پاس گزارتے تھے، اور پھر صبح سویرے پہاڑ پور کی طرف روانہ ہو جاتے تھے، راستے میں پنیالہ سے کھجور خرید کر راستے میں پہاڑ پور میں بیچتے تھے اور رات کو پھر پیدل پہاڑ پور سے پنیالہ کا سفر کرتے تھے۔ پھر فرمایا: اللہ رب العزت گھر بیٹھ کر آسانی سے نہیں ملتا ہے، شیخ کی صحبت و معیت اختیار کرنی پڑتی ہے۔

اللہ والوں نے اللہ کو حاصل کرنے کے لئے بڑے مجاہدات کئے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے شیخ چشتیاں (مہار شریف) میں رہتے تھے، حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ تونسہ شریف سے پیدل مہار شریف جاتے تھے، سفر شروع کرتے وقت کمر کس لیتے تھے اور چنے ساتھ لے لیتے تھے، راستے میں نماز کے اوقات میں نماز کے لئے ٹھہرتے تھے، ورنہ پیدل سفر جاری رکھتے تھے، ان کے پاؤں پیدل سفر کی وجہ سے خون آلود ہو جاتے تھے، والدہ نے ان کو کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑ لگا کر ان کو بند کر رکھا تھا، لیکن جب ان کو شیخ کا خیال آتا تھا یہ بے تاب ہو جاتے تھے، ایک دفعہ کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تو جھاڑیوں میں گر کر بری طرح زخمی ہو گئے، لیکن شیخ کے پاس پہنچ گئے۔ اگر خدا ایسے ہی ملتا تو لوگ اتنی محنت کیوں کرتے؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رب ملتا ہے قربانی سے، خالی دعا سے نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جانیں دیں، رسول اللہ ﷺ مل گئے اسی طرح حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ نے جان ومال اور ہر قسم کی قربانی دی فرمایا: کہاں دین پور (سندھ) اور کہاں شیخ لاہوری کہاں جھنجانوی اور کہاں تھانوی، کہاں دہلی اور کہاں سرہند شریف، اور کہاں کابل، کہاں کردستان اور کہاں دلّی۔

فرمایا: حضرت علامہ خالد کردیؒ نے کردستان (عراق) سے مدینہ اور مدینہ طیبہ سے دلّی کا سفر کیا، حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے کابل سے حرمین، حرمین سے عراق اور عراق سے دلّی کا سفر کیا۔

حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ کا مجاہدہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خلیفہ غلام محمد صاحبؒ دین پوری، بر جھنڈی شریف گئے، خادم کو کہا: میرا بستر نہیں ہے، سخت سردی ہے۔ خادم نے کہا: حضرت کو عرض کروں گا! حضرتؒ نے فرمایا: غلام محمد کو بلاؤ! حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ نے فرمایا کہ: غلام محمد بھی بستر میں سوئیں گے؟ اس کے بعد غلام محمد نے سترہ سال تک بغیر بستر کے پھوڑیوں میں گزارے، شیخ نے سارے ہند کی قطبیت کی خوشخبری سنائی۔

شیطان سے بچنا آسان، نفس سے بچنا مشکل ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: شرف الدین منیریؒ نے فرمایا کہ: شیطان سے بچنا آسان ہے «لاحول ولا قوة الا باللہ» یا «اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم» پڑھ لو، شیطان ہٹ جائے گا، لیکن نفس کے حملے سے بچنا بہت مشکل ہے، اس کا علاج صرف مجاہدہ ہے، یعنی ہمت کر کے نفس کی خواہش کے خلاف کرنا اور یہی بڑا جہاد ہے، نفس کہتا ہے: تم نے بڑی اچھی نماز پڑھ لی، بس نفس نے مار لیا۔

میرے لنگر کا کھانا ضائع مت کرو!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ جو کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کندیاں شریف والے کے پردادا پیر تھے، رات بارہ بجے بخاری شریف کا درس دیتے تھے، صرف آدھ گھنٹے کے لئے گھر جاتے تھے واپس آکر طلبہ کو دیکھتے تھے کہ کون جاگ رہا ہے اور کون سو رہا

ہے اور کون مراقبہ کر رہا ہے؟ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہو جاتے تھے اور اشراق کی نماز کے بعد تسبیح خانے میں تشریف لے جاتے تھے اور مریدوں کو بلا کر کہتے تھے: میرے لنگر کا کھانا ضائع نہ کرو، یعنی جس مقصد کے لئے آئے ہو، اس کو پورا نہ کیا تو لنگر کا کھانا ضائع کرنا ہوا، لنگر کا کھانا تو ذکر و شغل کرنے والوں کے لئے ہے۔

عشق جاگ رہا ہے اور تم سو رہے ہو

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: خواجہ ضیاء الدین رحمہ اللہ ایک اللہ والے گزرے ہیں، ان کا ذکر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے ملفوظات میں کیا ہے، اپنے مریدوں کو اٹھا کر کہتے تھے: تم لوگ عشق کا دعویٰ چھوڑ دو، ارے بد بختو! جاگو عشق جاگ رہا ہے، اور تم سو رہے ہو! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج کل رسمی پیر ہیں اور رسمی مرید ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ریاضت اور مجاہدہ

مجھے (راقم الحروف) کو حضرت صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ حاجی احمد نے بتایا کہ ایک دن ہم حضرت صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں بیٹھے تھے (حضرت صاحب رحمہ اللہ کو عید کی مبارک باد دینے گئے تھے) غالباً یہ ۱۹۸۰ء کے آس پاس کی بات ہو گی، مسجد کی چٹائی ایسے گرم تھی کہ عصر کے وقت چٹائی پر پاؤں جلتے تھے، مسجد کے حافظ سے پوچھا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے رمضان کہاں گزارا؟ جواب دیا اسی چٹائی پر گزارا ہے! حضرت صاحب رحمہ اللہ کمرے سے نکلے اور حافظ صاحب سے فرمایا کہ ان کو کمرے کی چارپائی پر سلا دو! فرمایا: حضرت صاحب رحمہ اللہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے میں چلتا پھرتا آپ کو دیکھتا ہوں، ایک

دن فرمانے لگے: ایسے نفی اثبات کرو جیسا کہ ۱۰۳ یا ۱۰۴ کا بخار ہوتا ہے، اگر ایسا نہ کیا تو میرے پاس مت آؤ۔ (یعنی ذکر الٰہی کی اتنی حرارت اور گرمی پیدا ہو جائے)۔ حضرت مولانا عمر پالن پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عشق الٰہی کی آگ سے تمام رذائل روحانیہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں، نہ حسد باقی رہتا ہے، نہ بغض، نہ عداوت، نہ کینہ، اسی لئے حضرات صوفیاء کثرت سے ذکر کرا کر حرارت اور گرمی پیدا کر دیتے ہیں) حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ اپنے مریدوں کو اس طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ بے شک بعض مرتبہ مرشد کی توجہ سے طالب کے قلب میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، جو خود محنت کرنے سے پیدا نہیں ہوتی، مگر صرف اس کیفیت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اگر خود کچھ نہ کیا جائے تو یہ کیفیت باقی نہیں رہتی، اس کی مثال حضرت تھانوی رحمہ اللہ دیتے ہیں کہ جیسے آگ کے سامنے بیٹھنے سے بدن گرم ہو جاتا ہے، لیکن گرمی باقی نہیں رہتی، جہاں سامنے سے ہٹ کر ہوا لگی بدن میں ٹھنڈک پیدا ہو گئی، اسی طرح اس کیفیت میں بھی پیر سے جدا ہوتے ہی یا توجہ کا اثر کم ہوتے ہی کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے علاوہ اپنی کمائی کی قدر بھی خوب ہوتی ہے، اور مفت کی چیز کی قدر نہیں ہوتی۔ مشہور ہے کہ ایک شخص ادھوڑی کا جوتا دوشالے سے جھاڑ رہا تھا، لوگوں نے پوچھا: یہ کیا؟ تو کہا: دوشالہ میرے والد کی کمائی ہے اور جوتا میری کمائی کا ہے۔

ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد
گوہرے طفلے بقرص نان دہد

اور جو لوگ اپنے بل بوتے پر کام کرتے ہیں، ان کی حالت ساری عمر یکساں رہتی ہے، البتہ انہیں شور وغل، اچھل کود نہیں ہوتی، اور نہ یہ مطلوب ہے

(ماخوذ از تجدید تصوف و سلوک ص ۹۶)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: گرہ مدہ کے اکثر نوجوانوں کے دل پاک ہیں، میں جب ان کو دیکھتا ہوں تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ ایک دفعہ احقر (راقم الحروف) حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ گرہ مدہ گیا، وہاں پر رات کو قیام کیا، احقر کو گرہ مدہ کے لوگوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفات نظر آئیں۔

اگر تم ہم سے یاری نہیں لگاتے ہم تمہارے یار ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ گاموں اکثر اللہ پاک سے مخاطب ہو کر کہتے کہ: اے اللہ! میں تجھ سے یاری لگاتا ہوں، تو میرا یار بن جا! پھر اس کو غربت، افلاس اور بیماری نے گھیر لیا، پھر کہا کرتا تھا: اے اللہ! میں آپ سے یاری نہیں لگاتا۔ ایک دن اللہ پاک کی طرف سے غیبی آواز آئی کہ اے گاموں: اگر تم ہم سے یاری نہیں لگاتے تو ہم تمہارے یار ہیں، اگر ہم تم سے یاری منقطع کریں گے تو ہم بے وفاؤں میں شمار ہوں گے، ہم بے وفائی نہیں کرنا چاہتے۔ (حق تعالیٰ کی محبت کا طریقہ ہی عجیب ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے بیوی بچوں کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنے کا حکم دے دیا، وہ اپنوں کو دنیا میں مجاہدات کی بھٹی میں ڈالتا ہے، از بندہ محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی توجہات

توجہ کیا ہے؟ اور توجہ کی دلیل

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "التکشف عن مہمات التصوف" میں سب سے پہلے جو وحی نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس کا واقعہ صحیح بخاری سے عربی متن اور ترجمے کے ساتھ نقل فرمایا جس میں حضرت جبریل علیہ السلام کا نبی کریم ﷺ کو تین مرتبہ دبانے کا ذکر ہے، پھر تحریر فرماتے ہیں: بہر حال اس کی ضرورت تھی کہ اس قراءت مأمور بہا کے اخذ اور تلقی کے لئے آپ ﷺ کی استعداد کی تقویت و تکمیل کی جاوے، اس غرض سے فرشتے نے آپ ﷺ کو کئی بار دبایا، تاکہ قوت توجہ و رحمت سے آپ ﷺ کے قلب میں تصرف کریں۔ اسی طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ انتہیٰ۔

یہ توجہ کی اصل ہے کہ شیخ، طالب کے دل کی طرف متوجہ ہو، اور ہمت باطنی سے نور باطنی اپنے قلب سے اس کے قلب میں ڈالے۔

علاوہ اس کے توجہ کی اصل وہ حدیث شریف ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

> اے ابو ہریرہ اپنی چادر بچھادے! تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر بچھادی، حضور ﷺ نے اس چادر میں تین مرتبہ تین لپ اپنے سینہ اقدس کی طرف سے بھر بھر کر اس میں ڈالے، پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ باندھ لے! انہوں نے اس چادر کو باندھ لیا، ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر اس روز سے میں کوئی بات جو سنی تھی نہ بھولا، برابر مجھ کو یاد رہا۔ علاوہ اس کے اور احادیث شریف سے بھی توجہ اور القاء کی اصلیت ثابت ہے (التکشف)۔

البتہ یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ جو لوگ محض شیخ کی توجہ وتصرف پر قناعت کر لیتے ہیں تو اس تصرف سے جو کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں، ان کو بقاء نصیب نہیں ہوتی۔ اصلی نفع وبقاء اپنی ہی محنت ومشقت کی چیزوں میں ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یاد رکھو کہ شیوخ صرف راستہ بتلانے کے لئے ہیں، کام کرنے کے لئے نہیں، کام تم کو خود کرنا چاہیے، کوئی شخص طبیب کے پاس جا کر اپنے امراض بیان کرے، اور جب وہ نسخہ تجویز کرے تو اس سے کہے: حکیم صاحب میری طرف سے آپ ہی پی لیں! تو ظاہر ہے ایسے شخص کو ساری دنیا احمق کہے گی، بس یہی حالت طالبین توجہ کی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہات:

ہر آنے والے کی طرف حضرت باطنی توجہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت توجہ فرمائیں! ارشاد فرمایا اسی مقصد کے لئے تو بیٹھا ہوں اور توجہ ہی تو دے رہا ہوں۔ لیکن فرمایا: بہت اخیر میں آئے ہو، اب بوڑھا ہو گیا ہوں، قویٰ جواب دے گئے، قوت توجہ نہ رہی۔ یہ بار بار فرمایا، کاش پہلے آتے! بندہ نے عرض کیا کہ: حضرت اخیر میں ہی تو سب کچھ ملتا ہے۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں، حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب دامت برکاتہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اگر کسی اللہ والے کی توجہ کا اثر دیکھا ہے تو وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ تھی۔ کہتے ہیں ایک دفعہ ان کا ایک مرید آیا، وہ بڑا جاگیر دار تھا، اس نے گڑبنیس کے لٹھے کی قمیص اور شلوار پہنی ہوئی تھی، پگڑی اس نے گلے میں ڈالی ہوئی تھی، وہ حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے ساتھ خانقاہ کے لنگر کے لئے دو خوبصورت دنبے لایا۔ جاگیر دار صاحب کی داڑھی نہیں تھی، حضرت خواجہ صاحبؒ کو ریش بریدہ لوگ اچھے نہیں لگتے تھے، خدام کو کہا: ان کو دنبوں کے ساتھ خانقاہ کی حدود سے باہر نکال دو! خدام نے نکال دیا۔ اب اس نے کیا کیا کہ جوتیاں اتار کر ایک جوتی دانتوں میں پکڑی اور حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا، حضرتؒ نے کہا: کیوں تنگ کرتے ہو؟ اپنے ساتھ بٹھایا اور ان پر توجہ ڈالی۔ حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ کے یہاں میں موجود تھا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ جاگیر دار حجرے کی چھت سے جا لگے، دو دفعہ یہ عمل ہوا، اس کے بعد اس جاگیر دار نے توبہ کر لی اور اس کو داڑھی رکھنے کی توفیق ہو گئی۔ یہ اللہ والوں کا اصلاح کرنے کا اپنا طریقہ اور رنگ ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک اور واقعہ بیان کیا:

حضرت خواجہ غلام حسنؒ ایک ہندو کو اپنے باغ میں لے گئے، ہم بھی حضرت خواجہ غلام حسنؒ کے ساتھ تھے، حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے مجھے گنا نکال کر دیا اور ایک گنا ہندو کو بھی دیا، ہندو نے کہا: حضرت!

آپ جتنی کوشش کرلیں، میں مسلمان نہیں ہوں گا۔ حضرتؒ نے باغ میں ان پر توجہ ڈالی، ہندو گر گیا اور بے ہوش ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آیا، جب افاقہ ہوا تو حالت بدلی ہوئی تھی، اور کہا کہ: مجھے کلمہ پڑھاؤ! حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے کلمہ تلقین کیا اور وہ ہندو مسلمان ہو گیا۔

حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ اور لطائف کا چالو ہونا

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: بڑے بھائی گاموں حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی مجلس میں خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت ان کا صرف لطیفہ قلب جاری تھا، باقی لطائف جاری نہیں تھے، ان کے سامنے حضرت خواجہ غلام حسنؒ نے ایک عالم دین کو ایک لطیفہ پر نیا سبق دیا، تو انہوں نے ٹھنڈی آہ بھری اور دل میں کہا کہ اگر میں عالم دین ہوتا تو حضرتؒ مجھے بھی دوسرا سبق دیتے۔ اسی رات کو مسجد میں سو رہے تھے کہ حضرت خواجہ غلام حسنؒ رات کو مسجد میں آئے، یہ استقبال کے لئے اٹھنا چاہتے تھے، مگر نہ اٹھ سکے، حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاتھ میں عصا تھا، حضرتؒ نے قریب آکر عصا کا سرا گاموں کے لطیفہ روح، سر، نفس، خفی اور اخفاء وغیرہ پر یکے بعد دیگرے رکھا اور ہر لطیفہ پر تین دفعہ اسم ذات (اللہ تعالی کے نام) کی ضرب لگائی، گاموں بھائی فرماتے ہیں: اسی وقت میرے سارے لطائف جاری ہو گئے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے بھائی حافظ گاموں ساری ساری رات اللہ پاک کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

اشاروں سے لطائف کا جاری ہونا

لطائف کا ذکر ہو رہا تھا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے تین شیخ تھے، تینوں کے تین وقت کے قطب و غوث اور قیوم تھے، اور ان کے اشاروں سے لوگوں کے لطائف جاری ہو جاتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ، دوسرے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور تیسرے شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تھے۔

خواب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی توجہات اور مریدین کا بیعت ہونا

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ عجیب تھی، خواب میں توجہ کی وجہ سے کئی لوگ حضرتؒ سے بیعت ہوئے۔ ایک دو واقعات قارئین کے لئے بیان کرنا احقر مناسب سمجھتا ہے۔

مؤرخہ ۲۶۔۸۔۱۹۹۸ء کی بات ہے، آج کل لوگ اور خصوصا علمائے کرام حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف بہت متوجہ ہیں، ان میں سے کئی ایک خوابوں کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ پروفیسر نصرت اللہ کے بڑے بھائی جو کہ آج کل رائے ونڈ میں شعبہ مستورات میں مقیم ہیں، اور بطور زراعت ریسرچ آفیسر محکمہ سے ریٹائر منٹ لے چکے ہیں، تبلیغ میں کئی سفر بیرون ملک کر چکے ہیں، خواب کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔

ان کے چھوٹے بھائی پروفیسر نصرت اللہ اور گھر کی مستورات بھی حضرتؒ سے بیعت ہو چکی تھیں، لیکن یہ بیعت کرنے سے ہچکچاتے تھے، آخر کار خواب کی وجہ سے حضرتؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے بتلایا کہ: میں نے خواب دیکھا کہ میں سویا ہوا تھا، دیکھتا ہوں کہ میری پیٹھ کی طرف ایک گز کے فاصلے پر ہاتھ کی پانچ انگلیاں سمٹ کی میرے دل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں، اس کے بعد ان انگلیوں سے نور کا ایک برمہ نکلتا ہے جو کہ میرے دل میں پیوست ہو جاتا ہے، وہ برمہ میرے دل میں ڈرل کرتا ہے، میرا نفس زور زور سے چیختا ہے، جیسے جیسے برمہ چلتا ہے، میرے دل سے پیپ خارج ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ تمام گند خارج ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد میرے نفس کو آرام آجاتا ہے اور برمہ ڈرلنگ بند کر دیتا ہے۔ فرمایا: میں جب پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کھڑے ہوتے ہیں، اور وہ نور کا برمہ ان کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اسی طرح ان کے چھوٹے بھائی پروفیسر نصرت اللہ بھی خواب کے ذریعے حضرت خلیفہ صاحبؒ کے طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ میرے استاذ خاص کر ڈاکٹر عبد السلام (راقم) اور حافظ محمد رمضان کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالی نے آپ کو کس کام میں لگا دیا ہے، یونیورسٹی میں پڑھانا یہ کوئی کام ہے، یہ تو دین کی خدمت نہیں ہے، تو انھوں نے کہا: میں خواب میں ہی اللہ تعالی سے گلہ کرتا ہوں کہ میرے دوست مجھے طعنہ دیتے ہیں، اوپر سے آواز آتی ہے: اچھا ہم آپ کو اور یونیورسٹی میں داخل کرتے ہیں۔ اس کے بعد میں دیکھتا ہوں کہ اپنے آپ کو (شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے مدرسہ نعمانیہ میں بیٹھا ہوا پاتا ہوں۔ دو ہفتے کے وقفے کے بعد پھر خواب دیکھتا ہوں کہ غیب سے آواز آتی ہے کہ ہم نے آپ کو دوسری یونیورسٹی میں داخل

کر لیا ہے اور میں اپنے آپ کو مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحبؒ کے سامنے دو زانو بیٹھے پاتا ہوں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ مجھے کہتے ہیں: آپ کو داخلہ دیتے ہیں، لیکن آپ پگڑی تو باندھیں گے، میں اللہ یعنی غیب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ اس میں دوسری چوائس نہیں ہے؟ یعنی آیا کہ کیا میں پگڑی کی جگہ ٹوپی پہن سکتا ہوں؟ غیب سے آواز آتی ہے، یعنی دھمکی ملتی ہے کہ اب ان سے دوسری بات کے لئے اجازت لینی ہوگی۔ اس کے بعد نصرت اللہ کو احقر حضرت خلیفہ صاحبؒ کے پاس لے جاتا ہے اور وہ بیعت ہو جاتا ہے۔

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی توجہات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میں کوئٹہ میں حضرت شمس الحق افغانیؒ سے اسباق لے رہا تھا، ایک دن عصر کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ چمن میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، مجھے اپنے سامنے ایک کرسی پر بٹھایا، حضرتؒ اخبار پڑھنے میں مصروف تھے، لیکن میرے قلب کی طرف متوجہ تھے۔ حضرتؒ خلیفہ صاحب نے فرمایا: میرا لطیفہ قلب جاری ہو گیا اور میرا قلب پھٹنے کے قریب تھا۔ میں نے حضرتؒ کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے: حضرت! بس کرو، مزید برداشت نہیں کر سکتا۔

حضرتؒ فرمانے لگے: خلیفہ صاحب! بس، بس۔ میں نے کہا: حضرت! بس کرو، مزید سکت نہیں ہے (اللہ والوں کی توجہ کا خاص اثر ہوتا ہے)

مزید فرمایا: ایک دفعہ علامہ حضرت شمس الحق افغانیؒ مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے تھے، مہمان خانے میں ان کا رات کا قیام تھا، ان

کی خدمت میرے ذمہ تھی، میں ساری رات جاگتا رہا اور ان کی خدمت کرتا رہا، صرف تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگی، میرا سارا جسم پاؤں سے لے کر سر تک اسم ذات سے طلاطم مار رہا تھا، یہ ان حضراتؒ کی توجہات کی برکات تھیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ اور دُوسری اہم باتیں جو احقر نے وقتاً فوقتاً محسوس کیں

احقر نے ۱۹۹۲ء میں حضرتؒ سے تعلق جوڑا، اس کے فورا بعد رمضان المبارک کا مہینہ تھا، احقر رات کو سوتے وقت ایصالِ ثواب کے بعد اور قرآنی آیات کی تلاوت کے بعد عجیب خوشبو محسوس کرتا تھا، کبھی کبھی تراویح کے دوران یہ سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، سب سے پہلے یوں ہوا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ جو اِنتہائی سادہ اور مخلص ہیں، اور گرہ مدہ سے ان کا تعلق ہے (حاجی احمد) وہ حضرت صاحب رحمہ اللہ سے ملنے ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے تھے، رات کو ان حضرات کا کھانا احقر کے ہاں تھا، احقر نے ان حضرات کو ثرید کھلائی، جسے ہماری قوم میں عرفِ عام میں ”ثوبت“ کہتے ہیں، کھانا کھانے کے بعد ہم حضرت صاحب رحمہ اللہ کو شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب کے مدرسے کے مہمان خانے میں چھوڑنے جا رہے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے اپنی مسجد محلّہ نوازش علی پاوندہ بازار کی سکونت چند سال کے لئے چھوڑ دی تھی، اور شیخ الحدیث صاحب کے مدرسے کے مہمان خانے میں چند سال قیام رہا، کیونکہ وہاں پر اٹیچ باتھ کی سہولت موجود ہے، جب ہم سرکلر روڑ پر اِسلامیہ ہائی اسکول کے قریب گزر رہے تھے کہ گاڑی میں اچانک عجیب کستوری کی طرح خوشبو شروع ہو گئی، احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ سے کہا: حضرت

!عجیب عجیب خوشبو آرہی ہے اچانک شروع جاتی ہے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ ہوتا رہتا ہے!

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی ایک توجہ سے سارے لطائف کا جاری ہونا

ایک دفعہ شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمٰن صاحب خانو خیلی (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) والے نے کہا: میں نے ۱۹۷۸ء میں ایک کتاب میں سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کا واقعہ پڑھا جو کہ حضرت سیّد ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ نے لکھا تھا، اور فرمانے لگے: حضرت سیّد صاحب رحمہ اللہ جب جہاد کے دورے پر تھے تو مختلف مقامات پر لوگوں کو اکٹھا کر کے کسی ایک پر توجہ ڈالتے تو اس کے سارے لطائف چالو ہو جاتے تھے، اور وہ مجمع اس شخص کے حوالے کر دیتے تھے، اور پھر دُوسرں کی تربیت کرتے تھے۔ فرمایا: میں سوچ میں پڑ گیا کہ آج کل تو اس قسم کے بزرگوں کی موجودگی ناممکن ہے، لیکن جب حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ نے میرے اُوپر توجہ کی اور میرے سارے لطائف جاری ہو گئے تو مجھے سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کی توجہ یاد آگئی۔

حضرت خلیفہ صاحب کے کچھ حالات ان کے خلفاء اور مریدین کی زبانی

احقر (راقم الحروف) نے حضرتؒ کے چیدہ چیدہ خلفاء اور کچھ مریدین سے حضرت خلیفہ غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معلومات حاصل کیں، ان حالات کو عوام الناس کے فائدہ کی خاطر کتاب کی زینت بنایا جارہا ہے۔

شیخ احمد کا تعلق گرہ مدہ سے ہے، حضرت صاحب رحمہ اللہ کے اوّلین اور اجل خلفاء میں سے ہیں، پیشے کے لحاظ سے اسکول میں اُستاذ ہیں، تبلیغ میں ماشاء اللہ چار مہینے لگا چکے ہیں، انہوں نے حضرت خلیفہ صاحبؒ کے چند واقعات بیان کئے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی غائبانہ توجہ اور ذِکر کی تلقین

فرمایا: جمعہ کی رات تھی، میں سویا ہوا تھا، اپنے گھر میں ایک آواز سنتا ہوں، جیسے آدمی دروازے پر کھڑا ہو، جب گھڑی دیکھی تو تہجد کا وقت تھا، میں نے وضو کیا، لالٹین جلائی، گھر والی نے کہا: میرے دِل میں سخت درد ہے، میں نزدیک گیا، میرا ہاتھ کسی نے اس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا صبح میں ڈیرہ اسماعیل خان شہر آیا، حضرت صاحب رحمہ اللہ اپنی مسجد (محلّہ نوازش علی) کے حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے، جہاں پر ہماری ملاقات ہوئی، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے گزشتہ رات آپ کو آواز دی، میں نے آپ کو ذکر کی تلقین کی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کے گھر والوں کو بھی ذِکر بتایا۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ کی ایک پیشین گوئی

حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ اجل غالباً حاجی احمد (مدہ والے) نے احقر سے کہا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ ایک دن فرمارہے تھے: جب تک میری ساری اولاد کی شادی نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے روزگار پر نہیں لگتے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ زندگی ان کے ساتھ وفا کرے گی۔

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کی روایت

موضع لونی، تحصیل کلاچی سے ان کا تعلق ہے، حضرت خلیفہ غلام

رسول صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، انہوں نے فرمایا کہ: حضرت صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ارشد حضرت مولانا حبیب اللہ شاہ صاحب فاضل دیوبند جب فوت ہوگئے تو حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ان کی قبر پر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ: جب میں شاہ صاحب کی قبر کی طرف تمہارے گھر سے چلا، ان کی قبر مجھے نظر آرہی تھی، آپ کی نظر میں شاہ صاحب مردہ ہیں، فرمایا: آپ صاحبِ بصیرت لوگوں کو لے آئیں، ان سے پوچھیں کہ شاہ صاحب کا مقام کیا ہے، اللہ پاک نے ان کو قبر میں غوثیت عطا کی ہے۔

صاحبِ قبر پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ کا اثر

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب نے فرمایا: میرے ماموں مولانا محمود صاحب فاضل دیوبند کوٹ اعظم والے پہلے حضرت مدنیؒ کے مرید تھے، اس کے بعد ایسے ہی رہے، فوت ہونے سے چند سال قبل مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ (چکوال) سے بیعت ہوگئے، لیکن حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی خصوصی محبت تھی۔ فرمایا: جب بھی حضرت صاحب خلیفہ رحمہ اللہ تشریف لائیں، مجھے بتادیا کریں۔ میں ان کو کوٹ اعظم اطلاع دے دیتا تھا اور وہ لونی حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے تھے، مرض الوفات میں مجھے فرمایا: حضرت صاحب کے پاس جاکر ان کو میرا خصوصی سلام عرض کرو اور میری طرف سے خصوصی وظیفہ کہہ دیں۔ لیکن یہ بات نہ ہوسکی۔ مولانا اس مرض میں رُخصت ہوگئے، وفات کے بعد میں نے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بات کی، فرمایا: کسی دن آجائیں کوٹ اعظم میں ان کی قبر پر فاتحہ پڑھیں گے۔ کچھ مدّت بعد میں ڈیرہ گیا، مدرسہ نعمانیہ کے

مہمان خانے میں میرا قیام تھا، صبح ہم نے لونی آنا تھا، جب ہم بیدار ہوئے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ رات کو میں نے حضرت اِمدادُاللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی رُوح کے لئے فاتحہ پڑھی، پھر میں مولوی محمود صاحب کی طرف متوجہ ہوگیا، اللہ کے فضل سے ان کے ساتوں لطائف قبر میں چالو ہوگئے، اس کے بعد ہم لونی سے ہوتے ہوئے کوٹ اعظم چلے گئے اور ان کے لئے کوٹ اعظم میں فاتحہ پڑھی۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی توجہ کا زبردست اثر

ایک دفعہ احقر صبح چھٹی کے دن حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی مسجد (محلّہ نوازش) کے حجرے میں حاضر ہوا، سردیوں کے دن تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ اکیلے تھے، کوئلے کی انگیٹھی جلا رکھی تھی، حال احوال کے بعد احقر اور حضرت صاحب رحمہ اللہ دونوں مراقب ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد احقر نے محسوس کیا کہ سینہ پھٹنے کے قریب ہے، اور اگر یہی حالت مزید تھوڑی دیر کے لئے جاری رہی تو دِل پھٹ جائے گا۔ احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے گھٹنے کو پکڑ لیا کہ حضرت! بس کرو، بس کرو! حضرت صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: کیوں ڈاکٹر صاحب؟ احقر نے عرض کیا: حضرت! مزید برداشت نہیں ہے۔

ایک دفعہ رمضان المبارک میں تراویح کے دوران کبھی کبھی یہ حالت ہو جاتی تھی۔ جب احقر نے ۱۹۹۲ء میں حضرت صاحب رحمہ اللہ سے رُوحانی تعلق قائم کیا تو حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ڈاکٹر صاحب! آپ میرے پاس بہت تاخیر سے آئے، حالانکہ میں بھی ڈیرہ میں تھا، اور تم بھی ڈیرہ میں تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور توجہ

نہیں ڈال سکتا، توجہ کے لئے بڑی قوّت لگانی پڑتی ہے۔ احقر نے درخواست کی کہ : میں بہت مصروف ہوں، مجھے شارٹ کٹ (مختصر) راستے پر لے جائیں! حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسا ہی کریں گے! اللہ ربّ العزّت کے فضل و کرم سے ۱۹۹۵ء میں تکمیل ہوگئی۔ حضرت ؒ کی تربیت کا انداز عجیب تھا، ہر سالک کو انفرادی طور پر توجہ اور باقاعدگی کے ساتھ اسباق دیتے تھے، ایسا بہت کم شیوخ کو کرتے دیکھا گیا ہے۔

حضرت لاہوریؒ، حضرت افغانیؒ اور حضرت دین پوریؒ کی برکات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ سے) فرمایا:
اس دن جو سادہ دیہاتی سانولے رنگ والا آیا ہوا تھا وہ کسی اور کا مرید تھا اور میرے حلقے میں داخل ہونا چاہتا تھا، میں نے اس پر توجہ کی اور اس کے سارے لطائف چالو ہوگئے اور وہ عالم اِستغراق میں چلا گیا، حضرتؒ نے فرمایا: مجھے خود سمجھ نہیں آتا کہ یہ لطائف کیسے چالو ہو جاتے ہیں، حالانکہ میں تو خالی ہوں۔ فرمایا : حضرت لاہوریؒ، حضرت سوائیؒ سارے ایک ایک لطیفہ پر تلقین کیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ، حضرت افغانی رحمہ اللہ، حضرت امروٹی رحمہ اللہ اور حضرت دین پوری رحمہ اللہ کی برکات ہیں۔

شیخ کی توجہ کا اثر دور سے بھی ہوتا ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ شیخ کی مثال کونج پرندے کی طرح ہے۔ فرمایا: کونج ایک پرندہ (چڑیا) ہے، جو کہ انڈے

پہاڑوں پر (سائبریا) دیتی ہے، پھر ہندوستان، پاکستان کی طرف سفر کرتی ہے، وہ کونج اپنی توجہ سے اپنے انڈوں کو پکاتی ہے، اسی طرح شیخ کامل لاکھوں میل دور سے اپنے مریدوں پر توجہ ڈالتا ہے۔ فرمایا: میرے بڑے بھائی حافظ غلام محمد قرآن کا درس پڑھاتے تھے، ہمارے گھر کے پیچھے اللہ داد رہتا تھا، وہ حضرت تونسوی رحمہ اللہ کا مرید تھا، بھائی نے حضرت تونسوی رحمہ اللہ کی خواب میں زیارت کی، حضرت تونسوی رحمہ اللہ سے کہا ہمارے گھر آ جائیں، حضرت تونسوی رحمہ اللہ نے فرمایا: آج میں اپنے مرید کے گھر جا رہا ہوں، آپ کے گھر تو روزانہ ہوتا ہوں (مطلب یہ تھا کہ آپ کی طرف تو ہر وقت متوجہ رہتا ہوں)۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے احقر (راقم الحروف) سے فرمایا کہ: میں یہاں لعل ماہڑہ سے آپ پر ریاض میں توجہ ڈالتا تھا (اس وقت ڈاکٹر عبد السلام صاحب ریاض میں ہوتے تھے) عبد الرحیم شاہ پر لکی مروت میں توجہ ڈالتا تھا۔ فرمایا: مولانا اجمل قادری صاحب، مولانا قاضی عبد الکریم صاحب اور شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب کے مدارس پر یہاں سے نظر رکھتا ہوں۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ سید احمد شاہ صاحب سرگودھا والے دار العلوم دیوبند گئے، جس وقت حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا دیوبند میں انتقال ہو گیا تھا، ان کے جنازے میں شرکت کے لئے دیوبند گئے، پھر وہاں پر پڑھتے رہے جب حضرت سید احمد شاہ صاحب دیوبند میں دورے سے فارغ ہو گئے، تو حضرت مدنی رحمہ اللہ سے فرمایا: مجھے بیعت کر لیں! حضرت مدنی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بیعت کے بعد شیخ کی صحبت ضروری ہے! اس کے بعد سید احمد شاہ صاحب، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: صحبت ضروری ہے شیخ کی توجہ سے دل

کی صفائی ہوتی ہے اور لطائف چالو ہو جاتے ہیں۔

فیضان نظر

ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحبؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدینؒ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: میں نے اپنی آنکھوں سے اگر کسی اللہ والے کی توجہ کا اثر دیکھا ہے تو وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی توجہ تھی۔

خواب کی حقیقت اور شریعت میں خواب کا حکم

خواب اپنے لئے دیکھنا، یا کوئی دوسرا اس کے لئے دیکھے، یہ حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: «قالوا وما المبشرات یا رسول اللّٰہ»؟ اے اللہ کے پیارے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الرؤیا الصالحۃ» (صالح خواب) (موطا امام مالک، باب ماجاء فی الرؤیا) اور یہی تفسیر ہے اللہ تعالی کے اس ارشاد کی: «لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ» (یونس ۶۴) یعنی دنیا کی زندگی میں ان کے لئے خوشخبری ہے۔

دوسری روایت ہے:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ: أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ، فَكَانَ لاَ يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ.

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۱، حدیث نمبر:۳)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی، اور جو خواب دیکھتے تھے، نور صبح کی طرح اس کا ظہور ہو جاتا تھا۔

سچا خواب ایک حال محمود ہے، حدیث پاک سے اس کا وقوع ثابت ہوتا ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ خواب کی تین قسمیں ہیں:

(۱) حدیث نفس (خیالات)

(۲) تخویف الشیطان (شیطان کا ڈرانا اس لیے کہ وہ دشمنی کی وجہ سے غمزدہ کرنے کے لئے ناپسندیدہ امور دکھاتا ہے)۔

(۳) بشارت من اللہ (اللہ تعالی کی طرف سے خوشخبری)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں کوئی برا خواب دیکھے تو بائیں طرف تین بار تھتکار دے، اور تین بار "اعوذ باللہ" پڑھ لے، اور جس کروٹ پر تھا اس کو بدل دے (مشکوۃ ص: ۳۹۴، کتاب الرؤیا)۔

بعض ناواقفان سلوک کو دیکھا ہے کہ خواب پر ان کو بہت ہی نظر ہوتی ہے۔ اچھے خوابوں کی کمی ہو جائے تو اللہ تعالی سے دوری کی علامت سمجھ کر مغموم اور متفکر ہو جاتے ہیں، اچھے خواب نظر آ جاتے ہیں تو اس کو منتہائے مقصود سمجھ کر ناز کرتے ہیں، کوئی واقعہ نظر آ جاتا ہے تو اس پر پورا اعتماد کر لیتے ہیں، اگر کوئی برا خواب نظر آ جاتا ہے تو پریشانی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں ان سب کا غلط ہونا صاف صاف معلوم ہو گیا اور بُرے خواب کے ضرر اور نقصان سے بچنے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

غرض خواب اتنی بڑی چیز نہیں جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے، اصل فکر حالتِ بیداری کی کرنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ہے یا ناپسندیدہ۔۔۔؟ کسی کا شعر بہت پسند آتا ہے:

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

ترجمہ: نہ رات ہوں، نہ رات کا پرستار ہوں کہ خواب کی باتیں کہوں، آفتاب کا غلام ہوں، آفتاب کی باتیں کرتا ہوں۔ (از شریعت وطریقت ص: ۳۰۴، ۳۰۵)

اس موقع پر مولانا محمد بلال نے فرمایا: مجھ کو حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری رحمہ اللہ کی بات یاد آتی ہے کہ نظام الدین مرکز تبلیغ میں ایک شخص نے حضرتؒ کو میرے سامنے آکر کہا: حضرت! میں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ حضرتؒ نے فوراً جواب میں فرمایا: تم نے مجھ کو ابھی جاگتے ہوئے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ بیداری میں مجھ کو دیکھنا زیادہ مضبوط اور بڑے درجے کی بات ہے، بہ نسبت خواب کے۔

پردہ فرمانے کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی پیش گوئی

نومبر ۲۰۰۶ء میں احقر کی تشکیل بطور ذمہ دار پانچ اشخاص کے ساتھ رائے ونڈ سے ہالینڈ اور بلجیم کے لئے ہوئی، اسلام آباد ویزے کے حصول کے لئے جانے سے پہلے پچاس دن اندرون ملک تشکیل میں گزارے، اس کے بعد اسلام آباد چلے گئے، رائے ونڈ میں شعبہ خطوط کے احباب خصوصاً عبد القیوم

صاحب ایبٹ آباد والے کہہ رہے تھے کہ ہالینڈ کا ویزہ مشکل ہے، پندرہ سال سے کسی جماعت کو نہیں ملا، کچھ وقت گزار لیں، پھر دوسرا ملک دے دیں گے۔ پنڈی مرکز کے حضرات بھی یہی کہتے تھے کہ ہالینڈ کا ویزا بہت مشکل ہے، تین چار مہینے کے بعد دوسرے ملک کے لئے درخواست پیش کر دیں۔

ہم رائے ونڈ میں تھے، اسلام آباد ابھی نہیں گئے تھے، جماعت کے ایک ساتھی فخر زمان صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ فرمانے لگے: آپ لوگ پریشان نہ ہوں، آپ کی جماعت ہالینڈ جائے گی۔ دوسری دفعہ خواب میں زیارت ہوئی، خواب میں حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی قبر پھٹی، اس سے نور نکلا، ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے اوپر پڑا، پھر خواب دیکھنے والے پر پڑا، اس کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور ساری جماعت کو بٹھا کر ہدایات دیں۔ ڈاکٹر صاحب کو خصوصی ہدایات دیں، دعائیں دیں، جماعت جہاز میں بیٹھی، جہاز ہوا میں اڑا اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے جماعت کو الوداع کہا۔

ہم لوگ چونکہ شریعت کے مکلف ہیں، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے اعمال برابر کرتے رہے اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے اس لائن کے لئے جو اعمال بتائے تھے وہ بھی احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب) کرتا رہا، ظاہراً تو ویزا لگنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی، لیکن اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے ویزا لگوا دیا اور ساری جماعت کا ویزہ لگا، بخلاف پندرہ سال پہلے بعض جماعتوں میں چند کے ویزے لگتے تھے اور بعض کے نہیں لگتے تھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی پیشین گوئی کو سچ کر دکھایا۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ایک خواب از ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم

جس دن حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ فوت ہوئے، اس کی اگلی رات ان کے بھائی کی اہلیہ یا ان کے بھتیجے کی اہلیہ نے خواب میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی زیارت کی حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا تو اتنا جلدی دنیا سے جانے کا اردہ نہ تھا (حضرت کی خواہش تھی کہ سب بچیوں کی رخصتی ہو جائے، ایک بچی کی ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی) چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھے اپنے ساتھ جانے کے لئے کہا، مجھے ان سے شرم آئی، اور میں انکو انکار نہ کر سکا اور ان کے ساتھ چل دیا۔ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں پہلے سے میری قبر میں تخت کا انتظام کیا ہوا تھا، یعنی تخت بچھا ہوا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کی پیش گوئی

احقر (ڈاکٹر عبد السلام صاحب حفظہ اللہ) جب حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے تربیت لے رہا تھا تو مبشرات (رؤیائے صادقہ) کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ احقر، حضرت خلیفہ صاحبؒ کو خواب بتاتا تھا اور حضرت ساتھ ساتھ تعبیر دیتے تھے، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

"ڈاکٹر صاحب! ایک وقت آئے گا کہ بڑے بڑے لوگ آپ سے فیض حاصل کریں گے"۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی بات سن کر احقر سکوت اختیار کر لیتا تھا کہ حضرت خلیفہ صاحبؒ احقر کی حوصلہ افزائی کے لئے کہہ رہے

ہیں۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک ایک پیشین گوئی صحیح ثابت ہو گئی، اللہ والے دل کی آنکھ سے دیکھ لیتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک مبارک خواب اولیائے کرام کی ضیافت

رمضان المبارک کی ایک رات تراویح کے بعد احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) کے پاس "اِکمال الشیم" کتاب تھی، جس کا حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے مطالعہ شروع کر دیا، احقر جب سحر کے وقت حضرت صاحب رحمہ اللہ کے لئے سحری لایا تو حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ڈاکٹر صاحب! ایک خوشخبری سناؤں گا۔ اور فرمایا: میں نے اس گھر کا حق ادا کر دیا۔ اِشراق کے بعد بتایا کہ رات کو آپ کا سارا گھر نور سے بھرا ہوا تھا، اور یہ نور آسمان تک پھیلا ہوا تھا، سیّد عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ سے لے کر تقسیم ہند سے پہلے تک کے دیوبند کے علماء وفقہاء حضرات کی زیارت ہوئی، اہل اللہ اور علماء کا ایک کثیر مجمع تھا، قیامت کے موضوع پر حضرات نے بیانات کئے، حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی رحمہ اللہ نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا: آپ بھی بیان کریں، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے معذرت کی لیکن حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے اِصرار پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے اخیر میں مختصر بیان کیا۔ پھر دستر خوان بچھ گیا، اور دستر خوان ڈاکٹر صاحب کا تھا، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ خدمت کر رہے تھے، حضرت غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کہہ رہے تھے: مجھے نیچے سے دال اور گوشت نکال کر دے دیں۔ خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: رات کو میں نے ان حضرات کے لئے ایصالِ ثواب

کیا تھا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک اور مبارک خواب

حضرت لاہوری رحمہ اللہ سے خلافت کے بعد حضرت صاحب رحمہ اللہ نے شادی کی، اولاد ہوئی، حضرت صاحب رحمہ اللہ کے تین بیٹے اور غالباً پانچ یا چھ بیٹیاں ہیں، باقی سب کی شادی ہو گئی، صرف ایک چھوٹی بیٹی رہ گئی ہے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو اکثر غربت، افلاس، بیماریوں اور پریشانیوں نے گھیرے رکھا، حضرت صاحب رحمہ اللہ ڈیرہ شہر میں اپنی مسجد محلّہ نوازش علی اور بعد میں شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب کے مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں رہتے تھے اور دو یا تین مہینے کے بعد گھر کا چکر لگاتے تھے۔ گھر میں اکثر بیماری رہتی تھی، افلاس و غربت بھی رہتی تھی، جس کی وجہ سے حضرت صاحب رحمہ اللہ پر پریشانی رہتی تھی۔ غالباً ۱۹۹۸ء میں عید الاضحیٰ کی رات حضرت صاحب رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا جب احقر حضرت صاحب رحمہ اللہ کو عید کی مبارک باد دینے کے لئے گیا تو حضرت صاحب رحمہ اللہ نے احقر کو خوشخبری سنائی اور ایک خواب بیان کیا کہ فضا (ہوا) کے اندر تخت معلّق ہے اور اس تخت پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شمس الحق افغانی، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور سلسلے کے اور اکابرین بیٹھے ہوئے ہیں، اور حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: آپ پریشان کیوں ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں کہ: آخر میں انسان ہوں، مجھے غربت، افلاس، بیماریوں نے گھیرا ہوا ہے، اس لئے پریشان ہوں۔ حضرات جواب دیتے ہیں: آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے،

کیونکہ ہم نے آپ کو خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ دیے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ پوچھتے ہیں کہ کون سے خواجہ غلام حسن؟ وہ تو فوت ہو گئے ہیں! حضرات کہتے ہیں: یہ (ڈاکٹر عبدالسلام مدظلہ) تمہارے لئے خواجہ غلام حسن ہے! حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ جواب دیتے ہیں: اگر میرے لئے خواجہ غلام حسن ہیں تو میں اس کے لئے خواجہ سراج بن جاؤں گا۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے احقر کو خوشخبری سنائی۔

ایک خواب کی تعبیر

مؤرخہ ۵ جون ۱۹۹۷ء کو سحری کے وقت حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جس رات میں گھر چلا گیا اور صبح الیکشن تھے، الیکشن ۱۹۹۷ء کی رات کو عجیب خواب دیکھا کہ میں قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوں، مجھے صرف ایک جملہ نظر آیا، باقی سارے الفاظ مٹے ہوئے تھے، صاف کاغذ نظر آرہا تھا، کوئی لفظ نہیں تھا، حضرتؒ نے کہا: میں نے زندگی بھر ایسا خطرناک خواب نہیں دیکھا، اس الیکشن میں کسی عالم دین کا انتخاب نہیں ہوا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فضل کرے، قرب قیامت میں قرآن کے الفاظ اٹھا لئے جائیں گے، ورق سارے خالی ہوں گے، علماء کے بارے میں بھی آیا ہے کہ علمائے حق ختم ہو جائیں گے، اس کے بعد قرآن کے حروف و معانی اٹھا لئے جائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: دین کی سمجھ رکھنے والا کوئی شخص منتخب نہیں ہوا، اسلام کی پیچیدگیاں تو علمائے کرام جانتے ہیں، یہ تو عوام ہیں، خواہ کتنی ڈگریاں بھی رکھتے ہوں، فرمایا: علمائے حق کی مخالفت دین کی مخالفت ہے۔ فرمایا: لوگوں میں علماء کی پہچان نہیں آئی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مولانا علاء الدین صاحبؒ کو لوگوں نے

ووٹ نہیں دیئے، حالانکہ جید علماء میں سے ہیں۔ فرمایا: جب حضرت مرزا مظہر جانان جاںؒ شہید ہوئے حضرتؒ کے ایک خلیفہ نے ان کے مرنے سے پہلے خواب میں دیکھا کہ قرآن پڑھتا ہوں اور نصف قرآن آسمانوں پر اٹھ گیا ہے، حضرت مرزا صاحبؒ نے فرمایا: میرے بعد اولیائے کرام کے مقامات ختم ہو جائیں گے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرتؒ کے خواب میں اور میرے خواب میں تقریباً ڈھائی سو سال کا عرصہ گزر گیا۔ فرمایا: اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ مجھے اسلام کی تکلیف نہ دکھائے، اللہ پاک اہل اسلام کو اپنی پناہ میں رکھے اور اس محرومی سے بچائے، اللہ پاک سچے دین میں رکھے، حضرتؒ نے دعا پڑھی :«اللّٰهُمَّ انی اعوذ بك من ضيق يوم القيامه»۔ فرمایا: اسمبلی میں سب جانور منتخب ہو گئے ہیں، فرمایا: جیسا کہ قرآن پاک کے نویں پارے میں آیت آتی ہے کہ ان کے دل بھی ہیں، آنکھیں بھی ہیں، کان بھی ہیں۔

فرمایا: جانور، مالک کے گھر کو جانتا ہے، جب جانور چرنے کے لئے جنگل میں جاتے ہیں، واپسی پر گھر آتے ہیں، لیکن انسان اللہ تعالی کا باغی بن گیا ہے، اللہ تعالی کی قدرتوں کو دیکھنے کے باوجود اللہ تعالی کی حکیمانہ حکمت کو دیکھ کر بھی خلقت نافرمان ہے۔ فرمایا: اللہ تعالی نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے، کشتی کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر کون لے جاتا ہے؟ انسان اپنی حقیقت کو نہیں جانتا، اگر یہ حقیقت کو پہچان لیتا تو گمراہی سے نکل جاتا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: انسان کی حقیقت کیا ہے؟ منی کا ایک ناپاک قطرہ ہے، اسی پیٹ میں رہتا ہے جو غلاظت سے بھرا ہوا ہے، جب دنیا سے باہر آتا ہے تو اسی ناپاک جگہ سے گزر کر آتا ہے، یہ تو انسان کی حقیقت ہے، روزمرہ کے واقعات انسان دیکھتا ہے، لوگ دنیا سے جا رہے ہیں، مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، سب

جارہے ہیں لیکن پھر بھی بے توجہی ہے اور انسان اندھا ہے۔

کافر کے لئے مسمریزم اور ولی کے لئے کرامت

احقر (حضرت ڈاکٹر عبد السلام مد ظلہ) نے ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحبؒ سے عرض کیا: حضرت! جب آپ تشریف نہیں رکھتے ہیں اور گاؤں چلے جاتے ہیں تو میں خواب کی تعبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب سے پوچھتا ہوں، استاذ صاحب اکثر کہتے ہیں کہ: پیارا خواب ہے! تعبیر بھی دیتے ہیں، لیکن ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں کہ: یہ مسمریزم ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: اگر یہ مسمریزم ہوتا تو حضرت معین الدین چشتیؒ ایک ہی توجہ سے ۳۶ لاکھ لوگوں کو مسلمان کرتے، فرمایا: یہ کافروں کے لئے مسمریزم ہوتا ہے جو کہ مجاہدات اور ریاضت کرتے رہتے ہیں اور ان کو کچھ نظر آجاتا ہے، مسلمان کے لئے تو رؤیائے صادقہ ہیں اور حدیث کے مفہوم کے مطابق سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں درجہ ہے اور ولی کے لئے یہ کرامت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ مدنیؒ کا ایک خواب

۲۳ رمضان مؤرخہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۶ء حضرت خلیفہ صاحبؒ سے احقر کے گھر ایک بزرگ ملنے آئے، سفید ریش بزرگ تھے، عمر تقریبا ۸۰ برس ہو گی، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا ذکر آیا تو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ان کے صاحبزادے کا ایک خواب بیان کیا، ان کے بیٹے حضرت مولانا حبیب اللہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور حضرتؒ کے پہلے خلیفہ تھے۔ انہوں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا اور ایک خواب کا ذکر کیا، فرمایا: ان کو خواب میں سیر کرائی

گئی، ایک بہت بڑا سر سبز جنگل تھا، جنگل میں ایک بہت بڑا میدان تھا، اس میدان میں بہت سارے خیمے تھے، میں نے پوچھا: یا اللہ ! یہ خیمے کس کے ہیں؟ جواب ملا: یہ احمد علی لاہوری کے خیمے ہیں، دائیں طرف والے خیمے ان علماء کے ہیں جنہوں نے احمد علی لاہوری سے قرآن پاک کی تفسیر پڑھی، بائیں طرف والے خیمے ان لوگوں کے ہیں جن کو احمد علی لاہوری کے ساتھ تعلق تھا، یہ احمد علی لاہوری کے مرید ہیں۔ پھر میں نے پوچھا: یا اللہ ! اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ کامل انسان کون ہے؟ جواب ملا: اس وقت دنیا میں سب سے کامل انسان احمد علی لاہوری ہیں، اس کے بعد مجھے ہندوستان اور پاکستان کی خانقاہوں کی سیر کرائی گئی، دکھایا گیا کہ کہیں پر قوتِ باہ کے نسخے تیار کئے جا رہے ہیں، کہیں پر ریچھ کتے کی لڑائی ہو رہی ہے، الا ماشاء اللہ، کہیں کہیں پر اللہ اللہ ہو رہا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے وہ خط نقل کرنے کے لئے احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے لیا، لیکن حضرتؒ نے صرف خط کے پہلے حصے کو نقل کرنے کی اجازت دی، دوسرے حصے (جس میں خانقاہوں کے نام تھے) کو پڑھنے اور نقل کرنے کی اجازت نہ دی، کیونکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ میں اخفاء بہت زیادہ تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الکریم رحمہ اللہ فاضل دیوبند کے دو خواب اور حضرت خلیفہ صاحبؒ کے لئے بشارت

ایک مرتبہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت قاضی عبد الکریم صاحبؒ سے ملنے تشریف لے گئے، پانچ کلو "انوار ٹول" آم بھی حضرت قاضی صاحبؒ کے لئے ہدیہ لے گئے تھے، حضرت قاضی صاحب کی طبیعت بھی ٹھیک

نہ تھی، زبان پر چھالے آگئے تھے، قاضی صاحب نے حضرت کا حال پوچھا، پھر فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں حجرے میں بیٹھا ہوں اور ایک شخص آتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت آگئے ہیں، میں حجرے سے باہر نکل آتا ہوں اور وضو کر کے مسجد میں جاتا ہوں، حضرت خلیفہ صاحب امامت کر رہے ہوتے ہیں، خوب خشوع، ڈر اور خوف سے قراءت کر رہے ہیں، مسجد ساری مقتدیوں سے بھری ہوتی ہے، کہتے ہیں: مجھے برآمدے میں پہلی صف میں جگہ مل جاتی ہے، راستے میں ہم نے میاں باران رحمہ اللہ کی قبر پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی، کچھ دیر کے لئے مراقبہ کیا، واپسی پر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے خلیفہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کو اپنے حالات سنائے، حضرت نے قاضی صاحب کا ایک اور خواب بیان کیا کہ قاضی صاحب نے مدرسے سے لڑکے کو بھیجا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی آدمی کہتا ہے: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب سے مدرسے کے لئے دعا کراؤ، اس لئے میں دعا کے لئے خدمت میں حاضر ہوا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: وہ کوئی اور خلیفہ غلام رسول ہو گا! کہا نہیں، تمہارے بارے میں کہا تھا۔

اربعہ سلاسل کی تعبیر

۲۶ جون ۱۹۹۷ء کو بروز جمعرات صبح کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) گیا، حضرتؒ مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں تھے، حضرتؒ سے عرض کیا: کل احقر نے مراقبہ کیا کہ ایک بہت بڑا برتن خالص دودھ سے بھرا ہوا ہے اور میں اس میں صاف شفاف پانی ڈال رہا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا: حضراتِ اولیاء عجیب لوگ ہوتے

ہیں، یہ حضرات دودھ کو نقشبندیہ، شہد کو قادریہ، شربت کو چشتیہ اور پانی کو سہر وردیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ آپ کو نقشبندیہ اور سہر وردیہ سلسلے میں ترقی نصیب کرے گا۔

کرامت کی تعریف

کرامت کی تعریف حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی میرٹھی صاحب رحمہ اللہ نے تذکرۃ الرشید میں ص: ۱۰ اپر یہ فرمائی ہے:

"کرامت اس خرقِ عادت کا نام ہے جو متبع السنۃ کامل التقویٰ مؤمن سے صادر ہو۔ کرامت کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس ولی کو جو مظہرِ کرامت بنا ہے، اس کا علم بھی ہو، اور نہ یہ لازم ہے کہ قصد وارادہ اس کے ساتھ متعلق ہو۔

① .....: پس کہیں علم وقصد دونوں ہوتے ہیں (کہ صاحبِ کرامت کو اپنی کرامت کا علم بھی ہوتا ہے اور اس کا قصد بھی ہوتا ہے)۔

② .....: اور کہیں دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوتا (یعنی صاحبِ کرامت کو اپنی کرامت کا نہ علم ہوتا ہے نہ قصد)۔

③ .....: اور کہیں علم ہوتا ہے، قصد نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا عبد الباری ندوی رحمہ اللہ نے تجدید تصوّف وسلوک میں رسالہ کراماتِ امدادیہ سے نقل فرمایا ہے:

"کرامت اس اَمر کو کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی متبع کامل سے صادر ہو اور قانونِ عادت سے خارج ہو، اگر وہ امر خلافِ عادت نہیں تو کرامت نہیں، اور جس سے وہ اَمر صادر ہوا ہے، اگر وہ کسی نبی کا اپنے کو متبع نہیں کہتا، وہ

بھی کرامت نہیں جیسے جوگیوں، ساحروں وغیرہ سے ایسے اُمور سرزد ہو جاتے ہیں، اور اگر اِتباع کا مدعی تو ہے مگر واقع میں متبع نہیں، خواہ اُصول میں خلاف کرتا ہو جیسے اہل بدعت یا فروع میں جیسے فاسق وفاجر، اس سے بھی اگر ایسا اَمر صادر ہو، وہ بھی کرامت نہیں، اِستدراج ہے۔ پس کرامت وہ کہلائے گی جو ایسے شخص سے صادر ہو جو متبع السنۃ، کامل التقویٰ ہو، اب بھی ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی عجیب فعل سرزد ہو جاتا ہے، اس کو غوث، قطب، قرار دے دیتے ہیں، خواہ اس کے عقائد واعمال کیسے ہی ہوں۔ بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے: اگر کسی کو ہوا میں اُڑتا دیکھو، یا پانی پر چلتا، مگر شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو"۔

حضرت مولانا محمد عاشق اِلٰہی میرٹھی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامتِ معنوی ہے، جس کو امتیاز کے لیے کمال کے عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، جیسے شریعت پر مستقیم رہنا، مکارمِ اخلاق کا خوگر ہونا، نیک کاموں کا بے تکلف صادر ہونا، عادات ذمیمہ سے قلب کا طاہر ہو جانا اور کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا، یہ وہ کرامت ہے، جس میں اِستدراج کا اِحتمال نہیں، اور یہ وہ یکتائی ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں"۔

(تذکرۃ الرشید ص: ۲۰۰)۔

حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی اصل کرامت تو یہی تھی جس کا ذِکر ابھی ہوا، جس کو کرامتِ معنوی اور کمال سے تعبیر کیا جاتا ہے، تاہم کرامتِ حسی بھی حضرت رحمہ اللہ سے ظاہر ہوتی تھی، جس کا یہاں ذِکر ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کرامات کا حق ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

(ا)۔۔۔ چنانچہ جب حضرت مریم علیہا السلام کو دَردِ زہ آیا اور وہ ان کو ایک کھجور کے درخت کی طرف لے گیا اور وہ کہنے لگیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَالَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا (٢٣) فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (٢٤) وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا (٢٥) } [مریم: ٢٣ – ٢٥]

’ان کو درد زہ ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا اور وہ بولی: کاش! میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بھولی بسری ہوگئی ہوتی۔ فرشتے نے ان کو پکارا کہ رنج مت کرو تمہارے رَبّ نے تمہارے نیچے ایک نہر پیدا کردی ہے، اور اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تر وتازہ کھجوریں گریں گی۔

چنانچہ مفسرین کے ایک قول کے مطابق وہ تنا خشک سے

سر سبز ہوا، اور اس سے تر و تازہ کھجوریں غیر موسم میں گریں۔ یہ کرامت ہے۔

(۲)۔۔۔ اصحاب کہف غار میں تین سو نو سال زندہ سوتے رہے، ہر آفت سے محفوظ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے:

﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾[الکہف:۲۵]

(۳) حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں آصف بن برخیا نے کہا: ملکہ بلقیس کا تخت اس سے پہلے لے آؤں گا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی آنکھ جھپکے، اللہ تعالیٰ نے اس کا ذِکر فرمایا:

قَالَ الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ أَكْفُرُ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ (۴۰)} [النمل:۴۰]

چنانچہ وہ یمن سے تخت بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی آنکھ جھپکنے سے پہلے فلسطین لے آیا، یہ کرامت ہی ہے۔

(۴)۔۔۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب حضرت مریم علیہا السلام کی پرورِش کی، تو وہ ان کے کمرے میں جا کر رِزق پاتے تو پوچھتے: کہاں سے آیا؟ وہ کہتی تھیں: اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

{فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتًا

حَسَنًا وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَامَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (٣٧) } [آل عمران: ٣٧]

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی شمار کرامتیں ہیں، جن کو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ نے "حیاۃ الصحابہ" جلد ثالث میں "التائیدات الغیبیہ" کے عنوان سے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے: جس کا جی چاہے اس کا مطالعہ کرلے ایمان میں ترقی کا ذریعہ ہے۔(از محمد بلال خفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ کی ایک کرامت

احقر مؤرخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو کسی کام سے اسلام آباد گیا، وہاں پر عزیز الرحمن ڈیروی کے ہاں مقیم تھا، ان کے والد ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ نے ان کو ڈیرہ میں ایک ذِکر " اللہ، اللہ " کا بتایا تھا، جس کی وہ ڈیرہ میں پابندی نہ کر سکے، لیکن اسلام آباد میں چونکہ فارغ تھے، خوب پابندی کے ساتھ اور زیادہ مقدار میں اس ذِکر کو کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ: جمعہ کی نماز میں نے مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحبؒ کی مسجد میں پڑھی، فرمایا: جب میں نے سنتوں کا سلام پھیرا تو دائیں طرف تھوڑی دُور حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کو مسجد میں بیٹھا پایا، میں تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب رحمہ اللہ کے پاس گیا تو کوئی اور صاحب تھے میں یہ سوچ رہا تھا ڈاکٹر عبد السلام تو ساتھ نہیں ہے، وہ پنڈی اکیلے

کیسے آ گئے، حالانکہ ان کو اُٹھانا بٹھانا پڑتا ہے، بات جاری رکھتے ہوئے انہوں نے عرض کیا: جب میں نے فرضوں کا سلام پھیرا تو پھر حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کو موجود پایا، اس وقت چونکہ بہت رش تھا، اس لئے جب رش کم ہو گیا حضرتؒ کے پاس گیا، لیکن وہ کوئی اور آدمی تھا۔

اسی قسم کا واقعہ احقر (راقم الحروف) کے اپنے ساتھ پیش آیا کہ مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ کو بیٹھے دیکھا، اژدہام کی وجہ سے سوچا کہ نماز کے بعد ملتے ہیں، نماز کے بعد اس جگہ پہنچے تو حضرت صاحب رحمہ اللہ موجود نہ تھے۔

ایک کرامت کا ذکر

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے ایک خلیفہ ڈاکٹر خیر محمد کہتے ہیں: ہم چار ساتھی ڈیرہ اسماعیل خان میں حضرتؒ کی مسجد میں ان سے ملنے گئے، ہم نے ان کو کوئی اطلاع نہیں دی تھی، حضرتؒ نے پہلے سے ایک قریب والے دکان دار سے کہا تھا: میرے چار مہمان آ رہے ہیں، ان کے کھانے کا انتظام کرنا ہے! حضرت اسی دن گاؤں تشریف لے گئے تھے۔ راوی کہتے ہیں: وہ پھر حضرتؒ کے گاؤں لال ماہڑہ حضرتؒ سے ملنے کے لئے روانہ ہو گئے، وہ کہتے ہیں ہم ماہڑہ پہنچ گئے، حضرت کا گاؤں (مین پختہ روڈ) سے تقریباً شمال مغربی جانب ۹ کلو میٹر کے فاصلے پر جنگل میں واقع تھا، ہمیں راستہ بالکل معلوم نہ تھا، رات ہو چکی تھی، ہم توکل پر مین روڈ سے اترے، اترتے ہی ہم نے شمال مغربی جانب ایک جگہ آسمان کی طرف نور اٹھتے ہوئے دیکھا، ہم اس نور کی طرف بڑھتے گئے، اس نور کی رہنمائی میں ہم حضرتؒ کے گاؤں پہنچے تو دیکھا وہ نور حضرت خلیفہ صاحبؒ

کے گھر سے آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا۔

اصل کرامت نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس ایک آدمی گیا، کہا: حضرت تیس یا چالیس دن ہو گئے، آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا: ارے نیک بخت! یہ کرامت تھوڑی ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے میں اس کی زمین پر چلتا پھرتا ہوں، حق تو یہ ہے کہ وہ مجھے زمین میں دھنسا دے، چوبیس گھنٹے جو نافرمانی کرتے ہیں، ایک کام بھی اس کی رضا کے لئے نہیں کرتے۔ فرمایا: اصل کرامت شریعت اور نبی پاک ﷺ کی اتباع ہے۔

مولانا تاج محمد امروٹی رحمہ اللہ کی کرامت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک انگریز، حضرت تاج محمد امروٹی رحمہ اللہ کی خدمت میں آیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے پاس ایٹم بم ہے، حضرتؒ نے دس انگلیوں کو اشارے سے گنا اور فرمایا: ہمارے پاس دس ایٹم بم ہیں! جب انگلیوں کا اشارہ کیا تو انگریز اندھا ہو گیا۔

ایک ہندوستانی بزرگ کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک دفعہ دو افغانی حج کے لئے حرمین شریفین تشریف لے جا رہے تھے، کراچی سے بحری جہاز پر بیٹھے، ان کے سامنے ایک ہندوستانی بزرگ احرام باندھے بیٹھے تھے، وہ افغانی جہاز میں ہندوستانی بزرگ کی خدمت بھی کر رہے تھے، تین دن تک ان

کی خدمت کی، افغانی آپس میں بزرگوں کی باتیں کیا کرتے تھے اور کہہ رہے تھے: فلاں بزرگ ایسا ہے، فلاں ایسا ہے، فلاں نے یوں کیا، ہندوستانی بزرگ نے پوچھا: تم خود کیا ہو! تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے ہندوستانی بزرگ سے کہا: تم کیا کر لوگے؟ ہندوستانی بزرگ جوش میں آ گئے اور کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا: گرم حلوہ! ہندوستانی بزرگ نے چھتری کو کھینچا اور سمندر میں الٹا دیا، جب باہر نکالی تو گرم حلوہ سے بھری ہوئی اور گھی سے لبریز تھی، افغانیوں کو دے دیا، افغانی حیران ہو گئے، جب جہاز ساحل کے قریب پہنچا، تختے لگانے سے پہلے ہندوستانی بزرگ نے ایک قدم سمندر کے کنارے رکھ کر چھلانگ لگائی، جب تختے لگ گئے ایک افغانی ان کے پیچھے بھاگا کہ یہ تو کوئی ولی معلوم ہوتے ہیں، کچھ دیر بعد وہ ہندوستانی غائب ہو گیا۔

اولیاء کرام اور ان کے خدام

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: میں اور استاذ محترم حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے، اولیاء حضرات کا ذکر ہو رہا تھا، استاذ صاحب نے فرمایا کہ: اولیاء کے خادم اپنے حضرات کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار کھڑے رہتے تھے۔ فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کا خادم صاحب داد ہر وقت ان کی خدمت کے لئے تیار کھڑا رہتا تھا۔ حضرت سواگی رحمہ اللہ پکارتے: او صاحب داد! جواب ملتا: جی قربان! حضرتؒ فرماتے تھے: اللہ برکت دیوے اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا خادم عشاء تک ان کی خدمت میں رہتا تھا۔ فرمایا: بقول شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے خادم ایک دن سیدنا عبد القادر رحمہ اللہ بغیر معمول کے

باہر نکلے، میں کوزہ ہاتھ میں تھامے ہوئے تھا، حضرتؒ خانقاہ سے باہر نکلے، میں حضرتؒ کے پیچھے ہو گیا، حضرتؒ بغداد کے صدر دروازے پر پہنچے، دروازہ خود بخود کھل گیا، میں حضرت کے ساتھ گیا، بغداد شہر کے چند قدم پر روشنی ہی روشنی نظر آئی، سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ روشنیوں کے شہر میں ایک مکان کے اندر ایک کمرے میں گئے، وہاں پر سجے ہوے تخت پر بیٹھ گئے، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرا شخص نورانی چہرے والا نظر آیا، حضرتؒ کے ساتھ بیٹھ گیا، کچھ دیر کے بعد چار آدمی ایک جنازہ اٹھا کر کمرے کے اندر لائے، حضرتؒ نے اس شخص کا جنازہ پڑھایا، اس کے بعد ایک شخص کمرے میں آیا اس نے زنّار پہنا ہوا تھا، حضرتؒ نے اس کا زنّار کاٹا اور تاج اس کے سر پر رکھ دیا، اس کمرے میں تخت پر پہلے سے کچھ حضراتؒ بیٹھے ہوئے تھے، اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی حضرتؒ دوبارہ بغداد شہر پہنچے، صدر دروازہ کھل گیا، حضرتؒ دوبارہ خانقاہ میں واپس آئے اور اپنے کمرے میں آرام کے لئے چلے گئے، تہجد کے وقت پھر اٹھے، خادم نے کوزہ پکڑا ہوا تھا، حضرتؒ نے وضو وغیرہ کیا، تہجد پڑھی، وظائف کئے، صبح اشراق کے بعد خادم نے رات کے واقعے کے بارے میں پوچھا، حضرتؒ نے خادم سے کہا: تم کہاں تھے؟ جواب دیا: میں ساتھ تھا! حضرتؒ نے منع فرمایا، دوبارہ ایسا مت کرو، ورنہ کبھی رہ جاؤ گے۔ حضرتؒ نے کہا: روشنیوں والا شہر اندلس کا شہر تھا، کمرے میں سارے حضرات ابدال تھے، میرے ساتھ تخت پر بیٹھنے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے، زنّار والا سو سالہ کافر تھا، اس کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ نے ابدال کا مقام عطا کیا، جنازہ ایک ابدال کا تھا، جنازہ اٹھانے والے بھی ابدال تھے، اللہ رب العزت جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے جو مقام عطا کرے۔

مسند احمد میں شریح بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اہل شام کا ذکر آیا، کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! ان پر لعنت کیجئے۔ فرمایا: نہیں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ: ابدال (جو اولیاء اللہ کی ایک قسم ہے) شام میں رہتے ہیں، اور وہ چالیس آدمی ہوتے ہیں، جب کوئی شخص ان میں سے مر جاتا ہے، اللہ تعالی اس کی جگہ دوسرا شخص لے آتے ہیں، ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور ان کی برکت سے دشمنوں پر غلبہ ہوتا ہے، اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب دور ہٹ جاتا ہے (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۸۹۶، ج:۱، ص ۱۱۲)۔

صوفیاء کے مکتوبات وملفوظات میں ابدال، قطب، اوتاد، غوث وغیرہ الفاظ اور ان کی صفات وبرکات تصرفات پائے جاتے ہیں، حدیث پاک میں ایک نظیر سے دوسری نظیر کی تائید ہوتی ہے، امر مسلم و معلوم ہے، برکات تو اس حدیث میں منصوص ہیں، اور تصرفات، قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے قصے سے ثابت ہوئے ہیں (التکشف، شریعت وطریقت) (از مرتب)۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

ایک دفعہ راقم الحروف (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) شیخ الحدیث مولانا علاء الدین رحمہ اللہ اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ دستر خوان پر کھانا کھا رہے تھے، حضرت مولانا دوست محمد صاحب ناظم مدرسہ نے ثوبت کا انتظام کیا تھا، حضرت مدنی رحمہ اللہ کی بات آگئی، خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت مدنی رحمہ اللہ کی آخری تقریر میں تقریباً نوے ہزار کا مجمع تھا، اللہ پاک نے ان کی برکت سے سارے مجمع والوں کو اسٹیج پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادی۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمۃ اللہ کی ایک بات یاد آگئی، فرمایا:

حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ میں کمرے ایک ہی لائن میں بنے ہوئے تھے، سب کے دروازے جنوب کی طرف تھے۔ سردیوں کے دن تھے، انگیٹھی میں آگ جل رہی تھی، سخت سردی تھی، حضرتؒ مغربی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے، اور ان کا چہرہ شمال کی جانب تھا، ان کو مکھیاں دق کر رہی تھیں، (اس واقعے کو تقریباً ستر سال ہو گئے ہیں) مکھیاں کمرے میں کافی تھیں، حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: غلام رسول دادو بھرا کے بیٹے ("بھرا" سرائیکی زبان میں بھائی کو کہتے ہیں، اللہ داد حضرت خلیفہ صاحبؒ کے والد صاحب کا نام تھا، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی صاحبؒ پیار سے انہیں دادو بھرا کہتے تھے) ان مکھیوں کو پکڑو! یہ مجھ کو تنگ کرتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے پھر فرمایا: ان مکھیوں کو پکڑو، یہ بھیڑ بکریاں بن جائیں گی، پھر دوبارہ کہا اور سہ بار کہا اور فرمایا: آج تجربہ کر لو! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: بھیڑ بکریوں کو لے کر کیا کروں گا، دعا کریں کہ آپ جیسا ہو جاؤں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا بڑے ہوشیار ہو! بڑے ہوشیار ہو تم کو یہ سب کس نے سکھایا ہے؟ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اس کے بعد حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ نے سر جھکایا اور سر اٹھا کر فرمایا: میرے جیسے ہو گئے! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آپ جیسا ہو جاؤں، لیکن پاگل نہ ہو جاؤں! حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اس واقعے کے بعد میں گھر والی بستی میں قرآن پاک حفظ کرنے کئے گیا تھا اور وہاں مسجد کی سات سیڑھیوں میں چڑھتے وقت میں نے سات آسمانوں کا نظارہ کیا تھا۔

کشف کی حقیقت اور شریعتِ مطہرہ میں اس کا درجہ

کشف کے متعلق قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہ اپنی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" میں تحریر فرماتے ہیں: "کشف کابرِ سلوک کے نزدیک سلوک کا مدار نہیں، لیکن شریعتِ مطہرہ کے خلاف بھی نہیں۔ حضور ﷺ کا دو قبروں پر گزرنا اور ان سے عذابِ قبر کی آواز سننا جو پیشاب اور چغل خوری سے ہو رہا تھا، مشہور حدیث ہے، اور حدیث کی سب کتابوں میں موجود ہے، یہ کشف قبور کے متعلق تھا، اور کشفِ قبور کے بارے میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "کتاب الروح" ص: ۲۸۳ میں لکھا ہے: اہلِ فراست کی اللہ تعالیٰ نے مدح کی ہے اس آیتِ مبارکہ میں {إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ(۷۵)} [الحجر:۷۵]

مُتَوَسِّمِیْن سے مراد فراست والے ہیں۔ حافظ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے کئی آیتیں لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ فراستِ صادقہ اس قلب کے لئے ہے جو گندگیوں سے پاک وصاف ہو چکا ہو، اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کر چکا ہو، تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے اس نور سے دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب میں رکھا ہے۔ حضور ﷺ کا اِرشاد ہے: مؤمن کی فراست سے بچو! وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اور یہ فراست اس میں اللہ تعالیٰ کے قرب کی وجہ سے پیدا ہوئی، کیونکہ دِل جب اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے تو بُرے خیالات، جو حق کی پہچان اور اِدراک سے مانع ہوتے ہیں، اس سے دُور ہو جاتے ہیں، اور اس کے لئے قلب میں ایک نور پیدا ہوتا ہے، اور وہ اسی نور سے وہ چیزیں دیکھتا ہے جسے وہ لوگ نہیں دیکھ سکتے، جو اللہ تعالیٰ سے دُور اور محجوب ہوں، جیسا کہ حدیثِ قُدسی میں ہے: "جب میں کسی (بندے سے) سے محبت کرتا ہوں تو اس کی آنکھ بن جاتا

ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اس کے آخر میں ہے یعنی وہ مجھ سے ہی سنتا ہے اور مجھ سے ہی دیکھتا ہے اور مجھ سے ہی پکڑتا ہے اور مجھ سے ہی چلتا ہے"۔

پس جب یہ حالت ہو جاتی ہے، بندے کا دِل صاف وشفاف آئینے کی طرح بن جاتا ہے، اس کے قلب پر حقائق کی صورتیں منعکس ہوتی ہیں اور اس کی کوئی فراست غلط نہیں ہوتی، کیونکہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہی چیز دیکھتا ہے جو حقیقت ہوتی ہے، جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ سنتا ہے تو وہی چیز سنتا ہے جو حقیقت ہوتی ہے، اور یہ علمِ غیب نہیں، اللہ تعالیٰ اسکے دل میں ڈال دیتا ہے، جب قلب پر نور غالب ہو جاتا ہے تو اس کا فیضان اعضاء پر بھی ہوتا ہے، اور وہ نور دِل سے آنکھ کی طرف آتا ہے، پھر اس آنکھ سے اس نورِ قلب کے موافق نظر آتا ہے، مثلاً حضور ﷺ نے مکہ سے بیت المقدس کو دیکھ لیا، اور مدینہ میں خندق کھودتے وقت شام کے حالات، شہر صنعاء کے شہر پناہ کے دروازے اور مدائن کسریٰ کو دیکھ لیا، اور جب غزوۂ موتہ میں اُمراء کی شہادت ہوئی تو مدینہ میں آپ ﷺ نے دیکھ لیا، اور نجاشی کی حبشہ میں جب موت ہوئی تو مدینہ میں آپ ﷺ پر منکشف ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ نہاوند میں لڑ رہے تھے، دیکھ لیا تھا، مدینہ میں منبر سے آواز دِی۔ اور کچھ لوگ قبیلہ مذحج سے ان کے پاس آئے، ان میں اشتر نخعی بھی تھا تو بہت غور سے اُوپر سے نیچے تک اس کو دیکھا اور پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: مالک بن حارث! فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے قتل کر دیتے! مسلمانوں پر اس کی وجہ سے بہت پریشانی دیکھتا ہوں۔ (یہ قاتلین عثمان کے لیڈروں میں سے تھا)۔ مسجدِ حرام میں ایک دفعہ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ تشریف فرما تھے، ایک

شخص داخل ہوا، امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا خیال ہے یہ بڑھئی ہے! اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ لوہار ہے! پھر دونوں نے اس سے پوچھا، تو اس نے کہا: پہلے میں لوہار تھا، اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں" (شریعت وطریقت کا تلازم ص: ۲۰۵ تا ۲۰۷)۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی کتاب "التکشف" میں فرماتے ہیں: دِل کی بات بتادینا یہ علم غیب نہیں، بلکہ کشف ہے، علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ ہو اور یہ خاصہ خداوندی ہے۔ اور جو علم بذریعہ کشف ہو، اس میں کثیف واسطہ ہے، اس لئے وہ علم غیب نہیں البتہ یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ شریعت میں کشفی علوم کوئی حجت نہیں، اگر کوئی کشف قواعد شرعیہ کے موافق ہو تو قابل عمل ہو گا، ورنہ واجب الترک ہے (التکشف ص: ۶۰)۔

کشف کی قسمیں

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے:

(۱) کشف عینی۔ (۲) کشف ادراکی۔

فرمایا کہ کشف عینی رزق حلال اور اکل حلال سے ہے، کشف ادراکی قلب کی حرکت سے محسوس کیا جاتا ہے، صاحب قبر کی طرف توجہ کرنے سے اگر قلب کی حرکت جاری ہے تو حالات اچھے ہیں، اگر دوسری حالت ہے تو حالات نازک ہیں، فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا ایک مرید جٹ تھا، اس نے کچھ زمین حضرت رحمہ اللہ کے لئے مختص کی تھی، اس کے اردگرد چار دیواری تھی ایک دروازہ تھا اس کے لئے سپیشل ٹیوب ویل لگایا تھا جس سے وہ

زمین سیراب کی جاتی تھی، کپاس، گندم، چاول، چنا کاشت کرتے تھے، بھینس کے لئے چارہ، گھاس وغیرہ اس کھیت سے لاتے تھے، کپاس سے حضرت کپڑے بنواتے تھے، چنے بھون کر حضرتؒ کو دیتے تھے، گندم اور سبزی اس باغ سے آتی تھی، وگرنہ دوسری صورت میں صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور بازار سے سبزی خرید لاتے تھے، ان کو کشف عینی حاصل تھا، حرام کے غسل اور حلال کے غسل کا پانی سے پتا چل جاتا تھا، کھانے وغیرہ کا آنکھوں سے پتا چل جاتا تھا کہ حلال کا ہے یا حرام کا؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ کے کشف کے کچھ واقعات

یہ واقعہ مولانا ڈاکٹر خیر محمد صاحب نے بتایا: حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ بڑے اہلِ کشف بزرگ ہیں۔ فرمایا کہ: ہم چار آدمی مٹورہ سے ڈیرہ اسماعیل خان آئے، حضرت صاحب رحمہ اللہ کی مسجد محلہ نوازش علی پوندہ بازار میں ملاقات کے لئے گئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو ہماری آمد کی اِطلاع نہ تھی، حضرت صاحب رحمہ اللہ اس دن اپنے گاؤں لعل ماہڑہ کے لئے روانہ ہوگئے، جاتے وقت ساتھ والے حجام صادق سے کہہ دیا تھا: میرے چار مہمان آئیں گے، ان کو لعل ماہڑہ بھیج دینا۔ کہا: ہم لعل ماہڑہ بھی گئے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے پہلے سے چار آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔

دُوسرے واقعے میں فرمایا: ایک دفعہ ہم حضرت صاحب رحمہ اللہ کو ڈیرہ سے مٹورہ لے گئے، کہا میں (ڈاکٹر مولانا خیر محمد، دولت شاہ اور عبد المتین شاہ صاحب تینوں حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، مٹورہ کے بڑے قبرستان سے جب گزر رہے تھے، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے قبور کے احوال

سنائے، جب ہمارے دادا کی قبر پر آئے تو مراقب ہوگئے اور کہا کہ اس قبر سے عجیب خوشبو آرہی ہے، پھر ایک قبر پر مراقب ہوئے اور کہا کہ یہ نصرت فقیر کی قبر ہے، کمال کا آدمی تھا، لیکن سیّد نہیں اعوان ہے، پھر تیسری قبر پر آئے بوستان کے والد کی قبر پر کہا: یہ بیٹا ہے، پہلے والا باپ تھا، کہا یہ اس قسم کی خوشبو ہے، پھر ایک جلندر کی قبر پر آئے اور کہا کہ اس قبر سے خوشبو آرہی ہے، میں نے کہا: حضرت! یہ تو زیادہ مشہور ہے، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے والا اس سے مقام میں زیادہ تھا۔

حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں رو رو کر دُعا کرتا تھا کہ مجھے لوگوں کے عیوب پر خبر والا نہ بنا۔ فرمایا: پھر یہ دُعا قبول ہوگئی، ڈاکٹر مولانا خیر محمد نے فرمایا: مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا، میں نے نماز پڑھائی، نماز کے دوران میں نے ٹریکٹر کے چلنے کی آواز سنی اور مجھ پر نماز میں تھرتھراہٹ شروع ہوگئی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں فارغ ہونے جاتا ہوں، اور دُور چلے گئے، جب دیر کر دی تو میں نے دیکھا کہ ایک قبر پر مراقب ہیں، میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا تو فرمایا: صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا تھا، یہ آواز ٹریکٹر کی نہیں، بلکہ صاحبِ قبر کے چِلّانے کی آواز تھی۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کے لئے کچھ پڑھا جس سے عذاب میں کمی آگئی۔

ڈاکٹر سیّد آدم شاہ صاحب کی روایت حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے کشف کے متعلق

ڈاکٹر صاحب آج کل ڈیرہ اسماعیل خان میں مقیم ہیں، شعبے کے لحاظ

سے ایف آر سی ایس سرجن ہیں، ان کے نانا وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں تھے۔ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں ڈاکٹر عبد السلام (راقم الحروف) کی لیبارٹری (ساؤتھ سرکلر روڑ ڈی آئی خان) میں گیا، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ مجھے جانتے نہیں تھے، میری پہلی ملاقات تھی، میں تبلیغ کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام سے باتیں کر رہا تھا، ڈاکٹر صاحب نے کہا: ساتھ والے کمرے میں ایک بزرگ بیٹھے ہیں، ان سے دُعا کرالیں۔ میں نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے دُعا کی درخواست کی۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم میرے لئے دُعا کرو! پھر پوچھا: سیّد غلام بادشاہ آپ کا کیا لگتا تھا؟ میں نے کہا: میرے گاؤں کے ہیں۔ پھر کہا: حیدر شاہ آپ کا کیا لگتا ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے دادا ہیں۔ میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے دعا کا کہا، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مجھے دُعا دِی۔ کئی دنوں کے بعد میں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کو کس طرح پتا چل گیا کہ یہ دونوں بزرگ حضرات میرے رشتہ دار ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا: دونوں آپ کے ساتھ ایک دائیں جانب اور دوسرے بائیں جانب کھڑے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے بیٹے کی خوشخبری دی

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب فرماتے ہیں: ایک دن میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: شاہ جی! اللہ تم کو بیٹے سے نوازے گا، میں نے عرض کیا: حضرت! ان کا نام کیا رکھوں؟ فرمایا: نام بعد میں بتاؤں گا! چند دن بعد آپ لونی میں آئے تو میں عرض کیا :۔حضرت! نام تو بتادیں۔ فرمایا:۔ ان چار ناموں میں سے ایک نام رکھ لو۔ میرا یقین تھا کہ اللہ مجھے بیٹا دے گا، بیٹا

ہوا اور میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے حکم کے مطابق نام رکھ دیا۔

لونی میں نسبتِ قادریہ کا دیکھنا

شاہ صاحب نے بتایا: حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ: جب پہلے پہل میں لونی آیا تھا تو لونی والوں کی پیشانیوں کو دیکھا، ان کی پیشانی پر میں نے قادریہ نسبت لکھی ہوئی دیکھی، لیکن وقت پر متوجہ نہ ہوئے، صرف پندرہ یا بیس لوگ بیعت ہو گئے، باقی لوگ اس کے بعد بیعت ہوئے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کا اعلیٰ علیّین میں مقام

شاہ صاحب نے فرمایا: صبح کی نماز کے بعد پانچ دس منٹ مراقبہ کرتا ہوں، ایک دن مراقبے کے دوران میں عرشِ معلی پر پہنچ گیا، مجھ سے پوچھا گیا: کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا: حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ کے پیچھے آیا ہوں، جواب ملا: حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ یہاں نہیں ہیں، وہ اعلیٰ علیّین میں ہیں، جو یہاں سے اُوپر کا مقام ہے۔

کشف کے متعلق وضاحت

حدیث پاک سے اسکی تائید ہوتی ہے---:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالحَرْبِ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَيْهِ، وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ، فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ: كُنْتُ سَمْعَهُ

الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ، وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ، وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا، وَإِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِي لَأُعِيذَنَّهُ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَيْءٍ أَنَا فَاعِلُهُ تَرَدُّدِي عَنْ نَفْسِ المُؤْمِنِ، يَكْرَهُ المَوْتَ وَأَنَا أَكْرَهُ مَسَاءَتَهُ».

صحيح البخاري (٨/ ١٠٥)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ (حدیث قدسی میں) فرماتے ہیں کہ: جو شخص میرے مقبول بندے سے عداوت کرے، میں اس کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ مجھ سے کسی ایسے ذریعے سے قرب حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ادائے فرائض سے زیادہ محبوب ہو، اور میرا بندہ برابر مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتاہے، یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں، تو میں اس کی شنوائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا ہاتھ ہو جاتاہوں جس سے وہ کسی چیز کو لیتا ہے، اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اکثر اسکے ان جوارح سے کوئی کام میری مرضی کے خلاف نہیں ہوتا، الا لعارض لا یدوم۔ از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کو جنات کا گزر محسوس ہونا

ماہ رمضان کی سحری کے وقت حضرت رحمۃ اللہ تاریخ ابن کثیر جلد اول پڑھ رہے تھے، ایک حدیث مبارکہ حضرت کے سامنے سے گزری۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جب جن میرے پاس سے گزرتے تھے یا گزر جاتے تھے تو گرم ہوا کا جھونکا پیچھے چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ سردی کے موسم میں وہ رات کو عشاء کے بعد اپنے گاؤں لعل ماہڑہ سے گھوڑی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، حضرتؒ اپنی بیٹی کے گھر جا رہے تھے، راستے میں کنگول کے درخت تھے، اور ادھر ادھر جوار (مکئی) کے کھیت تھے، جب گھوڑی ان درختوں کے قریب آئی تو گھوڑی رک گئی اور اس نے کان کھڑے کر لئے، حضرتؒ نے کہا: میں سمجھ گیا کہ یا تو کوئی بڑا سانپ ہے یا جن ہے، میں نے گھوڑی کی گردن پر تھپڑ مارا اور کہا کہ میں جو تیرے اوپر بیٹھا ہوں، آخر مسلمان ہوں، اور غوث اعظم، محبوب سبحانی کا غلام ہوں، چل اللہ کا نام لے کر! یہ سن کر گھوڑی چل پڑی۔ جب میں درختوں سے گزر گیا اور ایک منڈھیر کے اوپر چڑھا تو پیچھے سے ہوا کا گرم جھونکا آیا، حالانکہ وہ سخت سردیوں کی رات تھی، وہ گرم ہوا کا جھونکا چار فرلانگ کے فاصلے تک محسوس ہوا اور اس کے بعد ختم ہو گیا۔

بد عملی کو محسوس کرنا

(حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) نے فرمایا: حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ گرومدہ میں کھانا کھایا، حضرتؒ کی عادت تھی کہ کھانا کھانے کے بعد وہاں پر بیٹھ کر کچھ دین کی باتیں (مجلس) کرتے تھے، اس دن خلاف معمول مجھے

کہا کہ: مجھے اٹھالو! وہ میزبان آگیا، اس نے کہا: چائے تیار ہے! حضرت نے چپکے سے مجھے کہا: مجھے لے جاؤ! یہاں پر بدمعاش رہتے ہیں۔ بعد میں احمد نے کہا: وہ گھر پھر تباہ ہو گیا۔

بے نمازی کا کھانا بدبودار تھا

(حضرت ڈاکٹر صاحب مد ظلہ) نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک گھر میں ثوبت (ثرید) کھائی، ہم نے کھانا کھالیا، حضرتؒ نے کہا: میں تو کھانے سے کھیلا، میں نے اندھیرے میں کنویں بنائے کھانا نہیں کھایا، کھانے سے بو آرہی تھی، ان کے کپڑوں سے بو آرہی تھی۔ حضرتؒ سے میں نے وجہ پوچھی، حضرتؒ نے فرمایا: وہ بے نمازی ہیں۔ فرمایا: ساتھ والے گھر سے بھی بو آرہی تھی!

مبشرات، کشف واسرار راستے کی چیزیں ہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ سے میں نے عرض کیا کہ آج کل اچھے خواب آنا بند ہو گئے ہیں، اور مراقبے کے دوران جن مبشرات کا مشاہدہ ہوتا تھا، وہ بھی نہیں ہو رہا۔ فرمایا: مبشرات، کشف واسرار راستے کی چیزیں ہیں، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ فرمایا: یہ سب یہاں پر رہ جائیں گی، ساتھ صرف اللہ رہے گا، یاداشت اور آگاہی قبر میں ساتھ ہی جائے گی، اول الذکر محمود ہے، اس سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے لیکن مقصود نہیں ہے، مقصود آخر الذکر ہے۔

دائمی حضوری یہ ہے کہ دیکھا جائے دل (لطائف) ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہے۔ فرمایا کہ: حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ دائمی حضوری کی تعریف یہ ہے کہ جب نیند سے بیدار ہو، غفلت میں نہ ہو۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: جب خواب سے بیدار ہو، آگاہی موجود ہو، اور قلب کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ حضرت عبدالرحمن جامیؒ فرمایا کرتے تھے: ہر وقت مشاہدہ ہو، خطرات اور وساوس کا کوئی اثر نہ ہو، اس کو دائمی حضوری کہتے ہیں۔

مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کشف و کرامات مقصود نہیں

احقر نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ: تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ بندے نے جب شروع شروع میں حضرت سے تربیت لینی شروع کی تو اوائل میں خوشبو محسوس کرتا تھا، کیا ایسی خوشبو کا کسی اور مرید نے عرض کیا ہے؟ حضرتؒ نے نفی میں جواب دیا اور پھر فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے! فرمایا: مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، مبشرات اور کشف و کرامات مقصود نہیں ہیں، اگر بندہ ذاکر ہے، ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اور اگر غافل ہے تو افسوس کرے اور استغفار کرے!

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے کشفیہ حالات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو کشف عینی حاصل تھا، ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ لاہور کے قلعے میں گئے، وہاں پر انہوں نے ایک نور دیکھا اور خوشبو محسوس کی، حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے صفائی والے سے پوچھا: یہاں پر کوئی قبر ہے؟ اس

نے کہا: نہیں ہے! حضرت چلتے گئے اور ایک جگہ نور کا چشمہ دیکھا جو کہ آسمان تک جارہا تھا، حضرت لاہوریؒ وہاں پر مراقب ہوگئے اور فارسی میں حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ سے بات کی، کہا: میں علی ہجویری ہوں، کہا: دوسرا علی ہجویری میرا اہم نام ہے، یہ میرے کئی سال بعد آیا ہے، یہ بھی ہجویری ہے اور اسی محلہ کا ہے جس کا میں ہوں۔ فرمایا: میں کشف المحجوب والا ہوں، وہ دوسرا ہے۔ حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: پانی بتا سکتا ہوں کہ زنا کے غسل کا ہے یا بیوی کے غسل کا ہے!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے حضرت لاہوری رحمہ اللہ روزانہ ساڑھے دس لاکھ ذکر کیا کرتے تھے، اس کے علاوہ کئی کام کرتے تھے۔

فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سر والی آنکھوں سے چیزوں کو دیکھتے تھے۔ فرمایا: جس کا طیب رزق ہے، اس کو کشف سر والی آنکھوں سے ہوتا ہے۔ فرمایا: حضرت خواجہ معصوم (فرزند مجدد الف ثانی رحمہ اللہ) کی خادمہ تھی، حضرتؒ کے پاس روٹی لاتی تھی، غفلت میں جو روٹی پکتی تھی، حضرتؒ اس کو علیحدہ کر دیتے تھے، جو روٹی توجہ سے پکتی تھی، اس کو علیحدہ کر لیتے تھے۔

حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف کا کشف

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت مولوی احمد صاحب عید گاہ والے (والد محترم مفتی عبد القدوس و مولوی شعیب صاحب) حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف والے کے مرید تھے، ایک دن گھر پر کپڑے دھل رہے تھے، صرف ایک چادر اوڑھ رکھی تھی،

اور تہبند پہنا ہوا تھا، شیخ کا خیال آیا اور اسی حالت میں احرام کی طرح لباس میں ملبوس موسیٰ زئی شریف روانہ ہوگئے، شیخ نے پہلے سے ان کے لئے نئے سلے ہوئے کپڑوں کے جوڑوں کا انتظام کر رکھا تھا، درزی کو کہا کہ مولوی احمد ڈیرہ اسماعیل خان سے آرہا ہے، اس طرز کا جوڑا بنالو، حالانکہ شیخ کو ان کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں تھی۔

کسر نفسی اور اخفاء اچھی چیز ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے ان کو خلافت دی کسی کو معلوم نہیں تھا، یہ راز کی بات تھی، ایک سال کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ ڈیرہ اسماعیل خان مدرسہ نعمانیہ تشریف لائے، مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا: خلیفہ صاحب! ذکر کا حلقہ لگاتے ہو؟ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ سستی کی وجہ سے ایسا ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحبؒ نے مسجد میں عصر کی نماز کے بعد ذکر کا حلقہ لگایا اور حلقہ میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خلافت کے متعلق لوگوں کو بتایا اور لوگوں کو ترغیب دی کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب، حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، ان کے حلقہ ذکر میں شرکت کیا کریں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب رحمہ اللہ نے کہا: ہمیں کیوں نہ بتایا؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا: کیا میں لوگوں سے کہتا کہ میں بزرگ بن گیا ہوں؟ اخفاء اچھی چیز ہے۔ اسی طرح حضرت افغانیؒ کی خلافت کا حال تھا، جب شیخ الحدیث حضرت مولانا سراج الدین صاحب کوئٹہ تشریف لے گئے اور وہاں پر ان کو معلوم ہوا کہ حضرت افغانیؒ نے

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کو خلافت دی ہے تو مسکرا کر کہنے لگے کہ پتا نہیں حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ خلافت کا گنڈھ باندھ کر کیا کریں گے؟ شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب رحمۃ اللہ نے جب یہ بات سنی تو ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: یہ تو اللہ پاک کی دین ہے، جس کو چاہے نواز دے۔ فرمایا: ہم لوگ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے مرید تھے، کیا انہوں نے ہم کو خلافت دی ہے؟ یہ تو جس پر اللہ پاک کی کرم نوازی ہو جائے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: یہ اخفاء کی چیزیں ہوتی ہیں، اپنی صفات کو بیان کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔

بہت کم لوگ سلسلے چلاتے ہیں

رمضان کا مہینہ تھا، ہم نے صبح کی نماز سحری کا وقت ختم ہونے کے فورا بعد پڑھی۔ اونچی آواز آرہی تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: کیا عید گاہ (ڈیرہ اسماعیل خان) کی جامع مسجد میں درس ہو رہا ہے؟ احقر نے عرض کیا: مسجد شہداء میں مولانا حکیم حبیب اللہ صاحب قرآن پاک کا درس دے رہے ہیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: وہ مولانا عبد الحئ صاحب ملتان والے کے خلیفہ ہیں۔ راقم الحروف نے کہا کہ وہ پیری مریدی کا کام نہیں کرتے۔ فرمایا: بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو سلسلے کو چلاتے ہیں۔ پھر فرمایا: میں نے سلسلے کو خوب چلایا۔ مردوں وعورتوں دونوں کو تلقین کرتا ہوں، کوئی کرے یا نہ کرے۔ فرمایا: ہماری پہلی ضرب ہی کافی ہے (ضرب سے مراد انگلی کے اشارے سے لطائف پر اللہ کے نام کو قوت کے ساتھ کہنا، جس میں شیخ کی ایک خاص توجہ شامل ہوتی ہے)۔ فرمایا: اگر اس دنیا میں پتا نہ چلے، قبر میں ضرور پتا چلے گا کہ کسی اللہ والے نے ضرب لگائی تھی، وہ کام کر گئی! پھر فرمایا: خواجہ عبید اللہ صاحب

رحمہ اللہ شاہی مسجد دہلی میں جمعہ کی نماز کے لئے آتے تھے، وہاں پر لوگوں کے قلوب پر توجہ ڈالتے تھے، لوگ کہتے: حضرت! یہ تو نابلد لوگ ہیں! خواجہ صاحب فرماتے: مجھے معلوم ہے، لیکن میں توجہ دیتا ہوں، کیونکہ توجہ اور ضرب قبر اور آخرت میں کام دے گی۔ فرمایا: حضرت خواجہ عبید اللہ، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے بیٹے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ایک عجیب عادت

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ جب احقر کے ساتھ گاڑی میں سفر میں ہوتے تھے تو احقر نے اکثر دیکھا اور محسوس کیا کہ حضرت دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو عجیب حرکت دے رہے ہیں، محسوس ہوتا تھا کہ کسی غیبی طاقت کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں اور قدرت کے عجائبات کے متعلق حیرانی کا اظہار کر رہے ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ کی خودداری اور امراء سے استغناء

مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا: حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ بڑے خوددار آدمی ہیں، ایک دفعہ جسٹس عثمان علی شاہ (مرحوم) قائم مقام گورنر صوبہ سرحد ان کے پاس آئے، یہ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے مرید بھی تھے، حضرت رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ پشاور لے جانے کے لئے کہا، لیکن حضرت رحمہ اللہ نے انکار کر دیا، اس کے بعد میں حضرت رحمہ اللہ کے پاس گیا اور کہا: مثورہ میں کسی کو دم کرنا ہے، حضرت رحمہ اللہ میرے ساتھ گاؤں آگئے اور فرمایا: عثمان علی شاہ اور آپ کا رتبہ برابر ہو سکتا ہے؟ فرمایا: صدر ضیاء الحق نے حضرت رحمہ اللہ کو خط لکھا تھا کہ آپ کو اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، یعنی پلاٹ بنگلہ یا کوٹھی کی تو میں حاضر ہوں۔ فرمایا: میں وہ خلیفہ نہیں ہوں، اگر میں

ہوتا تو آج میرے بنگلے ہوتے! فرمایا: آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اسلام نافذ کردیں! (خیر محمد صاحب نے کہا: یہ خط میں نے خود دیکھا ہے)۔

والدین کی خدمت اور اس کا صلہ

ایک دن مغرب کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت سید عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی (لکی مروت والے) ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرتؒ ذکر کی اہمیت پر بات فرما رہے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک واقعہ بیان کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عجوبہ دکھایئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے اطلاع دی کہ فلاں سمندر پر چلے جائیں، حضرت سلیمان علیہ السلام چلے گئے اور ساحل پر کھڑے ہوگئے اور ایک جن کو حکم دیا کہ سمندر میں غوطہ لگائیں اور سمندر کی تہہ سے جو کچھ ملے اس کو باہر نکال لیں۔ اس جن نے تین بار غوطہ لگایا مگر سمندر کی تہہ میں کچھ نہ ملا۔ سلیمان علیہ السلام نے ایک دوسرے دیو ہیکل جن کو حکم دیا، اس نے تیسرے غوطہ میں سمندر کی تہہ سے ایک قبہ نکالا، اس قبے کے اندر ایک اٹھارہ سالہ نوجوان موجود تھا، اس قبے کے چار دروازے تھے، قبہ ہیروں سے جڑا ہوا تھا، سلیمان علیہ السلام نے اس نوجوان سے حالات پوچھے، اس نے کہا کہ: میرے والد نابینا تھے، میں ان کی خدمت کرتا تھا، جب وہ مرنے لگے، انہوں نے میرا ہاتھ اوپر اٹھایا اور اللہ رب العزت سے مخاطب ہوکر کہا کہ یا اللہ! یہ تیرے سپرد ہے تو اس کی حفاظت کر! اس نوجوان نے کہا: میری والدہ کا نچلا دھڑ فالج زدہ تھا، میں نے والدہ کی خوب خدمت کی۔ دنیا سے رخصتی کے وقت والدہ نے میرا ہاتھ اوپر اٹھایا اور

کہا: یارب! یہ تیرے سپرد ہے، تو اس کی حفاظت کر، اس کے کھانے کا انتظام کر، اور اس کو ذکر کی توفیق عطا فرما! اس نوجوان نے کہا کہ: اللہ رب العزت مجھے ہر قسم کا بہترین رزق دیتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس کا پیروکار ہے، نوجوان نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا! سلیمان علیہ السلام نے رجسٹر کھولا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کو دو ہزار سال اس قبے میں رہتے ہوئے گزر چکے تھے۔

سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک جلسے کے لئے تشریف لائے تھے، وہاں فرمایا: سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے!

(مطلب یہ ہے کہ اربابِ قلوب اور اہلِ باطن بہت کم ہیں، حضرت کے اس ارشاد مبارک سے یہ نہ سمجھا جائے کہ علم بیکار ہے۔ علم ظاہر کی مستقل اہمیت ہے اور تمام علمائے حق قابل احترام ہیں۔ علم ظاہری کے ساتھ اگر راہ سلوک طے کر لیا جائے تو علم میں جلاء پیدا ہو جاتا ہے اور دل کی بصیرت تیز ہوتی ہے۔ (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت شمس المشائخ حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ فرماتے تھے: انبساط اور انقباض سالک کے ساتھ لازم وملزوم ہے، لیکن انقباض اعلیٰ مقام ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا واقعہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اور حالت ہوتی تھی اور گھر میں اور حالت ہوتی تھی، آپؐ نے کہا: اگر سالک پر ہر وقت انبساط رہے تو وہ ہوا میں اڑنے لگے۔

اللہ والوں کے مقامات، اکثر کو علم نہیں ہوتا

حضرت جی ثالث امیر تبلیغ مولانا انعام الحسن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کے متعلق ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: بعض بڑے بڑے مقام کے اولیاء گزرے ہیں، ان کو اتنا علم بھی نہیں تھا کہ ہم کس مقام پر ہیں؟ موت سے پہلے حجابات اٹھ گئے اور ان کو مقام بتادیا گیا۔ فرمایا: شاید مولانا انعام الحسن صاحبؒ کو اپنے مقام سے آگاہ نہیں کیا گیا، کیونکہ بعض اولیائے کرام کو ان کے مقام سے آگاہ نہیں کیا جاتا۔ حضرت افغانی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ بڑے مقام کے بزرگ تھے لیکن وہ اپنے آپ کو ایک عام آدمی سمجھتے رہے، موت کے وقت ان کو ان کے مقام سے آگاہ کیا گیا، ان کے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوتا، کچھ بھی محسوس نہیں کرتے، لیکن اللہ تعالی کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہوتا ہے۔

بیعت والا خانقاہی نظام

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ بیعت والا خانقاہی نظام مفقود ہو گیا ہے۔

فرمایا: نقشبندیہ کے حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ چلے گئے! قادریہ کے حضرت لاہوری رحمہ اللہ چلے گئے! چشتیہ کے حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ چلے گئے! اب پیچھے کیا رہ گیا ہے؟ (مقصد یہ تھا کہ اب خانقاہی نظام کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے ہم نشین کی ہم نشینی اختیار کرلو، دنیا کی رغبت دل سے نکل جائے گی

راقم الحروف (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ العالی) کے محلہ عید گاہ (ڈیرہ اسماعیل خان) کی جامع مسجد میں تبلیغی جماعت آئی ہوئی تھی، اس میں ایک عالم دین کراچی کے تھے، اس نے حضرتؒ کے متعلق سن رکھا تھا، وہ عالم دین حضرتؒ کی زیارت کے لئے احقر کے ساتھ گھر آئے، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، رات کے تقریباً دس بج رہے تھے، انہوں نے عرض کیا: جب طالب علمی کا دور تھا تو یقین بنا ہوا تھا، اب جب مدرس بن گیا ہوں اور تنخواہ دار ہو گیا ہوں، مال کی طرف رغبت ہوتی ہے، اس کا علاج بتائیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی اللہ والے کی ہم نشینی اختیار کرلیں، دنیا کی رغبت دل سے نکل جائے گی۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا بری چیز نہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ فرمایا: حضرت عثمان غنی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما مالدار تھے، لیکن قلبی تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ فرمایا: اگر تمہارے پاس چھت جتنے اونچے ہیرے، جواہرات، سونا چاندی کے ڈھیر لگ جائیں، لیکن قلبی تعلق اللہ کے ساتھ ہو تو گھبرانے کی بات نہیں، لیکن دل کے ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ لو! فرمایا: ہر وہ چیز جو تمہارے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے وہ دنیا ہے، چاہے وہ بیوی ہو، بال بچے ہوں، دنیا ہو، تجارت ہو، کرسی ہو یا عہدہ ہو۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ میں طواف کر رہا تھا، دوران طواف ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو کہ خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر زار و قطار رو رہا تھا، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے

اس کے دل پر توجہ ڈالی تو ایک لمحے کے لئے بھی اس کا دل اللہ تعالی سے جڑا ہوا نہیں تھا۔ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں مکہ مکرمہ کے بازار سے گزر رہا تھا، ایک نوجوان کی ہیرے جواہرات کی دکان تھی، بڑے بڑے وزراء، امراء اس سے سودا لے رہے تھے، لیکن اس کے دل پر توجہ ڈالی تو یک لمحے کے لئے بھی اس کا دل اللہ تعالی کی یاد سے غافل نہیں تھا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: عراق کا ایک نوجوان حافظ قرآن حج کے لئے گیا، جب حج سے فارغ ہوا تو ایک بدو کو کرایہ پر لے کر عراق کے لئے تیار کیا، بدو کے پاس سواری کے لئے اونٹ تھا، راستے میں جنگل سے گزر رہے تھے، جوان قرآن کی تلاوت کر رہا تھا، جب قرآن کی اس آیت پر پہنچا: "وفی السمآء رزقکم وما توعدون" (الزاریات) تو بدو کھڑا ہو گیا، کہا: کیا یہ اللہ تعالی کا کلام ہے؟ عربی سمجھتا تھا، فرمایا: ہاں! بغداد پہنچ کر اس بدو نے نکیل اونٹنی کی ناک سے نکالی اور اونٹنی کو چھوڑ دیا، اور خود جنگل اور پہاڑوں میں جا کر اللہ اللہ کرنے لگا۔ چند سال گزر گئے، بدو حج کے لئے گیا، دوران طواف اس نوجوان سے ملاقات ہو گئی، بدو نے کہا کہ: دوسرا سبق دے دو! اور بدو نے اپنا سارا حال سنایا، نوجوان نے کہا: «فورب السمآء والارض انه لحق مثل ما انکم تنطقون» (الزاریات) بدو کی چیخ نکلی اور کہا کہ مخلوق نے میرے رب کو اتنی تکلیف دی کہ میرے رب کو قسم اٹھانا پڑی، بدو چیختا ہوا حرم کعبہ سے نکل گیا تو اس کے بعد نوجوان نے طواف مکمل کیا۔

اللہ تعالی کا ارادہ چلتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دن حضرت احمد علی لاہوری

رحمہ اللہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان آیا اور حضرتؒ کا ایک پاؤں دبانا شروع کر دیا، حضرتؒ نے فرمایا: اللہ تعالی نے اس نوجوان کو القاء کیا، یہ اچھرہ سے آیا ہے، اللہ تعالی نے اس کو بھیج دیا، فرمایا: میری اس ٹانگ میں درد تھا۔ فرمایا: لاہور کے ایک ڈاکٹر عبدالرشید صاحب تھے، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے تعلق والے تھے، ان کا انتقال ہو گیا، خلیفہ صاحبؒ نے کہا: میں اسی رات لاہور پہنچا۔

بعض مرید اپنے شیخ سے آگے نکل جاتے ہیں

مؤرخہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ سے مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں ملاقات ہوئی، فرمایا: عزیز الرحمن آئے تھے اور مجھ سے اسمائے حسنیٰ پر مراقبہ کے متعلق پوچھ رہے تھے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اب تم مجاز ہو، جس نام پر کرنا چاہتے ہو، کرو۔ پھر فرمایا: ہمارے حضرات میں سے صرف سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اسمائے حسنٰی پر مریدوں سے مراقبہ کروایا کرتے تھے، اور مریدوں پر اس ضمن میں توجہ بھی ڈالتے تھے۔ فرمایا: یہ تو سالک کی اپنی استعداد اور قبولیت کی بات ہوتی ہے۔ فرمایا حضرت عبید اللہ احرارؒ، حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے مرید تھے، جب شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شیخ نے تین دنوں میں مقام جذب پر پہنچا دیا۔ باقی مرید اور خلفاء حسد کرنے لگے۔ فرمایا: حسد کی بات نہیں، عبید اللہ کے پاس چراغ اور تیل دونوں موجود تھے، ہم نے تو صرف تیلی لگائی اور چراغ روشن ہو گیا۔ فرمایا: بعض مرید اپنے شیخ سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔ فرمایا: حضرت خواجہ باقی باللہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے شیخ تھے، لیکن حضرت خواجہ باقی باللہ فرمایا کرتے تھے: حضرت مجدد الف ثانی سورج ہیں، اور ہم سب ان کے سامنے ستارے

ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے تھے: اگر شیخ کو مرید سے بیعت لینے کی اجازت ہوتی تو میں حضرت مجدد الف ثانی سے بیعت ہوتا۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے معمولات

ایک مجلس میں جس میں مولانا عطاء الرحمن صاحب خانو خیل والے اور عنایت اللہ سیال صاحب (مرحوم) موجود تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ قصیدہ بردہ کی تلاوت سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے، پھر تھوڑی دیر قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے، اس کے بعد قصیدہ بردہ شریف کی تلاوت کرتے تھے، ساڑھے دس لاکھ ذکر ان کا روزانہ کا معمول تھا، ان کی لاتعداد مصروفیات تھیں، رسالہ خدام الدین کا کام کرنا، قرآن پاک کی تفسیر پڑھانا، خط وکتابت، مریدین کے لئے وقت نکالنا وغیرہ وغیرہ، حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب نے بتایا: حضرت لاہوری رحمہ اللہ معمولات پورا کرنے سے پہلے کبھی نہیں سوتے تھے، خواہ ساری رات گزر جاتی۔

اللہ والوں کی ہر چیز میں برکت ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جس سال میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا، اس سال موضع چکیرہ ضلع سرگودھا کے مولانا احمد شاہ صاحب بھی حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے زیر تربیت تھے، حضرت احمد شاہ صاحب، حضرت مدنیؒ سے دورہ حدیث پڑھ کر آئے تھے، فرمایا: میں نے فراغت کے بعد مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت نے کہا: پاکستان میں تم کو شیخ مل جائے گا، شیخ اگر نزدیک ہو تو فائدہ زیادہ ہوتا ہے! حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی ان دنوں بہت شہرت تھی،

حضرت شاہ صاحب، حضرت سواگی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت سواگی رحمہ اللہ نے ان سے کہا: اگر زندگی رہی اگلے سال حج کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضور ﷺ سے آپ کو اجازت دلواؤں گا! لیکن افسوس کہ حج سے پہلے حضرت سواگی رحمہ اللہ وفات پا گئے۔ حضرت شاہ صاحب رمضان شریف میں حضرت سواگی رحمہ اللہ کو قرآن سناتے تھے، فرمایا: میں جب لاہور گیا، شاہ صاحب میرے ساتھ اکٹھے رہے، حضرت شاہ صاحب، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اس سال حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو قرآن سنایا، حضرت شاہ صاحب اکثر فرماتے تھے: میں روزانہ ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرتا ہوں، اور مراقبے کے دوران جب ایک منٹ کے لئے مجھے اونگھ آتی تھی، میں ایسا ہشاش بشاش ہو جاتا تھا کہ سالہا سال تک سویا رہا ہوں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ ساری اسم ذات کی برکت ہے۔ فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ روزانہ ساڑھے دس لاکھ کے قریب وظائف کرتے تھے، یہ خبر "خدام الدین" میں بھی آئی تھی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرا تجربہ ہے، ایسے لوگوں کے لئے وہ دن بھی بڑا ہو جاتا ہے اور رات بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ فرمایا: لوگوں کے لئے وہی دن رات رہتا ہے۔ لیکن ذاکرین اور غافلین کے دن رات مختلف ہو جاتے ہیں۔ ذاکرین کے دن رات لمبے ہو جاتے ہیں۔ اور غافلین ہائے ہائے کرتے رہتے ہیں کہ سورج جلد غروب ہو گیا، ذاکرین افسوس کرتے ہیں کہ بڑی چھوٹی رات تھی، یعنی غافلین دن کو اہمیت دیتے ہیں، دنیاوی کام دن میں ہوتے ہیں، اور دن کے گزرنے پر افسوس کرتے ہیں، اور ذاکرین رات کو اہمیت دیتے ہیں، اللہ تعالی سے خصوصی تعلق اور مناجات کے لئے رات ہوتی ہے اور رات کے گزرنے پر افسوس کرتے ہیں۔

دنیا ان کی وجہ سے قائم ہے

۹ جنوری ۱۹۹۹ء کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج پروفیسر نصرت اللہ اور ان کا بڑا بھائی عصمت اللہ (مقیم رائے ونڈ شعبہ مستورات) آئے تھے، نصرت اللہ حال ہی میں تھائی لینڈ میں سات مہینے کا تبلیغی سفر کر کے آئے تھے، پروفیسر صاحب نے کہا کہ وہاں پر ایک مسلمان کو دو کروڑ اسی لاکھ روپے تجارت میں نقصان ہوا، لیکن اس کو پرواہ تک نہ تھی، وہ کہہ رہا تھا: دنیا آنی جانی چیز ہے! حضرتؒ نے فرمایا: عجیب لوگ ہیں، دنیا ان کی وجہ سے قائم ہے۔ پھر فرمایا: پیرانِ پیر خواجہ نقشبندؒ کا ایک تجارتی جہاز سامان لے کر آ رہا تھا، لوگوں نے اطلاع کی کہ سمندر میں طوفان آیا ہوا ہے، جہاز ڈوب گیا ہے، آپ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکایا، پھر کہا الحمد للہ! پھر ایک شخص آیا اس نے کہا: حضرت طوفان ٹل گیا ہے، جہاز محفوظ ہے۔ آپ نے سر جھکایا، پھر کہا: الحمد للہ! لوگوں نے کہا: حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے دونوں مرتبہ الحمد للہ کہا۔ فرمایا: میں نے دونوں مرتبہ دل کی طرف توجہ کی، دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں تھا، تو میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

(معلوم ہوا کہ اصل چیز حق تعالیٰ شانہ کی یاد ہے، پریشانی میں بھی اور اطمینان اور خوشی کی حالت میں بھی، اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو، حالات آنے جانے والی چیز ہے۔ از محمد بلال)۔

گولڑہ شریف کی خانقاہ اور برکات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ محی الدین جو کہ حضرت پیر مہر علی شاہ کے بیٹے اور خلیفہ تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ روزانہ بارہ

تسبیح پڑھا کرتے تھے اور گنج العرش اور درود تاج پڑھا کرتے تھے، خانقاہ میں ایسی برکت تھی کہ لوگ خالص گھی کے ٹین لاتے تھے اور منی آرڈر کی لائن لگ جاتی تھی، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے گھی کے ٹین اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ فرمایا: ایک بڑے ماچہ (چارپائی جس پر پچاس کے قریب آدمی بیٹھ سکتے تھے) پر بیٹھے ہوئے تھے، اور مندرجہ بالا وظائف پڑھ رہے تھے، وظائف پنج گنج کا بھی وظیفہ کرتے تھے، ایک خادم حضرت پر پنکھا جھلتے تھے۔ حضرت کے یہاں روزانہ قوالی ہوتی تھی، جب حضرت دربار پر جاتے تھے لیکن قوالی میں ساز نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ آج کل مولود پڑھتے ہیں۔ فرمایا: حضرت محبوب الٰہی، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ وغیرہ کی مجالس میں بھی ساز نہیں ہوتا تھا، لیکن بعد کے حضرات خواجہ سلیمان تونسوی اور حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی قوالی میں ساز ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور خانقاہ کے چولہے کی راکھ

مؤرخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو احقر نے شیخ الحدیث مولانا علاء الدین کے درس قرآن کے بعد مہمان خانے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرتؒ کے پاس ایک نوجوان بیٹھا ہوا تھا، حضرتؒ نے کہا: یہ حافظ اور عالم دین ہے اور جامعہ اشرفیہ لاہور کا فارغ التحصیل ہے اور خلیفہ غلام عبدالرسول کا پڑپوتا ہے، جو کہ خواجہ ابراہیم صاحب موسیٰ زئی والے یا حضرت خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ کا خلیفہ تھا، حضرتؒ نے کہا: میں ان کے ساتھ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب کی باتیں کر رہا ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: ایک دفعہ حضرت ابرہیم صاحب (حضرت خواجہ سراج الدین کے بیٹے) اور خواجہ غلام

حسن صاحبؒ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہوئے، مراقبہ اور اشراق سے فارغ ہو کر دونوں ایک کمرے میں چلے گئے، حضرت خواجہ غلام حسن صاحبؒ نے حضرت خواجہ ابرہیمؒ سے کہا: میری جھولی میں کچھ ڈال دو! جب کمرے میں دونوں چارپائی پر بیٹھ گئے تو حضرت خواجہ ابراہیم صاحبؒ نے فرمایا: آپ تو ہماری خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے چولہے کی راکھ تک لے گئے، اب مزید ہم آپ کو کیا دیں؟ مطلب یہ تھا کہ آپ یہاں سے کافی فیض حاصل کر چکے ہیں۔

خواجہ سراج الدینؒ یا خواجہ محمودؒ کا فیض زیادہ ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والے نوجوانی میں ۳۵ سال کی عمر میں وفات پا گئے، ان کو آنتوں کا مرض لاحق تھا، حکیم اجمل خان کے پاس حضرت خواجہ سراج الدینؒ اور خواجہ محمود صاحبؒ دونوں اکٹھے گئے، حکیم اجمل خان دہلی والے سے لوگوں نے پوچھا: ان دونوں میں سے کس کا فیض زیادہ ہے؟ حکیم صاحب نے عرض کیا: میں اس لائن کا آدمی نہیں ہوں، لیکن اتنا پتا ہے کہ خواجہ محمود کے پاس ہندوستان کے رؤساء اور اہل اللہ اکٹھے رہتے تھے، جبکہ خواجہ سراج الدین کے اردگرد ہندوستان کے جید علماء اور فضلاء اکٹھے رہتے تھے۔

پالکی والے نمبر لے جاتے ہیں

۱۰ رمضان المبارک مؤرخہ ۳۱ جنوری ۱۹۹۶ء کو تراویح کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں تشریف فرما تھے، مفتی حسین احمد صاحب سے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: کمزور ہو گیا ہوں! عرض کیا: حضرت شیخ الحدیث محمد زکریا رحمۃ اللہ پالکی میں بیٹھا کرتے

تھے، اور حضرت مولانا اشرف پشاوریؒ بھی ایسے ہی معذور تھے، ان کو تو مرید کاندھوں پر اٹھا کر چلتے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: وہ بڑھیا تھے۔ فرمایا: ایک شیخ تھا وہ اتنا صاحب کمال تھا کہ مراقبے میں جھولے میں جھولا کرتا تھا، دوسرے علاقے میں دوسرے شیخ تھے، وہ پالکی میں ہوتے تھے، دونوں کے مریدین تھے، جھولے والے کا مرید اپنے شیخ کی بڑی تعریف کرتا تھا، پالکی والے کے مرید نے کہا: مجھے کبھی اپنے شیخ کے پاس لے چلو! ایک دن وہ لے گیا، وہ شیخ اور ان کے کئی مریدین بیٹھے ہوئے تھے، سب کے سب مراقب تھے، یہ بھی ایک کونے میں مراقب ہو گیا، جب جھولے والے شیخ پر توجہ ڈالی وہ جھولے سے بمعہ اس کے مریدین کے دھڑام سے گر پڑا، تین مرتبہ یہ عمل ہوا، اس کے بعد وہ پالکی والے کا مرید کمرے سے نکل گیا، اس نے دوست سے کہا کہ: مجھے اپنے شیخ سے تخلیہ میں ملاؤ، تخلیے میں دوست نے پیر سے کہا کہ: تمہارے اوپر شیطان مسلط ہے! پیر نے سب مریدین کو چھٹی دے دی اور کہا: جاؤ جس کے پاس جاتے ہو اور خود اس سے سبق لینے لگا، صحیح اسباق لینے کے بعد وہ صحیح اللہ والا بن گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا: پالکی والے نمبر لے جاتے ہیں، ان میں سچی روحانیت ہوتی ہے۔

نہ وہ شیخ رہے، نہ مرید، قحط الرجال ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: نہ وہ شیخ رہے، نہ مرید، قحط الرجال ہے، جو صحیح ہیں، چھپ گئے ہیں۔ فرمایا: حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسماعیل خان) تشریف لائے، یہ تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ جب وہ ووٹوں کے موقع پر

تشریف لائے تو موجود تھے، موسیٰ زئی شریف حضرات (دوست محمد قندھاریؒ، خواجہ عثمان دامانیؒ، حضرت خواجہ سراج الدینؒ) کی قبور کے ساتھ کھڑے ہو کر متوجہ ہوئے، مسجد کے مینارے کے قریب کھڑے تھے، لوگ قسم کھا رہے تھے کہ ہم نے اپنے کانوں سے حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے قلب کی آواز سنی، ہنڈیا کی طرح ان کے سینے سے آواز آ رہی تھی، مسلسل ایک گھنٹے تک کھڑے کھڑے مراقب رہے، ایسے لوگ گزرے ہیں جو ایک سانس میں ۱۱۰ مرتبہ نفی اثبات کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مدنیؒ کا معمول تھا کہ حرمین شریفین جاتے تھے، پہلے مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے تھے، وہاں پر نبی کریم ﷺ کو (وسیلہ) سفارش بنا کر پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں جاتے تھے، مدینہ کے لوگ کہتے تھے کہ ہند سے ایک جوان آتا ہے، حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے، حضور ﷺ اندر سے سلام کا جواب دیتے ہیں (یا ولدی)۔ فرمایا: یہ مقام تھا حضرت مدنی رحمہ اللہ کا، فرمایا: حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کہا کرتے تھے: ہمت والے لوگ چلے گئے، یہ چوتھی یا پانچویں صدی کا واقعہ ہے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف والے ترکستان گئے تھے، انہوں نے حضرت مولانا رومیؒ کی قبر پر حاضری دی اور مراقبہ کیا، حضرت مولانا رومی رحمہ اللہ کی خواب میں زیارت ہوئی، اور مولانا رومیؒ نے پیر مہر علی شاہ کو کھانے کی دعوت دی کہ کل آپ کا کھانا ہمارے پاس ہو گا۔ بہت گھبرائے کہ چونکہ مولانا رومی رحمہ اللہ نے دعوت دی ہے، شاید وہ اپنے پاس بلا رہے ہیں، لوگوں کو یہی بتایا، اسی کشمکش میں مبتلا تھے کہ حضرت مولانا رومیؒ کی طرف سے ایک بوڑھا شخص آیا کہ مجھے حضرت مولانا رومیؒ نے بھیجا ہے، کھانا میرے ہاں ہو گا! پیر مہر

علی شاہ نے کہا کہ دستر خوان وہی ہو گا جس پر مولانا رومی رحمہ اللہ کھانا کھایا کرتے تھے، اس بوڑھے نے فرمایا: وہی ہو گا! دستر خوان دھلا ہوا نہیں تھا، پھر کہا: کھانا بھی وہی ہو گا جو حضرتؒ کھاتے تھے تو جو کھانا دستر خوان پر چنا گیا، وہ ساگ کے لمبے لمبے ابلے ہوئے پتے تھے، کاٹے بھی نہیں گئے تھے، اور ایک دو اسی قسم کی سبزیاں تھیں، حضرت خلیفہ صاحبؒ فرما رہے تھے کہ یہ بات میں نے خود ایک مجلس میں پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے سنی تھی، پیر مہر علی شاہ صاحبؒ نے فرمایا: خدا کی قسم! جو مزہ اس ساگ میں تھا، زندگی بھر ایسا کھانا نصیب نہیں ہوا۔

جارج پنجم کی تاج پوشی اور حضرت مولانا رحمت شاہ صاحبؒ کا فتویٰ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: مجھے جارج پنجم کی تاج پوشی اچھی طرح یاد ہے، وہ خواجہ احمد نے کرائی تھی، بڑے بڑے لوگ اس میں شامل ہونے کے لئے گئے تھے، مولانا شمس الدین کوئٹہ والے کے دادا حضرت مولانا رحمت علی شاہ صاحب تھے، انہوں نے واقعہ سنایا کہ جب میں دیوبند سے فارغ ہو کر فورٹ مین سنڈے آیا، وہاں پر ایک مسجد میں درس دیتا تھا، وہاں پر میں نے فتویٰ دیا کہ جن لوگوں نے جارج پنجم کی تاج پوشی میں شرکت کی ہے، وہ اپنا تجدید نکاح کرائیں۔ کہتے ہیں کہ ایک تحصیل دار صاحب خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے مرید تھے، وہ میرے معتقد تھے، اس نے فیصلے کے لئے حضرت خواجہ غلام حسن رحمہ اللہ کو ثالث مقرر کیا، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ فورٹ سنڈے تشریف لائے، لوگ ان کے استقبال کے لئے آئے، ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا، ایک مسجد میں ہم نے نماز ادا کی، امام صاحب جب نماز

پڑھانے کے لئے آگے بڑھے، میں خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے دائیں جانب کھڑا تھا، امام صاحب کی داڑھی چھوٹی تھی، سنت کے مطابق نہ تھی، حضرت خواجہ صاحب نے کہا: رحمت شاہ! تم نماز پڑھاؤ۔ کہتے ہیں کہ میں بڑا خوش ہوا کہ خواجہ صاحب نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں۔ جب عشاء کے وقت سارے لوگ اکٹھے تھے، حضرتؒ نے تحصیل دار کو کہا کہ میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا، جن حضرات نے جارج پنجم کی تاج پوشی میں شرکت کی ہے یا اس کی تائید کی ہے، سب تجدید نکاح کروائیں اور استغفار کریں۔ حضرتؒ نے پورے دو دن لوگوں کے تجدید نکاح میں صرف کئے، تمام نمازیں حضرت مولانا رحمت علی شاہ صاحب نے پڑھائیں۔

حضرت سواگی رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی انگریزوں سے نفرت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے، کہتے تھے کہ اگر میرا بس چلے تو ان کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان رکھ کر رگڑ ڈالوں۔ یعنی اشارے سے کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ بھی انگریزوں کے سخت مخالف تھے اور کہتے تھے کہ: اگر میرا بس چلے تو میں انگریزوں کو دو ہتھیلیوں کے درمیان رگڑ دوں، اشارے سے فرمایا کرتے تھے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا طریقہ تربیت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت

لاہوری رحمہ اللہ کی یہ عادت تھی کہ درس تقریباً ایک گھنٹہ دینے کے بعد اپنے تسبیح خانے (ذکر کے کمرے) میں جاتے تھے، اور صرف ایک شاگرد (سالک) کو بلاتے تھے، ان سے سبق پوچھتے کہاں پر ہو؟ کون سا سبق ہے؟ اور وہ سبق ان سے سنتے، اور ان کے سبق یعنی لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے، اگر کامیابی ہوتی یعنی سبق پختہ ہوتا تو دوسرا سبق دیتے تھے، وگرنہ کہتے جاؤ اور سبق پکاؤ! یعنی زیادہ کام کرو، حضرتؒ تاکید کرتے تھے کہ ہر تین مہینے بعد آیا کرو۔

ایک گرو اور ایک اللہ والے کا قصہ

فرمایا گرداسپور (بسیاں) میں ایک پہاڑی تھی، وہاں پر ایک گرو رہتا تھا، اس پہاڑی پر ایک بزرگ بھی رہنے لگے۔ گرو نے بزرگ سے کہا: آپ یہاں نہیں رہ سکتے، بزرگ نے بڑی مسجد بنائی، ایک خانقاہ تعمیر کی جس میں کئی کمرے تھے، گرو پہاڑی کے اندر گھس گیا اور پتا بھی نہ چلا کہ گرو کہاں چلا گیا؟ اس کے باقی چیلے اس پہاڑی کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی بصیرت

احقر (ڈاکٹر صاحب مدظلہ) ۱۹۹۹ء میں ڈیرہ اسماعیل خان سے ایبٹ آباد منتقل ہو گیا تھا، فرنٹیئر کالج ایبٹ آباد میں بطور پروفیسر پیتھالوجی تعیناتی ہو گئی تھی۔ مؤرخہ ۱۱ جولائی ۱۹۹۹ء کو ڈیرہ اسماعیل خان حضرتؒ کی خدمت میں ان کے گاؤں میں ان کے گھر پر حاضری دی، حضرتؒ سے عرض کیا: ہمارے فرنٹیئر میڈیکل کالج میں ۶۰ فیصد طالبات ہیں، حضرتؒ نے فرمایا: حضرت محمود غزنویؒ اپنے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت میں عورتوں کو لے گئے، جنہوں نے پگڑیاں اور مردانہ لباس پہن رکھا تھا، حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے کہا: ان

نامحرموں کو نکال دو! محمود غزنویؒ نے کہا: یہ تو میرے وزیر اور مشیر ہیں! حضرتؒ نے کہا: میں کہتا ہوں ان نامحرموں کو نکال دو۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کا ایک نوجوان سے خطاب

ایک نوجوان، حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کے پاس آیا، ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ رئیس الاولیاء تھے، چشتیہ سلسلے کے سردار تھے، معمولی آدمی نہیں تھے، بادشاہی کو لات ماری تھی، نوجوان نے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے عرض کیا: مجھے کوئی بات سنائیں! حضرتؒ نے فرمایا: بیٹا! کون سی بات سناؤں؟ میں تو خود غرق ہوں۔ نوجوان نے کہا: کس چیز میں غرق ہیں؟ کہا: مجھے علم نہیں! کہا: میں ماں کے پیٹ میں تھا، فرشتے نے سوال کیا: رب العزت اس کو سعادت مند لکھوں یا شقی؟ میں اس فکر میں ہوں کیا جواب ملا ہو گا؟ دوسری بات جب فرشتہ میری روح قبض کرنے آئے گا تو اللہ سے پوچھے گا: اس کو جنت میں لے جاؤں یا جہنم میں لے جاؤں؟ مجھے معلوم نہیں فرشتہ کہاں لے جائے گا؟

فرمایا: (خوف بھی ہو رجاء بھی ہو، بوڑھا رجاء میں رہے، یعنی بڑھاپے میں حق تعالی کی رحمت سے امید کا غلبہ ہو، مایوس نہ ہو، نوجوان خوف میں رہے تا کہ زیادہ سے زیادہ نیک عمل کرے اور گناہوں سے بچے)۔

حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی بیوی کا قصہ

احقر (حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب مدظلہ) نے ایک دن حضرت خلیفہ صاحبؒ کے سامنے اپنی والدہ کی صفات بیان کیں کہ بڑی تہجد گزار تھیں اور والد صاحب کو بھی تہجد کے لئے جگاتی تھیں، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی بیوی رات کو نیا لباس پہن کر سنگھار کر کے

زیورات پہن کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھتیں: میری ضرورت ہے؟ حضرتؒ جواب دیتے نہیں! پھر جا کر دوسرے کپڑے بدلتیں اور مصلیٰ پر کھڑی ہو جاتیں، تہجد کے لئے حضرتؒ کو بھی جگاتیں اور کہتیں: اٹھو اللہ تعالی کے دربار میں حاضر ہو جاؤ! پتا نہیں کون سے قافلے کے ساتھ ہمارا کوچ ہے۔

صرف ایک ہی دروازہ کھلا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت سہل تستری رحمہ اللہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے دورانِ طواف حضرتؒ نے لبیک کہا، جواب آیا: لالبیک! کئی مرتبہ ایسا ہوا، مرید نے کہا: ادھر سے تو لالبیک کی آواز آرہی ہے! جواب دیا: میں بھی سن رہا ہوں، لیکن کیا کروں؟ کیا آپ کو کوئی دوسرا دروازہ نظر آتا ہے؟ صرف ایک ہی دروازہ ہے!

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکاتب

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے مکاتب کے بارے میں فرمایا: حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان سے فرمایا تھا: اشارے لکھا کرو، تفصیل سے خط نہ لکھا کرو، وگرنہ لوگ فتوے دے کر گمراہ ہو جائیں گے، اور اگر خط نہ لکھ سکو تو توجہ سے بات ہوتی رہے گی۔ فرمایا: حضرت شاہ غلام ربانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: جب میں ان کے مکاتب پڑھتا ہوں تو میں ایسے محسوس کرتا ہوں کہ میں ابھی تک مدرسہ (مکتب) کے الف، با پڑھ رہا ہوں۔

ابدال اور قیوم کا ذکر

ملک شام کی زمین بڑی مقدس ہے حضور ﷺ کو یہاں کے متعلق حکم ہوا کہ تم کو عجائبات دکھلائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام ملکِ شام میں بکثرت آئے ہیں۔ فرمایا مشکوٰۃ کے حاشیے پر لکھا ہے کہ چالیس ابدال ملک شام میں رہتے ہیں، جبکہ تیس دوسرے ملکوں میں ہوتے ہیں، سب کے سب قیوم کے ماتحت ہوتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے خواب میں فرمایا: ہمارے سلسلے میں ایک شخص قیوم زمانہ ہے، وہ پندرہ دن میں خلیفہ غلام رسول صاحب ماہڑوی رحمہ اللہ کی تربیت کر لے گا۔ فرمایا: جبکہ مجھے چودہ دن لگ گئے تھے، فرمایا: مجھے حکم ہوا کہ آپ کی زندگی کے دو دن باقی ہیں، جلد حضرت افغانی رحمہ اللہ کے پاس جاؤ! فرمایا: حضرت افغانی رحمہ اللہ نے مجھے کوئٹہ میں ایک سبق دیا، دوسرے دن دو سبق دیئے۔ فرمایا: جب دوسرے مراقبے کا رسوخ پیدا ہو جائے، پھر تیسرا کریں، فرمایا: قادریہ اور نقشبندیہ کے تین مراقبے کرتا تھا، حضرت افغانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سارے آپ کس وقت کرتے ہیں؟ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے اوقات بتائے، حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے چودہ دن میں خلافت دے دی۔

اولیائے کرام کی طبیعت مختلف ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک دفعہ ایک امیر نے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ اور ایک تیسرے ولی کی دعوت کی۔ میزبان خود ۱۲ بجے کے بعد آیا، سب کو ایک ایک ٹکا دیا اور کہا: بازار جاؤ اور روٹی خرید لو! ایک نے اس ٹکے کا بوسہ لیا، دوسرے نے

آنکھوں پر رکھ لیا، حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے کہا: اللہ والوں کا امتحان نہ لو، تباہ ہو جاؤ گے! فرمایا: یہ اپنے اپنے مراتب کی بات ہے، توجہ سے دل کی صفائی ہوتی ہے، لطائف ذکر کرنے لگتے ہیں، لطائف چالو ہو جاتے ہیں۔

سب قیوم کے ماتحت ہوتے ہیں

احقر (راقم الحروف) نے ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے قیوم کے بارے میں پوچھا، فرمایا: سارے آسمان اور زمین کا نظام اس کے پاس ہوتا ہے۔ فرمایا: حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ قیوم زمانہ تھے۔ اور حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ قطبیت کے درجے پر فائز تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: قیوم، قطب سے اعلیٰ ہوتا ہے، اور فرمایا لیکن روئے زمین پر حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا چرچا تھا۔

خواجہ پیر پٹھان رحمہ اللہ اور ایک ہندو کی ہدایت کا واقعہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک ہندو تھا، راستے میں جب گلی سے گزرتا اور خواجہ پیر پٹھان رحمہ اللہ سے ملاقات ہوتی تو خواجہ صاحبؒ کو سلام کرتا اور کہتا: "بھلے کو بھلی لاج" جب اس کی موت کا وقت قریب آیا، کئی دنوں سے جان کنی کی حالت میں تھا، روح قبض نہیں ہو رہی تھی، حضرتؒ نے فرمایا: سارے نکل جاؤ دروازہ بند کر دو! حضرتؒ نے علیحدگی میں اس کو کلمہ پڑھوایا، کلمہ پڑھتے ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔ حضرت نے کہا: مر گیا ہے، اب اپنے رواج کے مطابق اس کو دفن کر دو! اس کو آگ میں جلایا گیا لیکن کپڑوں کو آگ نہیں لگتی تھی، تنگ آکر ہندوؤں نے اس کو دریا میں ڈال دیا،

لیکن لاش ساحل کے کنارے آکر لگ جاتی، یہ اس کو دوبارہ پھینک دیتے تھے، آخر ہندو خواجہ صاحبؒ کے پاس گئے اور سارا ماجرا سنایا، تو حضرتؒ نے فرمایا: لاش میرے قبضے میں دے دو! ہندو مان گئے، پیر پٹھان رحمہ اللہ نے اپنے آدمی بھیجے، انہوں نے کپڑے اتارے، غسل دیا اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کر دیا۔ "بھلے کو بھلی لاج" یعنی اللہ والوں کے ساتھ وفادار اور تعلق والا وفادار بن جاتا ہے۔

حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کی مجلس کے اثرات

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: غلام حسن پونگر ۱۸ سال تک حضرت محی الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے، اور فرمایا: حضرت ابھی تک مجھے قلب کا پتا نہیں چلا، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: تم حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پاس چلے جاؤ، وہاں جا کر چھ مہینے میں لاتعین تک پہنچ گئے، حضرت خواجہ غلام حسن پونگر رحمہ اللہ، حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ کے خلیفہ تھے۔

اللہ والوں کے اثرات باقی رہتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: جہاں اللہ والے بیٹھ جاتے ہیں، جس کمرے میں بیٹھ جاتے ہیں وہاں پر ان کے اثرات کا پتا چلتا ہے۔ پھر فرمایا: ایک شخص نو سال کے بعد حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ کی جگہ پر گیا، جہاں حضرتؒ خلوت گزیں ہوا کرتے تھے، تو فرمایا: میں نے وہی اثرات (انوارات) محسوس کئے ہیں جو حضرتؒ کی زندگی میں ہوتے تھے۔

یہ لوگ اتنے عظیم ہیں کہ اگر کوئی اخلاص سے ان کے پاس چلا جائے تو جھولی بھر دیتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک دفعہ میں موسیٰ زئی ضلع چودھواں ڈیرہ اسماعیل خان گیا، میں نے کلاچی کے ایک دوست حاجی خالق داد مرحوم کو ساتھ چلنے کے لئے کہا، اس نے کہا: میں آپ کے ساتھ جاتا ہوں لیکن آپ کا وقت ضائع ہو گا، کیونکہ خواجہ زاہد (فرزند خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ) میرا دوست ہے، اس کے پاس رہنا ہو گا۔ میں نے کہا: وہاں جا کر میں آپ کو چھوڑ دوں گا، پھر فرمایا: آپ کھانا (روٹی) کہاں سے کھائیں گے؟ میں نے کہا: میں تو حضرت دوست محمد قندھاری، حضرت خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کا مہمان ہوں گا، وہاں ظہر کے وقت پہنچا، فاتحہ پڑھی، اس کے بعد ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، مینارے کے ساتھ بیٹھ کر میں نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی، صاحبزادہ شمس الدین اس وقت چھوٹا تھا، دو بھائی اور تھے، اللہ کو پیارے ہو گئے، ایک اور صاحبزادہ تھا، حضرتؒ نے فرمایا: میری داڑھی اس وقت ناف کے ساتھ لگتی تھی بڑی محبوب لگتی تھی۔
نوٹ: (قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ بعد میں حضرتؒ کی داڑھی نہیں رہی تھی، بیماری کی وجہ سے داڑھی کے سارے بال گر گئے تھے۔ حضرتؒ اکثر اوقات دو باتوں پر افسوس کیا کرتے تھے کہ ایک تو میری داڑھی چلی گئی اور دوسری میں بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں، کھڑے ہو کر معذوری کی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا۔ حضرتؒ کہتے تھے: مجھے ان دو باتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے)۔ صاحبزادہ نے حاجی خالق داد سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کو جانتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: یہ میرے استاذ حافظ غلام محمد کے بھائی ہیں اور حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: میرے پاس چائے آگئی اور میری خاطر مدارت شروع ہو گئی، میں نے اللہ تعالی کا شکر ادا کیا کہ میں ان حضرات کا مہمان ہو گیا۔ صاحبزادہ شمس الدین نے پوچھا: آپ کتنے دن رہیں گے ؟ حضرتؒ نے جواب دیا: میں چالیس دن رہوں گا، اگر پہلے اجازت مل گئی تو چلا جاؤں گا، انہوں نے کہا کہ اگر آپ ساری عمر بھی رہیں گے تو میں نے امی جان سے کہہ دیا ہے: صبح شام آپ کے پاس کھانا آئے گا۔ اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا: میری تشہیر ہو گئی کہ حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ آئے ہیں اور چالیس دن رہیں گے۔ حضرت خواجہ اسماعیلؒ کے گھر والوں نے پیغام بھیجا کہ کھانا ہمارے گھر سے آئے گا، میں نے کہا: میں تو گداگر ہوں، اگر مہمانی کر سکتے ہیں تو میری زنبیل میں کچھ ڈال دیں، روٹی میرے پاس تمہارے گھر سے ہی آ رہی ہے۔ حضرتؒ رونے لگے، آنکھوں میں آنسو آ گئے، صاحبزادگان نے کہا: اللہ کے لئے آپ کے پاس کچھ ہے تو ہمیں دے دیں، ہم خالی ہو گئے ہیں۔ فرمایا: ان کے درد بھرے الفاظ تھے، فرمایا: حضراتؒ کی توجہ ایسی تھی کہ میرا سینہ پھٹتا تھا، فرمایا: میں یوں محسوس کرتا تھا جیسے حضرات قبور سے نکل کر میری طرف توجہ دیتے ہیں، فرمایا: میرے سینے میں آگ لگی ہوئی تھی، رات کو میں سو نہیں سکتا تھا، میں صرف دس دن رہا، پھر حضرات نے اجازت دے دی۔ فرمایا: یہ لوگ اتنے عظیم ہیں کہ اگر اخلاص سے ان کے پاس کوئی چلا جائے تو جھولی بھر دیتے ہیں۔ فرمایا: اب بھی دل چاہتا ہے کہ وہاں چلا جاؤں اور رہوں، لیکن کیا کروں۔۔۔! یعنی جانے سے بہت سی چیزیں مانع ہیں بیماری وغیرہ۔

اللہ کے خزانے میں کسی چیز کی کمی نہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: محبوب عالم ایک اللہ والے تھے، بہت لمبی داڑھی اور نورانی چہرہ تھا، وہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ شریف والے کے خادم تھے، ان کا کوئی رشتہ دار تعلق والا نہ تھا، سب مر گئے، اکیلے تھے، حضرت کی ڈاک اس وقت گولڑہ شریف پنڈی سے بذریعہ تانگہ لے جاتے تھے، تانگے کے ذریعے گولڑہ شریف سے پنڈی جارہے تھے، راستے میں خیال آیا کہ اگر میں بیمار ہو گیا، یا معذور ہو گیا تو میری خدمت کرنے والا کوئی نہیں، جب پنڈی پہنچے ہلکی بارش ہو رہی تھی، گھوڑا پھسلا اور محبوب عالم نیچے گر گئے، اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی، تو اللہ تعالی نے پیر مہر علی شاہ صاحبؒ جیسے بزرگ سے ان کی خدمت کرائی اور شیخ صاحبؒ اپنے ہاتھوں سے ان کے بول وبراز کو اٹھاتے تھے۔ بے شک اللہ تعالی کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔

جو مخلوق پر رحم کرتا ہے، اللہ اس پر رحم کرتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر مخلوق پر رحم کیا جائے تو اللہ تعالی اس پر رحم کرتا ہے۔ فرمایا: حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ مراد آباد یا الہٰ آباد گئے تھے، سردیوں کی رات تھی، رات کو مہمان خانے میں سوئے ہوئے تھے، سخت سردی تھی، بارش بھی شروع تھی، کتے کا ایک پلاّ سردی سے بلبلا رہا تھا اور نالی میں پڑا ہوا تھا، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ نے پانی گرم کیا، اس کتے کے بچے کو غسل دیا اور اپنے بستر میں اس کو سلا دیا، اور خود ساری رات نہیں سوئے، بستر میں نہیں گئے، ساری رات مصلیٰ پر مراقب رہے، رات کو غیب سے آواز

آئی کہ اے عبد الرحیم ! ہم نے اس کتے کے بچے کے طفیل تم کو ولی کامل بنا دیا۔
پھر فرمایا: اللہ کی رحمت بہانہ مانگتی ہے، فرمایا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورتوں پر رحم کرو، یہ مظلوم طائفہ ہے۔

سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمہ اللہ ایک دفعہ شہر سے باہر نکلے، آگے قبرستان آیا، ایک بوسیدہ قبر میں کتیا نے بچے دیئے ہوئے تھے، وہ باہر نکلتی تھی تو بچے بلبلاتے تھے، بھوکی پیاسی تھی، باہر نہ نکل سکی، بچوں کی وجہ سے نہ نکلتی تھی، حضرت نقشبند رحمہ اللہ ایک نانبائی حسن کے پاس گئے، اپنا قیمتی جبہ نانبائی کے پاس رکھا اور اس سے کتیا کے لئے سات نان، سات کباب اور ایک پیالہ پانی لیا۔ نانبائی نے جبہ نہ لیا، حضرت رحمہ اللہ روٹیاں وغیرہ لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہوگئے، نانبائی نے حضرتؒ کی جاسوسی کے لئے ان کا پیچھا کیا، شک کیا کہ اس فقیر کو کسی لڑکے یا عورت سے عشق ہو گیا ہے، حضرت نے سات نان رکھے ہر ایک پر کباب رکھا اور خود سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے، کتیا نے نان اور کباب کھائے، پانی پیا سیر ہوئی، مٹی میں کھیلی اور پھر چاروں پاؤں آسمان کی طرف کئے اور زبان حال سے یہ عرض کیا کہ اے اللہ ! جس طرح اس شخص نے مجھ مظلوم پر رحم کیا، اللہ تو اس پر رحم فرما! نانبائی حسن کہتا ہے: جب کتیا نے پاؤں آسمان کی طرف کئے تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوارات آرہے ہیں اور حضرت شاہ نقشبندؒ پر پڑ رہے ہیں، اس کے بعد نانبائی نے حضرتؒ سے گستاخی کی معافی مانگی، اور حضرتؒ سے فیض کے لئے عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا: مجھے ابھی اجازت نہیں ملی، جب مجھے اجازت مل جائے گی تو سب سے پہلے آپ کو بیعت کروں گا۔

اللہ جو میرا کام تھا، میں نے کر دیا، اب دل کو پھیرنے والا تو ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں ایک اللہ والے بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کا واقعہ بیان کیا کہ ان کے پاس لوگ آئے کہ یہاں پر کوئی طوائفہ رہتی ہے، رات کو سو روپیہ لیتی ہے، دعا کریں اللہ اس کی شر سے بچائے۔ حضرتؒ عشاء کی نماز کے بعد اس کے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، اس کی بھانجی آئی، حضرتؒ کو دیکھا، واپس دوڑی، اس طوائفہ کو کہا: حضرت بایزید بسطامیؒ آئے ہیں، کہا: آپ کیوں آئے ہیں؟ میں تو رنڈی ہوں! حضرتؒ نے فرمایا: میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، مہربانی کر کے مجھے اوپر آنے دو! دو تین دفعہ منت سماجت کی، رنڈی نے اوپر بلا لیا۔ اس نے عاجزی سے کہا کہ میں تو رنڈی ہوں، حضرتؒ نے فرمایا: میں اپنی غرض سے آیا ہوں، آپ ایک رات کی کتنی رقم لیتی ہیں؟ طوائفہ نے مجبور ہو کر کہا کہ سو روپے! حضرتؒ نے سو روپے دیئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: میں نے ایک رات کے لئے تم کو خرید لیا ہے، جیسے میں حکم کروں، ویسے کرو گی۔ حضرتؒ نے فرمایا: غسل کرو اور یہ کپڑے اتار کر صاف کپڑے پہنو۔ حضرتؒ نے چادر بچھائی اور فرمایا: یہاں کھڑی ہو کر دو رکعت نماز کی نیت کرو! ادھر حضرتؒ سر بسجود ہو گئے اور عرض کیا: اے اللہ! جو میرا کام تھا، میں نے کر دیا، اب قلوب کو پھیرنے والا تو ہے! جب طوائفہ نے سلام پھیرا، تو تحت الثریٰ سے عرش معلیٰ تک اس کی نظر پہنچ گئی، خلیفہ صاحبؒ نے کہا: مانگنا ہمارا کام ہے، دینا اس کا کام ہے ہم مانگنے تک محدود ہیں۔

ٹھیکیدار پیر کا واقعہ

ڈرائیور امیر محمد چاچا نے حضرت خلیفہ صاحبؒ سے کہا: ایک پیر ٹھیکیداری کرنے لگا، لوگوں نے پوچھا: تم نے ٹھیکیداری کیوں شروع کر لی ہے؟ تم کو لوگ نذرانے دیتے ہیں، جس سے گزارہ خوب چلتا ہو گا۔ جواب دیا: پانچ روپے نذرانہ دیتے ہیں اور دس روپے کی روٹی کھا جاتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا: یہ واقعہ میرے اوپر بالکل فٹ آتا ہے، میرے پاس اکثر مرید آتے ہیں، پانچ روپے کا نذرانہ دیتے ہیں، سو روپے کی مرغی کی ثوبت (ثرید) کھا جاتے ہیں، رات گزار کر صبح کو کہتے ہیں: دعا کرو! حضرتؒ اس پر مسکرائے فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہوشیار تھے، ان کا لنگر نہیں تھا، فرماتے: نیم کے درخت کے نیچے پکاؤ اور کھاؤ، جو بازار سے لاؤ مجھے دکھاؤ، جو میں کھانے کو کہوں وہی کھاؤ، جو پہننے کو کہوں وہی پہنو، جو منع کروں اس سے رک جاؤ! چار سال یہاں بیٹھیں اللہ اللہ کریں، چار سال کے بعد میں اجازت دوں گا کہ قبرستان جائیں اور اس کی سیر کریں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کا لنگر ہوتا تھا، صرف ظہر اور عشاء کی نماز سے پہلے شروع ہوتا تھا، درمیان میں کسی کی خدمت نہیں کی جاتی تھی، جو کچھ بھی ہو جائے۔

اہل اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ بقول حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کے اہل اللہ تین قسم کے ہوتے ہیں:

① .....: جوں جوں بوڑھے ہوتے جائیں گے، توں توں حریص ہوتے جائیں گے (یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے حریص)۔

②.....: جوں جوں مالدار ہوتے جائیں گے توں توں سخاوت آتی جائے گی۔

③.....: جتنی قدر ومنزلت بڑھتی جائے گی، اتنا ہی ان کا نفس عاجزی، تواضع، فروتنی اور انکساری اختیار کرتا جائے گا۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جب میں اپنے سلسلے کے بزرگوں کے حالات کو یاد کرتا ہوں کہ وہ لوگ کیا کرتے تھے اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ تو اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ بعض اوقات روح نکلنے کا خطرہ ہوتا ہے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: آپ اللہ تعالی کے ساتھ جو معاملہ کرتے ہیں وہ صداقت سے کریں، ہمارے اندر وہ چیز نہیں ہے، ہمارے اندر ریاء ہے، جب لوگ آتے ہیں، ہم لوگ مراقب ہو جاتے ہیں، اور جب لوگ چلے جاتے ہیں، وساوس ہم کو گھیر لیتے ہیں۔

ایک مجلس میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک شخص چین سے آئینہ لے کر آیا، اور ان کو ہدیہ پیش کیا، اس کو خوش کرنے کے لئے حضرت جیلانیؒ نے خادم سے فرمایا کہ جس وقت میں تیل لگاؤں اور کنگھی کروں یہ میرے سامنے رکھو، حفاظت کرو کہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ایک دن جیسے ہی خادم نے شیشہ اٹھایا، وہ ٹوٹ گیا، یہ بڑا شرمندہ ہوا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو کیا جواب دوں گا کہ یہ کیا ہو گیا۔ جب وہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ شیشہ ٹوٹ گیا، حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بہت خوب کہ دنیا کے اسباب ختم ہو گئے۔ اسی کے بارے میں شعر ہے، خادم نے کہا:

از قضا آئینہ چینی شکست

حضرتؒ نے فوراً جواب دیا:

خوب شد اسباب خود بینی شکست

ایک دفعہ حضرتؒ کو بادشاہ نے خط لکھا، سنجر کا بادشاہ تھا کہ میں تم کو سنجر کی ولایت دیتا ہوں، ملک دیتا ہوں، حضرتؒ نے جواب لکھا:

چوں چھتر سنجری رح بہ ختم سیاہ باد

در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم

سنجر کے بادشاہ کے چھتر کی طرح میرا نصیبہ ہو، اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ادنی ہوس بھی ہو:

زانگہ یافتم خبر ازملک نیم شب

من ملک نیم روز بہ یک جو نمی خرم

جس دن سے ملک نیم شب کی خبر ملی ہے، میں ایک جو کے دانہ کے بدلے میں بھی اس ملک کو لینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ ملک سیاہ تم کو نصیب ہو۔ ایک جو کا دانہ ایک طرف، ایک طرف تمہارے سارے ملک کی قیمت، جس دن سے اللہ تعالی نے مجھے آدھی رات کو اٹھنے کی توفیق نصیب فرمائی ہے، ایک جو کے دانے کی قیمت بہت زیادہ ہے، تمہارا ملک ذلیل ہے "اللہ مولانا ولا مولی لکم" (اللہ ہی ہمارا ولی ہے، تمہارا ولی نہیں ہے)۔

دوسرا دل ہے نہیں کہ شادی کر لیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ایک صاحب نے کہا: دل اللہ کو دے دیں، بدن اللہ کی مخلوق کو دے دیں۔ فرمایا: میرے رشتہ کے پردادا شیخ حافظ محمد صدیق صاحبؒ "برجھنڈی شریف" والے مجرد تھے، انہوں نے شادی نہیں کی تھی، لوگوں نے کہا: شادی کر لیں، اولاد ہو جائے گی،

نسب باقی رہے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی زبان میں جواب دیا: سائیں! دل ہک اے اے یار کو دئے بیٹھے ہیں، یعنی اب شادی کر کے کیا کریں گے؟ دوسرا دل ہے نہیں کہ شادی کرلیں۔ (اس سے مقصد یہ ہے کہ دل ایک ہے، اللہ کو دیا جائے، یہ استثناء کی صورت ہے، بعض اہل اللہ پر غلبہ حال ہوتا ہے، ورنہ عام اصول تو یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع میں شادی کرنی چاہئے)۔

استغراق اور اس کا حکم:

حالت استغراق کوئی بڑا مرتبہ یا مقام نہیں ہے، جیسا کہ عام لوگ سمجھتے ہیں، اگر استغراق بڑا مرتبہ ہوتا تو نبی اکرم ﷺ سے یہ ارشاد صادر نہ ہوتا:

میرا جی چاہتا ہے کہ نماز خوب لمبی پڑھوں، مگر نماز میں کسی بچے کی آواز سن کر مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت آپ ﷺ کو استغراق نہ ہوتا تھا، البتہ محمود ضرور ہے (بشرطیکہ اس استغراق سے کوئی شرعی عیب پیدا نہ ہو) چنانچہ حالت استغراق کا ثبوت روایات سے ہوتا ہے۔

❶..... حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے، جو "التکشف" (ص:۴۱۲) میں صحیح مسلم کے حوالے سے درج ہے:

فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا قَدْ غَشِيَنِي، ضَرَبَ فِي صَدْرِي، فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ فَرَقًا . **صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۹۴۱، باب بیان ان القرآن علی سبعۃ احرف)۔**

ترجمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر غالب ہو رہی تھی، آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا، اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہوں۔

حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب

رحمہ اللہ نے اس سے چند امور کو مستنبط فرمایا (اس سے چند امور معلوم ہوئے):

پہلی بات: تصرف ثابت ہوا، یعنی نبی کریم ﷺ کا ہاتھ مارنا، جس سے یہ حالت ہو گئی، یہ تصرف ہے۔

دوسری بات: وجد، ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی، یہ وجد ہے۔

تیسری بات: انتہاء درجے میں اس کا غلبہ استغراق، اور انتہاء درجہ ہونا اس سے معلوم ہوا کہ اس میں تشبیہ دی ہے گویا میں اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہوں، اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ کو واقعتاً اس عالم دنیا میں دیکھ لیتے تو ہر گز ہوش و حواس میں نہ رہتے، یہی استغراق ہوتا ہے۔

❷..... حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے دوسری حدیث پاک سے بھی حالت استغراق کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: یہ لڑکی (آپ کی صاحبزادی کی طرف اشارہ کر کے جو آپ کے ساتھ جا رہی تھی) آپ کی ہے؟ آپ بہت غور سے اس کو دیکھتے رہے پھر فرمایا کہ ہاں! گھر والے کہتے تو تھے کہ یہ میری لڑکی ہے (یعنی یہ بھی یاد نہیں رہا کہ یہ میری لڑکی ہے)۔ گھر والوں کے قول سے استدلال کیا۔

اس جگہ جی چاہتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی پوری عبارت ان کی کتاب "شریعت وطریقت کا تلازم" سے قارئین کے لئے نقل کر دی جائے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاوی کی گیارہویں جلد میں (جو ساری تصوف کے بارے میں ہے) لکھتے ہیں: لفظِ "صوفیاء" قرون ثلاثہ میں معروف نہیں تھا، اس کے بعد اس کی ترویج ہوئی، اور یہ لفظ بہت سے ائمہ اور شیوخ کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے، جیسے امام احمد بن حنبل، سلیمان دارانی اور

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے بھی نقل کیا گیا ہے، اور حسن بصری رحمہ اللہ سے بھی۔

پھر لکھتے ہیں: صوفیاء کی جماعت سب سے پہلے بصرہ میں ظاہر ہوئی، اور سب سے پہلے جس نے خانقاہ بنائی، عبد الواحد بن زیدؒ کے مریدین تھے، اور عبد الواحد بن زیدؒ، حسن بصریؒ کے خلفاء میں سے تھے، اور اسی زمانے میں بصرہ سب جگہوں سے زیادہ عبادت اور خوف خداوندی میں مشہور تھا، اور اسی وجہ سے یہ مشہور تھا کہ فقہ کوفی ہے، اور عبادت بصری ہے۔ پھر عبّادِ اہل بصرہ کے متعدد قصے لکھے ہیں، جن میں قرآن پڑھنے سے بعض پر غشی طاری ہو جاتی، اور بعضوں کا مر جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر اس زمانے کے بعض اکابر نے انکار بھی کیا، بعض نے اس وجہ سے اس کو تکلّف سمجھا، اور بعضوں نے اس وجہ سے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں یہ چیزیں نہیں پائی گئیں۔

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ مغلوب الحال ہو تو اس پر نکیر نہیں کی جائے گی، اور جو اپنے حال پر ثابت رہے، وہ اس سے افضل ہے۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ سے غشی اور وجد وغیرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

یحیٰی بن سعید قسطلانیؒ پر ایک دفعہ قرآن پڑھا گیا تو ان پر غشی طاری ہو گئی، اگر کوئی شخص اس حالت کو اپنے سے رفع کر سکتا تو یحیٰی بن سعید رفع کرتے، کیونکہ ان سے زیادہ عقل مند میں نے نہیں دیکھا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے کہ خود ان پر یہ حالت طاری ہوئی اور علی بن فضیل بن عیاضؒ کا قصہ تو بہت مشہور ہے۔

حاصل یہ کہ اس قسم کے واقعات ایسے لوگوں سے کثرت سے ثابت ہیں جن کے صدق پر شبہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کے احوال جو قرآن میں مذکور ہیں، جیسے قلوب کا ڈھل جانا، آنسوؤں کا بہنا وغیرہ وغیرہ، ان سے اونچے ہیں، اور ان حالات پر وہ انکار کرتے ہیں جن کے دلوں میں قساوت ہے اور دلوں پر زنگ لگ چکے ہیں، اور جن کو دین سے بغض ہے، یہ طبقہ تو برا ہے، اور اس کے بالمقابل بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے احوال سب سے اکمل اور اعلی ہیں۔ یہ دونوں فریق افراط و تفریط میں مبتلا ہیں، یہ بھی درست نہیں بلکہ اس میں تین مرتبے ہیں:

۱: ایک حال تو ظالم النفس کا جو قاسی القلب ہے، جس کا دل قرآن کے سننے اور اللہ تعالی کے ذکر سے نرم نہیں ہوتا۔ یہ لوگ یہود کے مشابہ ہیں، جن کے بارے میں اللہ جل شانہ نے: "ثم قست قلوبکم" (البقرۃ:۷۴) (تمہارے دل سخت ہوگئے) کہا ہے۔

۲: اور دوسرا طبقہ مومن، متقی کا ہے، لیکن ان کے قلوب میں ضعف ہے جو واردات کو برداشت نہیں کرسکتے، اور بیہوش ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں، اور یہ حالت اس کی قوت قلب کے ضعف کی ہوتی ہے، اور ایسی باتیں امور دنیویہ میں بھی پیش آجاتی ہیں کہ کوئی آدمی فرطِ خوشی سے یا فرطِ غم سے مر جاتا ہے یا پاگل ہو جاتا ہے۔ اگر اس طرف سے کوتاہی نہ ہو تو جو حالت ان پر پیش آئی ہے ان کو گناہ نہیں اور نہ ان پر شک کرنے کی کوئی وجہ ہے، جیسے قرآن پاک کسی نے جائز طریقے سے سنا ہو اور دل کی زیادتی اس کی طرف سے پیش نہ آئی، ایسے میں قلب پر جو حالت طاری ہوتی ہے، جس کو فناء سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اس جیسے امور جن سے غیر اختیاری طور پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے، اس میں قول فیصل یہی ہے کہ یہ سب احوال اگر ان کے اسباب مشروع ہیں اور صاحب حال اگر اپنی حالت کو قابو میں رکھنے سے عاجز ہے تو یہ حالت

محمود ہے، اور غشی وغیرہ میں جو غیر اختیاری طور سے افعال واقوال اس سے صادر ہوتے ہیں، ان میں وہ معذور ہے۔

۳:۔ تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی عقل زائل نہیں ہوتی باوجود اس کے ان کو وہی مرتبہ ایمان حاصل ہے جو دوسری قسم والوں کو حاصل ہوتا ہے لیکن یہ لوگ ان دوسری قسم کے لوگوں سے اکمل وافضل ہیں، اور یہی حال حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا کہ حضور ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کو کیا کیا دکھایا گیا، مگر صبح اس حال میں کوئی تغیر نہ تھا، تو حضور اقدس ﷺ کا یہ حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال سے افضل تھا جو جبلِ طور پر تجلی سے غش کھا کر گر گئے تھے، بے شک موسیٰ علیہ السلام کا حال بہت اونچا اور جلیل القدر تھا، مگر نبی کریم ﷺ کا حال ان سے بھی افضل واکمل تھا، انتہیٰ۔

حضرت خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ نے اسی کو ذکر فرمایا ہے (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ اور عالمِ استغراق

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ چھ مہینے تک عالمِ استغراق میں رہے، نہ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، نہ نماز پڑھ سکتے تھے، بے ہوشی کے عالم میں رہتے تھے ہم چارپائی کو سائے اور دھوپ میں کرتے تھے، حضرتؒ سرائیکی زبان میں کہتے: مرواوترے میڈے نال کے کریندے وے (ارے تم کو موت آجائے !میرے ساتھ کیا کر رہے ہو؟) اس کے بعد عالمِ استغراق سے نکلے، چھ مہینے تک

نہ کچھ کھایا، نہ پیا۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خدمت میں دوبارہ حاضری

حفظ اور قراءت سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی خدمت میں برابر نو یا دس سال تک حاضری دیتے رہے، اور حضرت خواجہ صاحبؒ سے روحانی فیض کا حصول کرتے رہے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ جب موسی زئی شریف حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ اور ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے جاتے تھے تو لعل ماہڑہ کے قریب چڑا گاؤں میں ملک تگہ کے ساتھ ایک رات کے لئے رہتے تھے، یہاں سے موسی زئی شریف جاتے تھے۔

اللہ پاک نے صحابہ کرام کو حالت ہوش میں رکھا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حالت ہوش میں رکھا، کیونکہ اللہ پاک نے ان سے دین کی دعوت کا کام لینا تھا، وہ دین کے داعی تھے، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین کے داعی تھے، ان کے صدقے ہم تک دین پہنچا، اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضور ﷺ کی موجودگی میں حالت محویت میں رہتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

ہم حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے پاس اشراق کی نماز کے

بعد دو یا تین گھنٹے تک بیٹھے رہتے تھے، اس کے بعد لوگ کاموں کے لئے چلے جاتے تھے اور خاص خاص لوگ بیٹھے رہتے تھے، ظہر کی نماز کے بعد سے عصر کی نماز تک حلقہ ہوتا تھا، عشاء کی نماز سے پہلے تمام حضرات ٹھیکریوں پر درود شریف اور استغفار پڑھتے تھے۔ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ عشاء کی نماز کافی دیر سے کراتے تھے۔

نوٹ: عشاء کی نماز تہائی رات کے قریب تک موئخر کرنا مستحب ہے، جو کتب فقہ میں مذکور ہے (از محمد بلال)۔

حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف والے اور عالمِ استغراق

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ گولڑہ شریف والے سات سال تک عالم استغراق میں رہے۔ لوگ آتے تھے اور حضرت کی زیارت کر کے چلے جاتے تھے۔ فرمایا پیپلاں میں میرے ایک ہم سبق تھے، ان کا نام صالح محمد تھا، وہ بھی حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کے مرید تھے۔ وہ ایک دفعہ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ سے ملاقات کرنے چلے گئے، اس وقت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ عالم استغراق میں تھے، کثیر تعداد میں لوگ حضرت کے ارد گرد بیٹھے تھے، صالح محمد لوگوں کو چیرتے ہوئے حضرتؒ کے قریب گئے اور حضرتؒ کو سلام کر ڈالا، حضرت عالمِ استغراق سے باہر نکل آئے، اٹھ کر بیٹھ گئے اور سلام کا جواب دیا، حضرت نے پوچھا: کس کے ساتھ تعلق ہے؟ جواب دیا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کا مرید ہوں! حضرتؒ نے صالح محمد کو دعا دی اور عالم استغراق میں چلے گئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے خادم نے صالح محمد سے پوچھا: تم کون

ہو؟ ولی ہو یا قطب؟ صالح محمد نے کہا: کچھ بھی نہیں ہوں! حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کا تعلق والا ہوں۔خادم نے عرض کیا: اوہ! یہ تو نہیں ہے، یہ تیرے پیر کا منہ ہے (مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے تیری قدر تیرے پیر و مرشد کی وجہ سے کی)۔ پھر خادم نے کہا کہ: حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: جب اولیائے کرام اکٹھے نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں حاضری دینے کے لئے جاتے تھے تو یہ جٹ (اونٹ چرانے والا دیہاتی) یعنی حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ سب اولیاء کے آگے آگے ہوتا تھا، یہ اسی کی برکت ہے۔

حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ اور لوگوں کی تواضع

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: سواگ شریف میں حضرت خواجہ غلام حسنؒ کی خانقاہ میں ادب کی یہ حالت تھی کہ کوئی جوتا تک نہیں پہنتا تھا، کوئی اونچی آواز میں بولتا تک نہ تھا، حضرت خواجہ صاحبؒ کے خادم خاص صاحب داد منہ سے خاص آواز نکال کر لوگوں کو بلاتے تھے، اور اونچی آواز میں قرآن پاک بھی نہیں پڑھتے تھے۔ مسجد اور حجرے کچے تھے، حضرت کے خواص (یعنی علماء اور حضرت کے خلفاء) جلال خان وزیر کے حجرے میں رہتے تھے، عام لوگ سردی میں نیچے سوتے تھے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ اور شیوخ کا ادب واحترام

حضرت خلیفہ صاحبؒ اپنے شیوخ کا نام بڑے ادب واحترام سے لیتے تھے، فرمایا کرتے تھے: مجھے لاہور کا کتا بھی اچھا لگتا ہے، کیونکہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی برکت سے لاہور سے مجھے میرا اللہ ملا ہے۔ایک دفعہ

احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) اور حضرت خلیفہ صاحبؒ، خواجہ غلام حسن سواگیؒ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے کروڑ لعل حسین گئے، وہاں پر مراقبہ کیا، فاتحہ پڑھی، وہاں پر مزار کے ارد گرد بڑے بڑے پختہ بنگلے تھے اور ڈش انٹینے وغیرہ بنگلوں پر لگے ہوئے تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ رونے لگے اور فرمایا: ایک وقت تھا یہاں پر کونے کونے سے اللہ کا نام بلند ہوتا تھا، اور آج یہ حال ہے! (حضرت خواجہ غلام حسن سواگیؒ کے پوتے وغیرہ قومی سیاست میں سرگرم ہیں اور بعض حضرات ایم پی اے، ایم این اے اور شاید وزراء بھی رہ چکے ہیں) جونہی ہم خانقاہ سے باہر نکلے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: ڈاکٹر صاحب گاڑی روکو! مجھے سخت پیشاب آرہا ہے، میں نے کہا: حضرت! وہاں پر باتھ روم تھے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ادب مانع تھا! شیخ کی خانقاہ میں پیشاب کیسے کر سکتا تھا۔۔۔؟

بے ادبی کی سزا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک دفعہ بغداد میں دو ابدال ہوا میں اڑ رہے تھے، غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے مزار پر پہنچ کر ایک ابدال روضے سے ہٹ گیا اور دور سے روضے کو کراس کیا، دوسرا ابدال روضے (قبر) پر سے گزر گیا، گزرتے ہی زمین پر بے ادبی کی وجہ سے آگرا، اس کے بعد خوب رویا، توبہ کی اور پھر سے اللہ پاک نے وہی درجہ عطا کیا۔ فرمایا: یہ اللہ پاک نے بے ادبی کی سزا دی۔

سکوت کی مجلس

مؤرخہ ۲۶ فروری ۱۹۹۵ء کو ۲۵ رمضان المبارک کا دن تھا، حضرت

صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے والدین، بھائی وغیرہ اور سارے خاندان کا تعلق حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے حضرت سواگی رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ وقت گزارا، حضرت رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ محفل میں خاموشی ہوتی تھی، سارے اہل مجلس سرنگوں ہوتے تھے، بولنے کی طاقت نہیں ہوتی تھی، حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ دو یا تین دن کے بعد کسی مرید سے پوچھتے: ہاں بھائی! کیا کر رہے ہو؟ آگے سے جواب ملتا: گھر جانا چاہتا ہوں! حضرت صاحب رحمہ اللہ فرماتے: نہیں، ایک دو دن رہو! پوچھتے: کچھ اللہ اللہ کرتے ہو یا نہیں؟ جواب ملا: ہاں کرتا ہوں! اگلا سبق دے دیتے تھے اور فرماتے تھے: اللہ اللہ زیادہ کیا کرو!

اللہ والوں میں تکبر نہیں ہوتا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ نے ایک شخص کو حضرت باقی باللہ رحمہ اللہ کے پاس بیعت کی غرض سے بھیجا کہ اس کو بیعت کر لو! وہ شخص حضرت باقی باللہ رحمہ اللہ کے پاس گیا، حضرت باقی باللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ کوئی اور شخص ہوگا، میں تو اس قابل نہیں ہوں! وہ شخص واپس حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور حالات سے آگاہ کیا، تیسری مرتبہ حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ نے اس شخص کو کہا کہ میرا اسلام حضرت خواجہ باقی باللہ کو عرض کرو اور کہو کہ آپ ہی باقی باللہ ہیں، اور ان سے بیعت کی درخواست کرو! حضرت خلیفہ صاحبؒ فرمایا: یہ ان حضرات کی انکساری اور عجز تھا۔ فرمایا: اللہ والوں میں تکبر نہیں ہوتا، یہ مٹے ہوئے ہوتے ہیں۔

توکل

آمدن تو کوئی نہیں، غنی سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے حضرت مولانا عرض محمدؒ (فاضل دیوبند) کوئٹہ والے نے پوچھا: حضرت! آپ نے اتنے حج کر لئے ہیں، آپ کی آمدنی کتنی ہے؟ فرمایا: آمدنی وغیرہ تو کوئی نہیں ہے، لیکن غنی سے مانگنے کا طریقہ آتا ہے۔ فرماتے: میں اور میرے بچے کوئی کام نہیں کرتے، لیکن اللہ رب العزت ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

ہمارا کام مانگنا ہے، کرتا وہی ہے

افغانستان اور طالبان کے سلسلے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ہمارا کام مانگنا ہے، ایٹموں کو بے اثر کرنا اس کا کام ہے۔ فرمایا: حضرت عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ ڈیرہ تشریف لائے تھے، ایک آدمی نے اولاد کے لئے تعویذ لیا، اللہ تعالیٰ نے اولاد دے دی، اس کی عورت اس بچے کو اٹھا کر حضرت رحمہ اللہ کے پاس لائی کہ اس کو دم کر دیں اور دعا بھی کریں۔ اس عورت نے کہا: وہی بچہ ہے جو تم نے دیا تھا! حضرت صاحب رحمہ اللہ سر جھکا کر بیٹھ گئے، سر اٹھایا اور فرمایا: ارے بدبخت! تم بھی کافر ہوئی اور مجھے بھی کافر بنا دیا، لڑکا تو اس ذات نے دیا، فرمایا: ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاؤ، اب خالق ہم کو بنا لیا ہے، اس کو کمرے سے نکال دیا۔ اور فرمایا: ہمارا کام صرف ہاتھ اٹھانا ہے، یعنی ہم دعا کرتے ہیں، دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اللہ پاک کا شکر ہم کیسے ادا کریں؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ پاک کا شکر ہم کیسے ادا کریں؟ آنکھ، زبان، کان، دانت، پاؤں، ہاتھ ایک چیز کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: یا اللہ! وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے تمہارا شکر ادا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی میرا شکر ہے۔

بادشاہ کا توکل اور تواضع

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: اورنگزیب عالمگیرؒ کی حکومت دہلی سے لے کر بخارا تک تھی، لیکن ٹوپیاں سی کر گزارہ کرتے تھے، حکومت وقت سے تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور حالت یہ تھی کہ ان کے شیخ خواجہ سیف الدینؒ جب وضو کرتے تھے تو اپنے ہاتھ سے لوٹے سے ان کو وضو کراتے تھے اور شیخ کے پاؤں دھوتے تھے۔

شانِ توکل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ کی خدمت میں مہمان آئے، والدہ سے پوچھا: کچھ گھر میں ہے؟ فرمایا: کسی نے گندم چکی پر پسوانے کے لئے بھیجی ہے، فرمایا: اس میں سے کچھ گندم رکھ لیں، بعد میں دے دیں گے، مہمانوں کو پکا کر کھلا دیا، اور صرف ایک ہی بستر تھا وہ مہمانوں کو دے دیا، خود ساری رات ایک ہی چادر میں گزاری اور ساری رات مراقب رہے، سردیوں کی لمبی رات تھی۔ فرمایا: یہ ہے اللہ والوں کا شان توکل، ان حضرات کے قلب سے محبتِ دنیا کلی طور پر نکل چکی تھی۔

خواجہ نظام الدین تونسویؒ کی سخاوت اور حضور ﷺ کے نسب کی پاسداری

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: میں تونسہ (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) گیا تھا، وہاں پر خواجہ نظام الدین (خانقاہ حضرت خواجہ سلیمان تونسویؒ) سے ملاقات ہوئی، ہم نے صبح کی نماز پڑھی اور دربار پر آگئے، قوال دربار کے آگے بیٹھے ہوئے تھے، ایک نوجوان آگیا، حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیا: میرا والد فوت ہو گیا ہے، اس پر اتنے ہزار قرضہ ہے، مہربانی فرما کر میرے والد کو جہنم سے آزاد کرادو! حضرت خواجہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اس وقت میرے پاس ایک روپیہ بھی نہیں ہے، ہفتے کے بعد آجائیں، میں ان کو جہنم سے آزاد کرادوں گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ دربار سے گرم خانے چلے گئے جو شیش محل کے ساتھ تھا، وہاں پر ایک بوڑھے نے درخواست کی: میرے ساتھ امداد کرو تاکہ میں حج پر چلا جاؤں! کہا: خدا کی قسم! میرے پاس روپیہ بھی نہیں ہے، فرمایا: تم درخواست دے دو، ہفتے کے بعد آجاؤ۔ اس نے کہا: میرے پاس درخواست کے پیسے بھی نہیں ہیں۔ فرمایا: تم ہفتے کے بعد آجاؤ، سب کچھ ہو جائے گا۔ حضرتؒ نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا: اے اللہ! اگر تم مجھے کیمیا گر بنا دیتا تو تیری ایک مخلوق بھی بھوکی نہ رہتی۔ سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ایک مراثی حضرت خواجہ صاحب کے پاس گیا کہ گندم کا زمانہ آگیا ہے، میں سید ہوں، مجھے گھوڑا دے دیں تاکہ میں اس پر سوار ہو کر کھیتوں میں جا کر خیرات اکٹھی کر سکوں۔ اپنے آپ کو سید بنایا ہوا تھا، حقیقت میں سید نہ تھا، حضرتؒ نے خادم کو

بھیجا کہ پیر سائیں کو اصطبل میں لے جاؤ اور اس کو قیمتی گھوڑا دے دو۔ مراثی نے کہا: مجھے یہ گھوڑا دے دو! خادم نے کہا کہ: یہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی سواری کا گھوڑا ہے، کوئی اور گھوڑا لے لو! لیکن پیر سائیں اصرار کرتا رہا کہ مجھے حضرت والا گھوڑا چاہئے جس پر آپ سوار ہوتے ہیں۔ خادم نے حضرتؒ کو بتایا، حضرتؒ نے کہا: اس کو میرا والا گھوڑا دے دو، پیر سائیں گھوڑا لے کر چلا گیا، لوگوں نے کہا حضرت یہ فلاں بستی کا منادی کرنے والا ہے، حضرتؒ نے کہا: مجھے معلوم ہے، لیکن اس نے اپنے آپ کو سید ظاہر کیا، میں نے اس نسبت کی وجہ سے اس کو اپنا گھوڑا دے دیا ہے۔ فرمایا: میں نے اس کو گھوڑا نہیں دیا ہے، میں نے حضور ﷺ کو گھوڑا دیا ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت خواجہ نظام الدینؒ بہت بڑے آدمی تھے۔

سید کبیر رفاعی رحمہ اللہ کی سخاوت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں حضرت سید کبیر رفاعی رحمہ اللہ کی کتاب "البنیان المشید" کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ان کے دستر خوان پر روزانہ ایک لاکھ آدمی کھانا کھایا کرتے تھے، جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے، اور روضہ مبارک پر سلام عرض کیا، تو فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ! دست مبارک نکالئے تاکہ میں بوسہ دوں! تو حضور ﷺ نے دست مبارک نکالا اور آپؒ نے بوسہ دیا۔ نوے ہزار کا مجمع تھا، جس میں بہت سے اولیاء اور غوث نے دیکھ لیا اور بے ہوش ہو گئے۔

تکالیف و حوادث پر صبر جمیل

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: حضرت سید

کبیر احمد رفاعی رحمہ اللہ کی بیوی حضرتؒ کو بہت مارتی تھی۔ ایک دفعہ ایک مرید ان کے ہمراہ گھر تک چھوڑنے کے لئے گیا، جیسے ہی حضرتؒ گھر میں داخل ہوئے، بیوی نے ایک بڑے ڈنڈے کے ساتھ حضرتؒ کی خوب پٹائی کی اور زخمی کر دیا، مرید فوراً گھر گیا، ہیرے جواہرات کی ایک تھیلی بھر کر لایا اور حضرتؒ کے دروازے پر دستک دی، سید صاحب باہر نکلے، حضرتؒ نے صاف دھلے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، داڑھی کو کنگھی دی ہوئی تھی اور بہترین خوشبو لگائی ہوئی تھی، مرید نے وہ تھیلی حضرتؒ کے ہاتھ میں پکڑا دی اور کہا: یہ بیوی کو دے کر اسے طلاق دے دو! حضرتؒ نے آہ بھری اور فرمایا: اس صبر کی وجہ سے تو میں اس مقام پر پہنچا ہوں۔ فرمایا: صبر کا بڑا مقام ہے!

صبر کا مقام اور اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ کی بیوی بڑی سخت تھی، گھر میں کچھ نہیں تھا، حضرتؒ کو برا بھلا کہتی تھی، حضرتؒ تنگ آ گئے، فرمایا: مجھے بیلچہ دیں، میں مزدوری کے لئے جاتا ہوں! جنگل میں چلے گئے، سارا دن اللہ اللہ کرتے رہے، رات کو جسم پر مٹی ڈال کر گھر آ گئے، بیوی نے پوچھا: کچھ نہیں لائے؟ کہا: سارا دن مزدوری کی، مالک نے کہا: دو دن کی مزدوری اکٹھی دوں گا! بیوی نے کہا: اُدھار لے آتے! فرمایا: گزارہ کرو، کل لے آؤں گا۔ دوسرے دن صبح کی نماز پڑھی، بیلچہ لیا، سارا دن اللہ اللہ کیا، رات کو جسم پر مٹی ڈالی اور گھر آ گئے، بیوی سے فرمایا: مالک تین دن کی مزدوری اکٹھی دے گا۔ ان کی بیوی نے مالک اور حضرتؒ کو برا بھلا کہا۔ حضرت نے چوتھے دن خالی بوری لی سوچا راستے میں اس کو ریت سے بھر

لوں گا، بیوی کو کہوں گا میں تو اس بوری میں لایا ہوں۔ ایک آدمی چوتھے دن آیا، وہ آٹا، چاول اور رقم لایا اور کہا: حضرت کو پیغام دے دیں کہ اپنی مزدوری نہ چھوڑے۔ جب حضرتؒ گھر میں داخل ہوئے تو بیوی نے بوری کھولی تو وہ آٹے سے بھری ہوئی تھی، بیوی نے پیغام دیا کہ حضرتؒ اپنی ڈیوٹی نہ چھوڑیں، اللہ اللہ کریں۔ اس کے بعد حضرتؒ کی بیوی فوت ہوگئی، حضرتؒ نے دوسری شادی کرلی، دوسری بیوی بہت خوبصورت اور صالحہ تھی، جب حضرتؒ رات کو سوتے تھے تو حضرتؒ کے سامنے خوب بن سنور کر آتی اور کہتی تھی: میری ضرورت ہے؟ حضرتؒ انکار کرتے تو وہ کپڑے بدل کر سادہ کپڑے پہنتی، آدھی رات کو حضرتؒ کو جگاتی کہ اٹھیں کچھ عبادت کریں، قافلے کے کوچ کرنے کا وقت ہے، پتا نہیں کون سے قافلے کے ساتھ ہمارا کوچ ہے۔!

صبر کا بڑا مقام ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ کی بیوی بڑی سخت تھی، حضرتؒ کو مارتی تھی، گالی گلوچ بھی دیتی تھی، جو طلبہ خانقاہ میں رہتے تھے، ان کو برا بھلا کہتی تھی، حضرتؒ نے وصیت میں لکھا: میری بیوی بڑی سخت ہے، میں نے زندگی میں ان کی باتیں برداشت کیں، میری زندگی کے بعد بھی ان کی باتیں برداشت کرو، اور میرے بعد بھی اسی طرح ان کی خدمت کریں۔ فرماتے تھے: ان کی خدمت میں میری خوشنودی ہے، میری خوشنودی، رسول خدا ﷺ کی خوشنودی ہے، اور رسول خدا ﷺ کی خوشنودی اللہ تعالی کی خوشنودی ہے۔ فرمایا: ان کی ایک بات نہیں ماننی ہے، اگر وہ میری قبر کی جگہ تبدیل کرنے کو کہیں تو وہ مت کرنا!

علم قیامت تک رہے گا، علمائے کرام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وراثت کامل تب ہے جبکہ اولاد نرینہ ہو۔ اکثر حصے بیٹے لے جائیں گے۔ اگر اولاد نہیں ہے تو یہ وراثت ناقص ہے، کنبہ والوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ فرمایا: حضور ﷺ کی کامل وراثت وہ ہے جو حضور ﷺ اللہ تعالی سے لائے ہیں، اور وہ وراثت علم ہے، علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے صاف فرمایا ہے: باطنی علم فرض عین ہے۔ ظاہری علم فرض کفایہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فتویٰ سے نہیں ڈرے (مطلب یہ ہے کہ وہ علماء کامل میراث نبی کریم ﷺ کے حامل ہیں، جو علم ظاہری وباطنی دونوں رکھتے ہوں، اگر صرف علم ظاہری ہے تو یہ وراثت ناقص ہے، علمائے ربانیین ہی بینا ہیں، وہ بڑے اور کامل وارث ہیں۔ (از محمد بلال عفی عنہ)۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میرے حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: سب علماء نابینا ہیں، کوئی کوئی بینا ہے، یہ بات عام درس میں بھی کہتے تھے اور علماء کے درس میں بھی کہتے تھے، ایک دفعہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا: نام نہیں لینا چاہتا، ایک بہت بڑے عالم تھے، ان کا مرتے وقت ایمان سلب ہو گیا۔ فرمایا: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا (اللہ تعالی سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے، آمین!)

ولایت کے درجات

۲۷ رمضان المبارک بروز ہفتہ ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے عالم استغراق میں سر جھکایا، ان کو کشف ہوا کہ پانچویں صدی کے آخر میں ایک شخص پیدا ہوگا، ان کا لقب محی الدین ہوگا، اور نام عبد القادر ہوگا، اس کا قدم ہر ولی کے اوپر ہوگا، اور وفات کے بعد بھی دنیا میں متصرف ہوگا۔ حضرتؒ نے فرمایا: میں نے بھی سر جھکالیا تاکہ ان کا قدم میری گردن پر بھی ہو۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: یہ بات حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی لکھی ہے۔ فرمایا: ولایت کے بھی درجات ہوتے ہیں۔ فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق امام مہدیؒ ایک ہزار سال کے بعد آئیں گے اور میری نسبت ان کو حاصل ہوگی۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مجدد صاحبؒ کو اللہ رب العزت نے ریت کے ذرات، حجر و شجر، سماوات کی سیر کرائی اور وہ اس مقام پر پہنچے کہ جنت عرش معلی کے کس طرف ہے اور دوزخ کس طرف ہے۔ فرمایا: حضرت مجدد صاحبؒ بڑے مقام کے آدمی ہیں۔ ان کے مقام کو کون پہچان سکتا ہے؟ اللہ تعالی نے ان کو وہ دیوار بھی دکھائی جو سمندر میں میٹھے اور کھارے پانی کے درمیان حائل ہے۔ حضرت مجدد رحمہ اللہ نے فرمایا: میں غوث الثقلین کا نائب ہوں! سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ نے خواب دیکھا کہ نصف قرآن اٹھ گیا ہے، حضرتؒ نے تعبیر کی کہ میری وفات کے بعد مقامات ختم ہو جائیں گے اور ولایت باقی رہے گی۔ فرمایا: مقامات کے نام یہ ہیں:

(۱) توبہ (۲) انابت (۳) زہد (۴) ریاضت (۵) ورع

(۶) قناعت (۷) توکل (۸) تسلیم (۹) صبر (۱۰) رضا

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر ان میں سے کسی کو کسی ایک کا کچھ حصہ بھی مل جائے تو وہ خلافت کا حقدار ہے۔ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مد ظلہ) عرض کرتا ہے کہ اس موقع پر حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ رب العزت نے آپ کو توکل کا حصہ عنایت کیا ہے۔

حضرتؒ نے مزید فرمایا: سالک کا دل دنیا کی فانی چیزوں سے سرد ہو جائے اور ختم ہو جائے، یعنی کہ سالک کے دل کی گہرائیوں میں یہ یقین جم جائے کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے، اس لئے دنیا سے لاتعلق ہو جائے، اس کو زہد کہتے ہیں۔

ورع کے بارے میں فرمایا کہ: سالک دنیا کی ساری اشیاء مثلاً غیر محرم کا دیکھنا، شریعت کے خلاف قدم اٹھانا میں سے صرف اس چیز کو اختیار کرے جس کا شریعت حکم دیتی ہے، باقی ہر چیز سے رکا رہے، اس کو ورع کہتے ہیں، ورع کے کئی درجے ہیں۔

❶..... پہلا درجہ عوام کا ہے کہ عام آدمی ہر حرام، مشتبہ چیز سے پرہیز کرے، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔

❷..... دوسرا درجہ خواص کا ہے کہ نفس و شیطان اور خواہشات جو انسان کے دل میں آتی ہیں، اس سے دل کو بچائے۔

❸..... یہ درجہ خواص الخواص کا ہے، جس کو انگریزی میں وی وی آئی پی کہتے ہیں، ہر وہ بری چیز جس کا دل ارادہ کرتا ہے، اس سے رکا رہے۔

فرمایا: ورع ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی، ظاہری ورع یہ کہ سالک امر الٰہی کے بغیر حرکت نہ کرے، باطنی ورع یہ ہے کہ قلب کے اوپر

ماسوی اللہ کے کسی چیز کا گزر نہ ہو۔ فرمایا: اگر نفس دنیا کی طرف مائل ہو تو اس کو جبراً روک دے، دنیا سے نفرت کرنے لگے۔ فرمایا: سالک کے لئے مال ومتاع عدم اور وجود برابر ہو جائے، یعنی نہ ملنے پر حسرت نہ ہو اور ملنے پر مسرت نہ ہو۔ توبہ کے بارے میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: گناہوں کو یاد کر کے سالک کے دل میں دکھ پیدا ہو جائے گا، پھر اس گناہ کو ترک کرے اور اس خواہش کو روکے، جتنی کوشش ہو سکتی ہے۔ فرمایا توبہ کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) عوام کی توبہ: سارے گناہوں سے توبہ کرے۔

(۲) سالکین کی توبہ: باطنی گناہوں سے توبہ کرنا۔

(۳) متقین کی توبہ: شکوک وشبہات اور وساوس سے توبہ۔

(۴) محبین کی توبہ: غفلت سے توبہ کرنا۔

(۵) عارفین کی توبہ: یہ سب سے اعلیٰ توبہ ہے، کیونکہ جب وہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچتے ہیں تو پہلے مقام کو ادنیٰ سمجھ کر اس سے توبہ کرتے ہیں، اسی طرح یہ عمل جاری رہتا ہے۔

فنا کی قسمیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک فنا تین قسم کی ہوتی ہے:

(۱): فنائے خلق (۲): فنائے ہویٰ (۳): فنائے ارادہ

حضرات نقشبندیہ کے نزدیک فنا دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) فنائے ہویٰ (۲) فنائے ارادہ

فنائے خلق: مخلوق سے نہ ڈرنا، نہ ان سے امید رکھنا۔

فنائے ہوی: جمیع خواہشات کو ختم کر دینا، جمیع خواہشات سے دور رہنا۔

فنائے ارادہ: جو کچھ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کرتا ہے، سب اسی کے اختیار میں ہے۔

معیت کی قسمیں

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: معیت دو قسم کی ہوتی ہے، علماء کے نزدیک معیت علمی ہے، اولیاء اور صوفیائے کرام کے نزدیک معیت ذاتی ہے، مثلاً ہوا جب چلتی ہے گرد و غبار کو آسمان تک لے جاتی ہے، اگر ہوا اس کو نہ اڑائے تو وہ بے حرکت و بے جان ہے، ہوا صورۃً نظر نہیں آتی ہے، لیکن معناً نظر آتی ہے، مٹی ظاہراً نظر آتی ہے، باطن میں کچھ بھی نہیں بے کار ہی بے کار ہے، مٹی کی معیت ہوا کے ساتھ ظاہری ہے، روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اگر روح کا تعلق جسم سے نہ ہو تو جسم بے کار ہے۔

بیت اللہ مسجود الیہ ہے، مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: تم مسجود الیہ ہو جیسے بیت اللہ ہمارا مسجود الیہ ہے لیکن مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس وقت ان کی پیشانی اور کمر میں جمیع ذریت موجود تھی، مخلوق کے بجائے ہمیں اللہ پاک سے ڈرنا چاہئے (شیطان سے نہیں ڈرنا چاہئے)۔

سر کی تعریف اور تشریح

احقر (راقم الحروف) نے حضرت رحمہ اللہ سے سر کی تعریف پوچھی۔

فرمایا: جب راز کھل جاتے ہیں، اس کو سر کہتے ہیں۔ فرمایا: دل کے اندر سات طبق زمین اور آسمان سما سکتے ہیں، دل کے اندر سینکڑوں دل ہوتے ہیں، جب دل کی

حرکت ذکر کی حرکت ایک ہو جاتی ہے تو انسان کے کان میں ذکر کی آواز آتی ہے۔ فرمایا: جب آمد شروع ہوتی ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔ فرمایا: جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ نے فرمایا: سات طبق ومافیہا میرے دل کے ایک کونے میں سما سکتے ہیں، انسان کا دل اتنا وسیع ہے اس میں اللہ تعالی سما سکتا ہے، اللہ تعالی کی ذات تمہارے دل کے اندر ہے اور تم اسے باہر ڈھونڈ رہے ہو، اس دل کے اندر ہزارہا دل ہیں۔ فرمایا: ایک ہے دل کی حرکت، اور ایک ذکر کی حرکت ہے، جب یہ اکٹھے ہو جائیں تو خیال کے کان تک اللہ تعالی کا نام سنائی دے گا۔

اللہ تعالی کے نام میں عجیب اثر ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: حضرت آدم بنوی رحمۃ اللہ کے پاس ایک دیہاتی آیا کہ حضرت مجھے بیعت کر لو! آپ نے فرمایا: جاؤ اپنا کام کرو! الہام ہوا کہ آدم! تو نے ہمارے بندے کو دھتکار دیا۔ فوراً ایک مرید کو بھیجا کہ دیہاتی کو بلا کے لاؤ، اس نے جواب دیا کہ: میں نہیں آتا، دوسرے مرید کو بھیجا، اس کو بھی یہی جواب دیا، تیسرے کو بھیجا، اس دیہاتی نے کہا حضرت کے کان میں میری طرف سے اسم ذات کہو یہ میرا پیغام ہے۔ تیسرا مرید واپس آیا اور کہا: حضرت! میں نے تخلیہ میں بات کرنی ہے۔ اس نے حضرتؒ کے کان میں دیہاتی کی ہدایت کے مطابق اسم ذات (اللہ) کی آواز لگائی، حضرتؒ غش کھا کر زمین پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

امداد السلوک پڑھنے کی تلقین

رمضان المبارک کے مہینے میں احقر (حضرت ڈاکٹر عبد السلام دامت برکاتہم) کے گھر حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کے قیام کے دوران حضرت رحمۃ اللہ

نے ایک دفعہ ناچیز کی لائبریری سے "امداد السلوک" کی کتاب اٹھائی اور پڑھنے لگے، اور پھر اس کتاب پر عاشق ہو گئے، فرمانے لگے: اگر کوئی یہ کتاب پڑھ لے اور ان باتوں پر عمل کرلے جو کہ حضرت رحمہ اللہ نے اس کتاب کے اندر تحریر فرمائی ہیں، تو وہ آدمی اللہ تعالی کا ولی بن جائے گا۔

فناء فی الشیخ کا مقام

موٴرخہ ۹ جولائی ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک خلیفہ عزیز الرحمن ڈیروی (مرحوم) نے فون کیا اور ایک خواب کا ذکر کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت دور سے حضرت خلیفہ صاحب میری طرف آرہے ہیں، جب نزدیک پہنچے تو دیکھتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر عبد السلام ہیں۔ پھر دیکھتا ہوں کہ بہت دور سے ڈاکٹر عبد السلام آرہے ہیں، جب نزدیک پہنچے تو دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفہ غلام رسول صاحب ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے اس خواب کا ذکر کیا تو فرمایا: یہ فنا فی الشیخ کا مقام ہے۔

فناء فی الشیخ کی دلیل

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں نسبت اتحادی تھی، اور یہی فنا کا مقام ہے، چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمائے، بعینہ وہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیئے، جس کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ صلح حدیبیہ کے اس واقعہ کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: حدیث کے آخر کے ٹکڑے میں جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جوابوں کا لفظاً معناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابوں کے ساتھ متحد ہونا مذکور ہے، اس سے بخوبی ثابت ہوتا

ہے کہ قلب صدیقی قلب نبوی کے ساتھ ایسا متصل تھا کہ اس پر علوم واحوال کا بعینہٖ فیضان ہوتا تھا، اور ایسا اتصال بدلیل عادت خواص فناء فی الشیخ سے ہے، اور خاصہ کا وجود دلیل یقینی ہے، وجود ذی خاصہ کی، پس جب یہ اتصال حدیث سے ثابت ہے تو یہ فناء بھی ثابت ہوگیا جس کی حقیقت انتہا درجے کی مناسبت مرید و شیخ میں ہے جو کہ انتہا درجہ اطاعت و محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ (التکشف ص:۳۴۸)۔

اس راستے میں سر جھکانا پڑتا ہے

۱۹۹۵ء کے رمضان المبارک کا واقعہ ہے، جمعۃ المبارک کا دن تھا، راقم الحروف، حضرت مولانا قاری خان زمان صاحب نائب ناظم مدرسہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان اور حضرت عزیز الرحمن (مرحوم) (جو کہ مولانا عبد الغفار صاحب بستی ظفر آباد اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں) حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے ہمراہ موسیٰ زئی شریف تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت دوست محمد قندھاری، خواجہ عثمان دامانی اور حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات پر حاضری دی، فاتحہ پڑھی، اور حضرت رح کی معیت میں وہاں مراقب ہوگئے، واپسی پر گاڑی میں حضرت صاحب رحمہ اللہ نے ہم سے حالات پوچھے، بعد میں تخلیہ میں قاری خان زمان نے حضرت صاحب رحمہ اللہ کو بتایا کہ دوران مراقبہ حضرت دوست محمد قندھاری رح مجھ سے مخاطب ہو کر بولے: قاری صاحب! اس راستے میں سر جھکانا پڑتا ہے، اس کے بغیر کام نہیں بنتا۔ یعنی اللہ اللہ کے لئے وقت نکالنا ضروری ہے۔ بقول حضرت صاحب رحمہ اللہ کے کہ قاری خان زمان اخبار پڑھنے کا دلدادہ ہے، اس لئے حضرت قندھاری رحمہ اللہ نے

ان کو اشارہ کر دیا (یعنی اخبار پڑھنا چھوڑ کر اللہ اللہ کرو)۔

نسبت کی تعریف

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: اللہ تعالی کے ساتھ تعلق کو نسبت کہتے ہیں، اللہ تعالی جس کو چاہے اس کو نسبت دیتے ہیں، نسبت بڑی چیز ہے۔

نسبت کیا چیز ہے؟ اور نسبت اتحادی کسے کہتے ہیں؟

ایک چیز کا دوسری چیز سے کوئی خاص تعلق قائم ہو جانا نسبت کہلاتا ہے، یعنی بندے کا اللہ تعالی سے خصوصی تعلق قائم ہو جانا نسبت کہلاتا ہے۔ خصوصی تعلق سے مراد یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے اور گناہ سے بچنے لگ جائے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان کا دل معرفت کے نور سے منور ہو جائے، تصوف کی زبان میں لفظ "نسبت" اسی کیفیت کے لئے بولا جاتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نسبت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نسبت کے لغوی معنی تعلق اور لگاؤ کے ہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: بندے کا حق تعالی سے خاص تعلق، یعنی اطاعت دائمہ و ذکر غالب اور حق تعالی کا بندے سے خاص تعلق یعنی قبول و رضاء، جیسا کہ عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ نسبت اللہ تعالی سے ایک خاص قسم کے تعلق کا نام ہے، جس قدر یہ تعلق قوی ہو گا، اسی قدر نسبت قوی ہو گی۔ عمومی نسبت اور تعلق تو ہر مسلمان کو اللہ تعالی سے ہے، لیکن یہ نسبت ایک خاص قسم کی محبت اور خصوصی تعلق کا نتیجہ ہوتی ہے، جس کی نہ تو کیفیت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ

کسی چیز کو اس پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

نسبت کو سمجھنے کے بعد اب نسبت کی قسمیں سمجھئے!

نسبت کی چار قسمیں ہیں:۱: پہلی نسبت انعکاسی کہلاتی ہے،۲: دوسری نسبت القائی کہلاتی ہے، ۳: تیسری نسبت اصلاحی کہلاتی ہے،۴: چوتھی نسبت اتحادی کہلاتی ہے،اسی چوتھی نسبت اتحادی کا ذکر اوپر ہوا۔اب ہر قسم کی تعریف سمجھئے!

حضرت شیخ الحدیث قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی تقریر بخاری شریف میں ہے: حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے اپنی تفسیر میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ مشائخ، مریدین پر جو توجہ ڈالتے ہیں، اس کی چار قسمیں ہیں:

❶ نسبت انعکاسی

سب سے پہلی قسم نسبت انعکاسی ہے۔ جو سب سے ضعیف ہے، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فی نفسہ مرید میں کچھ ہوتا نہیں، لیکن شیخ کے پاس بیٹھنے سے شیخ کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے، اہل مجاہدہ اور حضرات مشائخ کی صحبت سے قلب کے اندر ایک صفائی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے وہ مثل آئینہ کے ہو جاتا ہے اور اس کے اندر اشیاء منعکس ہونے لگتی ہیں، اور اس کے دل کے اندر اثر پڑتا ہے، یہ نسبت سب سے ادنیٰ درجہ کی ہے، کیونکہ اس کی بقاء صرف اس وقت تک ہے جب تک شیخ کی مجلس میں رہے، اور جب وہاں سے دور ہو گا، وہ نسبت بھی ختم ہو جائے گی۔ جیسے آئینہ، جب تک وہ سامنے ہے، اس کے اندر عکس موجود رہے گا، اور جب سامنے سے ہٹ جائے گا تو عکس بھی ختم ہو

جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا وہ نسبت پختہ نہیں ہوتی، اسی وجہ سے بعض مشائخ کو دھوکا لگ جاتا ہے۔ اور وہ یہ سمجھ کر کہ یہ اس کا اپنا اثر ہے اس کو خلافت دے دیتے ہیں، اور بعد میں اس کا نقص ظاہر ہوتا ہے تو شیخ کو اعلان کرنا پڑتا ہے کہ فلاں سے یہ حرکات صادر ہوئی ہیں، اس وجہ سے ان کی اجازت واپس لی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ حقیقت میں اجازت ہی نہیں جو واپس لی جائے، اس لئے کہ اجازت تو نسبت پر موقوف ہے، اور وہ اس سے خالی تھا۔ اس نسبت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عطر فروش کے پاس رہتا ہو تو جب تک وہ اس کے پاس رہے گا، اس کا دماغ عطر سے معطر ہوتا رہے گا، اور جب وہاں سے اٹھے گا تو اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہو گا۔

❷ نسبت القائی

دوسری نسبت جو اس سے اونچی ہے، اس کا نام القائی ہے۔ کیونکہ یہاں شیخ اپنی نسبت کو مرید کی طرف القاء کرتا ہے، اور اپنے انوار باطنیہ اور قوت روحانیہ سے یہ معلوم کرلیتا ہے کہ اب مرید میں کچھ صلاحیت پیدا ہوگئی ہے، یہ درجہ اول سے قوی ہے، مگر ہے یہ بھی ضعیف۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے چراغ کہ جب تک اس میں تیل رہے گا اور سخت ہوا سے محفوظ رہے گا، جلتا رہے گا، ورنہ بجھ جائے گا۔ اسی طرح شیخ اپنے قلب سے انوار کا تیل اس کے چراغ میں ڈالتا ہے، اور اپنی قوت نورانیہ سے اس کو روشن کر دیتا ہے، اب مرید کا کام یہ ہے کہ اس کی حفاظت کرے اور معاصی کی ہوا سے اس کی حفاظت رکھے، بالخصوص نظر سے کہ وہ سم قاتل ہے۔

③ نسبت اصلاحی

تیسری نسبت اصلاحی کہلاتی ہے۔ یہ اول دو سے بہت قوی ہے، اس کے اندر مرید اپنے قلب کو ریاضات اور مجاہدوں سے بالکل صاف کر لیتا ہے، اور شیخ کے توجہ ڈالنے پر اس کے انوارات پوری طرح قبول کر لیتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی محنت کے بعد نہر کھودے اور اس کو بلکل صاف کرے اور اس کا دہانہ کسی دریا سے ملادے جس کی وجہ سے اس نہر میں پانی آجائے، اب اگر اس نہر میں کوئی خس وخاشاک اور مٹی وغیرہ آئے گی تو پانی کے دباؤ سے خود بخود بہتی چلی جائے گی۔

④ نسبت اصلاحی

چوتھی نسبت، نسبت اتحادی ہے کہ شیخ کے ساتھ طبیعت اتنی متحد ہو جائے کہ جو اس کے قلب میں آئے، وہی مرید کے قلب میں بھی آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کی مثال میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کے ایک باورچی کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا، وہ لکھا ہے کہ باورچی کی خدمت سے خوش ہو کر اسے اپنے حجرے میں لے گئے، اور اس پر توجہ ڈالی، جب باہر نکلے تو دونوں کی شکل وصورت ایک ہو چکی تھی، صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے تو ہوش وحواس درست تھے، مگر وہ مدہوش تھا، اور تین دن بعد انتقال کر گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مشائخ مرید کو آہستہ آہستہ ترقی دیتے ہیں، لیکن بعض مشائخ اس کے خلاف کرتے ہیں، جو نقصان دہ ہوتا ہے۔ بہر حال شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تین مرتبہ بھینچا تھا، وہ اسی نسبت اتحادی کے پیدا کرنے کے لئے کیا

تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ پھر اپنی رائے دیتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو نسبت حاصل تھی، وہ نسبت اتحادی تھی، یہی وجہ ہے کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا، وہی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی واقع ہوا، پھر اس کی مثالیں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے دی ہیں (از محمد بلال عفی عنہ)۔

القائی نسبت کیا ہے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: بعض حضرات اللہ والے نسبت القاء کر دیتے ہیں، حضرت خواجہ باقی باللہ نے ایک مرید کے متعلق کہا: میں اگر کمزور نہ ہوتا تو اس کو فلاں مقام پر پہنچا دیتا۔ حضرتؒ نے مولانا بلال صاحب اور دیگر علماء حضرات سے کہا: میں تو آج آپ سے ملنے آیا ہوں، میرا سانس چڑھ گیا ہے۔ فرمایا: میں تو اب دعا ہی کر سکتا ہوں۔ فرمایا: میرے صرف دو خلفاء سلسلے کو چلا رہے ہیں، ایک کوئٹہ میں شیخ الحدیث تھے، اور ایک ماشاء اللہ عبد السلام (راقم الحروف) ہے۔ نسبت القاء ہوتی ہے، لیکن یہ بڑے لوگ کرتے ہیں۔ فرمایا: میں معافی چاہتا ہوں، میں نے بڑی باتیں کی ہیں، اب میرا سر چکرا رہا ہے۔ فرمایا: جب نسبت القاء ہوتی ہے، شاہد مشاہدہ کرتا ہے۔ فرمایا: کل میرے پاس ایک آدمی آیا، اس کو بیعت کیا ہے، لیکن ضرب نہیں لگائی۔

حضرت علاء الدین عراقیؒ کا کشف اور تصرف

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت علاء الدین عراقیؒ نے ایک

سال تک حرمین شریفین میں قیام کیا، یہ شریف مکہ کا زمانہ تھا، حضرت عراق سے آئے تھے (حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ فرماتے تھے: خواجہ صاحب کے دستر خوان پر ایک ہزار آدمی صبح اور ایک ہزار آدمی رات کو کھانا کھاتے تھے) ان دنوں لڑائی شروع تھی، حرمین شریفین سے بغداد گئے، لیکن بادشاہ نے ان کو بغداد میں داخل نہیں ہونے دیا، بادشاہ کا خیال تھا کہ جاسوس ہے، اس سفر میں ایک سو صندوق اور پچاس اونٹ حضرتؒ کے ہمراہ تھے، والئی بغداد نے ان کو روک دیا اور ایس پی کو ان کی تلاشی لینے کے لئے بھیجا، ایس پی حضرتؒ کو جانتا تھا، ایس پی نے دبی زبان میں حضرت سے تلاشی لینے کی درخواست کی، حضرتؒ نے صندوق کی چابیاں ایس پی کے حوالہ کر دیں، جس صندوق کو کھولتا تھا، خالی ہوتا تھا، بڑا شرمندہ ہوا، حضرتؒ نے تھوڑی دیر کے بعد پھر چابیاں دے دیں اور کہا: اب جاکر دوبارہ ان کا معائنہ کرو! جب صندوق کھولے تو حضرت کا صندوق ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا، پھر حضرتؒ نے فرمایا: اے اللہ کے بندو! میں تو غوث الثقلین کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں، مجھے تمہاری جنگ سے کیا واسطہ؟ فرمایا: حضرت خواجہ صاحبؒ، صاحب کشف، صاحب کرامت اور صاحب تصرف تھے۔ خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: خواجہ علاء الدین صاحب کے والد حضرت ضیاء الدین عراقیؒ تھے، وہ حضرت علامہ خالد کردیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

اہل اللہ کی نسبت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: بعض اہل اللہ کی نسبت منتقل ہوتی ہے، بعض کی نہیں۔ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو نسبت سلب

کر لی جاتی ہے اور وہی نسبت کسی دوسرے کو منتقل ہو جاتی ہے، جس طرح حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے ایک دفعہ اپنی مسجد کے امام کو ایران بھیجا، امام ہزارہ کا تھا، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: مشہد کے علاقے میں چلے جانا، وہاں پر ایک مجذوب تھا، اس سے ملاقات کرنی تھی، فرمایا: اگر وہ فوت ہو گیا ہو تو اس کی قبر کا پتا کرنا کہ کون سے قبرستان میں دفن ہے، اگر زندہ ہے تو مجھے بتا دینا۔ امام صاحب ایران سے واپس آئے، حضرتؒ نے حال پوچھا، امام صاحب نے کہا: اتنے دن ہو گئے ہیں وہ فوت ہو گئے ہیں، اور کہا: میں ان کی قبر دیکھ کر آیا ہوں اور ان کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا ہوں۔ امام صاحب نے پوچھا: حضرت! اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرتؒ نے فرمایا: وہ مقام میری طرف منتقل ہوا ہے۔

نسبت کا بڑا مقام ہے

مؤرخہ ۱۴ اگست ۱۹۹۸ء کا احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) اور حضرت عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر (خلیفہ مجاز حضرت مولانا اشرف سلیمانی رحمہ اللہ) رتہ کلاچی عشاء کی نماز سے پہلے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحب نے فرمایا: ڈاکٹر (راقم الحروف) کی برکت سے ہم کو بھی حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا برکت والے تم ہو، کیونکہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہو، فرمایا: کسی کتاب میں پڑھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس خچر پر سوار ہوئے، اس کے پیشاب کی تعظیم کرنا بھی محبت کی علامت ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے استاذ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب سے دریافت کیا کہ پیشاب تو پیشاب ہوتا ہے، فرمایا کہ نسبت کو دیکھنا پڑتا ہے کہ نسبت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ہے۔ فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ اپنی گھوڑی میرے والد صاحب کے پاس بھیجا کرتے تھے، میرے والد صاحب کے پاس اعلی قسم کا گھوڑا تھا۔ فرمایا: والد صاحب گھوڑی کے پیشاب کی جگہ ریت بچھا لیتے تھے، اور جب گھوڑی پیشاب کر لیتی تھی، اس پیشاب کو اٹھا کر جنگل میں لے جا کر زمین کھود کر اس میں دفن کر دیتے تھے، تاکہ اس پر کوئی اور پیشاب نہ کرے، فرمایا: یہ ادب کا مقام تھا، اور نسبت کی قدر دانی تھی۔

نسبت حاصل کرنے کے لئے عمل

مولانا محمد بلال مقیم مدینہ منورہ کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی طرف سے خاص روحانی تحفہ:

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ: حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ رات کو چار رکعت نفل پڑھیں اور ان کا ثواب حضرت اویس قرنیؓ کو بخش کر ان کی طرف متوجہ ہو جائیں، ان کی نسبت حاصل ہو جائے گی۔ اس طرح حضور ﷺ کی بیعت اور نسبت حاصل ہو سکتی ہے۔ فرمایا: جن صاحب کو یہ نسبت حاصل کرنی ہے، یہ عمل کر لیں، چار رکعت نفل پڑھیں اور پڑھ کر ثواب بخشیں، بخشش کرنے کے بعد ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مولانا بلال (مقیم مدینہ طیبہ) سے فرمایا: آپ روضہ شریف سے دعاء لائے ہیں، ہم نے آپ کو یہ سبق دے دیا۔

مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب کے لطائف کا بند ہونا اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی اس پر تنبیہ

حضرتؒ کے خلیفہ مجاز مولانا سمیع اللہ شاہ صاحب (موضع لونی، تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے فرمایا: ایک دفعہ میرے لطائف بند ہوگئے، انقباض کی شکایت ہوگئی، بڑا پریشان ہوا، ذکر واذکار میں مزہ نہیں آتا تھا، وجہ یہ تھی کہ ہمارے علاقے میں ایک عامل آدمی تھا، میں اس کے پاس جاتا تھا، وہ میرا دوست تھا، وہ مجھے وظائف بتاتا رہتا تھا، چلہ کشی کرنے کو بھی کہا، چند دن کے بعد چھوٹی عید کے موقع پر ہم لعل ماہڑہ حضرت خلیفہ صاحبؒ کے پاس حضرت کے گاؤں گئے، حضرت کو احوال سے آگاہ کیا، حضرتؒ نے کہا: یہ تو مرید کی موت ہے! فرمایا: یہ ایسی بات ہے جیسے کہ ایک بیوی کے دو خاوند ہوں، یا یہ کہ کسی کی کشتی گرداب میں آجائے اور وہیں چکر لگاتی رہے، آخری انجام اس کا غرق ہونا ہے۔

اس ضمن میں حضرت دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ سنایا۔

فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ کا یہ طریقہ کار ہوتا تھا کہ وہ رات کو خانقاہ میں مریدوں پر چکر لگاتے تھے کہ کون کیا کر رہا ہے؟ ایک رات دیکھا کہ سارے مرید بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی ذکر کر رہا ہے کوئی مراقب ہے، ایک جگہ پر کتابیں پڑی ہیں، چادر پڑی ہے، لیکن آدمی نہیں ہے، حضرتؒ نے پوچھا: یہ کتابیں کس کی ہیں؟ بتایا گیا: یہ حضرت عثمان دامانی کی ہیں، فرمایا: اچھا میرا تو خیال تھا کہ مولانا عثمان دامانی تو میرا ہے، لیکن یہ کتابوں کا ہے! آجائے تو ان سے کہنا کہ ہماری اور ان کی نسبت ختم! مولانا دامانی واپس آئے تو دوست نے پیغام دیا، مولانا عثمان

دامانی وہاں بیٹھ کر رونے لگے، ایک ہفتے تک روتے رہے، ایک آدمی کو ترس آیا اس نے حضرت دوست محمد قندھاریؒ کو کہا: مولانا عثمان دامانی بہت پریشان ہیں، خدا کے لئے ان کو معاف کریں، حضرتؒ نے کہا: تم کون ہو جو ہمارے درمیان آتے ہو، جاؤ آپ کی اور میری نسبت ختم! اب رونے والے دو ہو گئے، ایک ہفتہ بعد حضرت دوست محمد قندھاریؒ نے دونوں کو بلا کر اپنے تسبیح خانے میں بٹھا دیا، اور دوسرے کو معاف کر دیا اور کہا: آپ کی نسبت قائم ہے! جب وہ چلا گیا، مولانا عثمان کو نزدیک کر کے کہا: آپ کا اور میرا تعلق ایسا ہونا چاہئے کہ آپ کو دیکھنے سے لوگوں کو میں نظر آؤں اور میرے دیکھنے سے لوگوں کو آپ نظر آئیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ عثمان اور ہے اور دوست محمد اور ہے، اس کے بعد دوست محمد قندھاریؒ نے یہ شعر سنایا:

من تو شدم تو من شدی
من جان شدم تو تن شدی
یک کس نہ گفت بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

پھر مجھے فرمایا: شیخ کے ساتھ نسبت ایسی ہونی چاہئے، اس راستے میں کام تب چلے گا کہ آدمی پورے کا پورا اپنے شیخ کا ہو جائے، تو اس کے بعد بقول شاہ صاحب میں نے اس پر مکمل توبہ کر لی اور الحمد للہ! آج تک اس پر قائم ہوں (یعنی ہر جائی بننے سے توبہ کی اور اپنے شیخ کو لازم پکڑنے کا عزم کیا)۔

ذکر قلبی کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ذکر قلبی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ

تعالی کی بارگاہ میں حضوری اور شہودی حاصل ہو جائے۔جب یہ چیز سالک کو حاصل ہو جاتی ہے تو دل سے خطرات جن کا غیر سے تعلق ہوتا ہے، نکل جاتے ہیں، اس وقت ذکر کو چھوڑ کر اس کی حفاظت کرے۔یعنی جب غیر اللہ نکل جائے گا تو اللہ تعالی ہی رہ جائے گا۔اگر سستی اور فتور آجائے، پھر ذکر شروع کردے، حتیٰ کہ اس دولت عظمٰی میں دوام آ جائے،یعنی کوئی خطرہ باقی نہ ہو،ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خطرات سے محفوظ ہو جائے، یہ تصوف کا آخری مقام ہے، اس کے بعد ذکر اس حضوری کے ساتھ جمع کرے کہ اللہ تعالی کی نہایت مہربانیوں کے منتظر رہیں۔حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:اس سے آگے کے معاملات کہنے سننے میں نہیں آتے،سالک کو خود بخود معلوم ہو جاتے ہیں۔

کسی اللہ والے کی عبدیت کا اظہار اور مناجات

تو بہ علم روز ازل مرا دیدی
دیدی آنگہ بعیب بہ خریدی
تو بہ علم آن ومن بعیب تما
رد من کن آنچہ خود پسندیدی

ترجمہ: روز اول کے اے اللہ !تو نے میری کیفیت ملاحظہ فرمائی تھی، پھر باوجود عیب کے موجود ہونے کے آپ نے مجھے بندہ بنالیا، تیرا علم بھی وہی ہے اور میں بھی وہی ہوں، یعنی گناہگار فرمایا: آہا۔۔۔آہا۔۔۔واہ خواجہ۔۔۔واہ خواجہ!

سالک کے لئے حضوری اور جمعیت ضروری ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا:سالک کے قلب میں حضوری اور

جمعیت جب حاصل ہوتی ہے، جس وقت تقریبا تقریبا چار گھڑی سالک کے دل میں خطرات ووساوس نہ آئیں۔اس کو حضوری اور جمعیت کہتے ہیں، یوں سمجھو کہ سالک کا قلب کمال تک پہنچ گیا ہے۔پھر وہ سالک عاجزی اور فروتنی کے ساتھ ذات الٰہی کی طرف ہر وقت متوجہ رہے تا کہ توجہ الی اللہ میں جو چیز آڑے آئے اس کا دور کرنا اس کی عادت بن جائے، اس کو حضوری کہتے ہیں۔اور ذکر سے مقصود بھی یہی چیز ہے، پھر یہ نصف زمین سے لے کر عرش بریں تک اور پھر عالم امر جو کہ لطائف کی اصل ہے وہ عرش سے بالا بالا ہے۔لطیفہ قلب کی اصل تجلی افعالی ہے، روح کی اصل حق تعالی کی صفات ثبوتیہ، سر کی اصل شیونات ذاتیہ ہے، خفی کی اصل صفات سلبیہ ہے،اخفیٰ کی اصل شان جامع ہے، یہ اس وقت حاصل ہو گی جب سالک لطائف کے ذکر اور مراقبات کے اندر منہمک ہو جاتا ہے، ایسے نہیں، اور زبان حال سے عاجزی اور انکساری کے ساتھ کہے:

خداوند مقصود من توئی ورضائے تو

محبت ومعرفت خود دہی

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے مزید چند اشعار پڑھے:

دارم دل کئے غمی بیا مروز ومہ پرس

سد واقع در کمین بیا مرز ومہ پرس

شرمندہ شوم اگر بہ پرسی عملا

اے اکرم الکرمی بیا مرزومہ پرس

ترجمہ: میں غمگین مہجور دل رکھتا ہوں، اس کی پرسش نہ فرمایئے، بس بخش دیں، سوطرح کے واقعات در پردہ ہیں پرسش نہ کر معاف فرمادے، اگر

اعمال کی پوچھ گچھ کی گئی تو مجھے شرم آئے گی، اکرم الاکرمین پوچھ گچھ نہ کر بس بخشش فرما۔

غفلت پر افسوس

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: خواجہ ابو خزازؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کوئی آرزو ہے؟ فرمایا: مجھے غفلت پر بڑا افسوس ہے، ساری عمر غفلت میں گزار دی، خوف کی وجہ سے ایک آنسو بھی نہ بہایا۔

سالک کا وظیفہ

مؤرخہ ۲ جنوری ۱۹۹۷ء رمضان المبارک کو حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ نے طالب صادق کو نصیحت کی ہے کہ آپ کا ایک وظیفہ اور بھی ہے، عبادت کے ساتھ عبودیت کا وظیفہ بھی ادا کرنا ہے، عبودیت سے مراد آگاہی ہے، یہ کیفیت پیدا کرنی چاہیے کہ میرا اللہ سن رہا ہے اور میں پڑھ رہا ہوں اور ذکر کر رہا ہوں، اگر ذکر میں کسی وقت فتور آجائے تو ذکر کرنا منع ہے۔ اسی طرح اگر نفس میں سستی اور غفلت پیدا ہو جائے تو بھی ذکر کرنا منع ہے، ذکر کے ساتھ حضوری کا جمع کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب ہے، دنیا سے تعلق کٹ جائے اس کو مقام فنا کہتے ہیں، جب انسان کو سالہا سال کی چیزیں یاد نہ رہیں اور غم کا اثر ہو نہ خوشی کا اثر ہو۔ یہ کیفیت اللہ رب العزت کے فضل سے پیدا ہوتی ہے، ایک دل کی حرکت اور ایک ذکر کی حرکت ہوتی ہے، جب ان دونوں میں موافقت پیدا ہو جائے، اس سے مراد ہے ذکر قلبی۔ اس کی علامت یہ ہے کہ سالک کو ذکر (دل) کی آواز سنائی دیتی ہے۔

نفی واثبات کی گرمی

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت نورالمشائخ کابل تشریف لائے، جب امان اللہ خان آئے، وہ ہندوستان ہجرت کر گئے، اس کے بعد گجرات، کاٹھیاوار اور اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان تشریف لائے، وزیر زادہ کا گھر حضرتؒ کے گھر والوں کے لئے خالی کرایا گیا، طلبہ ساتھ تھے، وہ مسجد میں رہتے تھے، ان کے ایک خلیفہ میاں میر تھے، پہلے بدمعاش تھا، وہ اکیلا آدمی سارا بکرا کھا جاتا تھا، یہ بہت ذاکر تھا، سخت سردی تھی، چند مریدین اور طلبہ حیات کی مسجد میں ٹھہرے تھے، انہوں نے سخت سردی کی رات ایک چادر میں برآمدے میں مراقب ہو کر گزاری۔ رات کے دو بجے مولوی صاحب کے حجرے کی کنڈی بجائی، وہ حجرے میں سوئے ہوئے تھے، انہوں نے روشنی کر کے دیکھا کہ میاں میر صاحب کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا، ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، پھر صبح کی اذان تک مراقب ہو گئے۔ کھاتا اس طرح تھا اور نفس سے کام لیتا تھا، اور حبس دم کے ساتھ نفی اثبات کا مراقبہ کرتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آپ مری کے برفیلے پہاڑوں میں نفی اثبات کریں گے، آپ کو گرمی لگے گی، گرمی کا ہونا مضر نہیں ہے۔ ڈاکٹروں کے نزدیک ۱۰۴ یا ۱۰۶ فارن ہائیٹ پر بخار چلا جائے تو خطرہ ہے، یہاں تصوف میں ۲۹۰ چلا جائے تو کوئی بات نہیں ہے۔ فرمایا: حضرت باقی باللہؒ زیادہ جاگنے کے مخالف تھے، فرمایا: سوجایا کرو، تاکہ آدمی اللہ تعالیٰ کی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو جائے۔ فرمایا: جب قلب صاف ہو جاتا ہے تو دوسرے کا اثر لیتا ہے، اس لئے مجلس کے اختتام پر نفی اثبات کرنا چاہئے، اس طرح اگر سالک بیان کرے تو پھر نفی اثبات کرے۔

فرمایا: بولنے میں سالک کو بہت زیادہ نقصان ہے۔ فرمایا: جب لطائف

میں گرمی آجائے پھر نفی اثبات لسانی کر سکتے ہیں، ویسے نفی اثبات مخفی طور پر کریں۔ فرمایا: بار بار محمد ﷺ کہو گے تو لطائف میں گرمی نہیں آئے گی، ہر سو کے بعد محمد ﷺ کہو، اس سے لطائف میں گرمی نہیں آئے گی (کیونکہ درود شریف میں ٹھنڈک وبرودت ہے، بعض مشائخ سلوک کی ابتداء میں قدم رکھنے والے کے لئے گرمی کو پسند کرتے ہیں، پھر درود شریف کی کثرت کا حکم دیتے ہیں، لہذا حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی یہ بات مبتدی کے لئے ہے)۔

قلب اللہ تعالی کے فضل سے ذکر کے لئے جاری ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک قاری سے پوچھا کہ: کون سی مسجد میں پڑھاتے ہو؟ وہ پونگراں والی مسجد کے ساتھ والی مسجد میں پڑھاتا تھا، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے کہا: پونگراں والی مسجد بڑی بابرکت ہے، اس میں مولوی غلام حسن پونگر رہتا تھا، وہ صاحب نسبت آدمی تھا، اس نے محی الدین قصوری کی خدمت میں قصور میں بیس سال گزارے، لیکن قلب کا پتا نہیں چلا۔ انہوں نے اپنے حضرتؒ سے عرض کیا، حضرت محی الدین قصوری رحمہ اللہ نے سر جھکایا اور کہا: دوست محمد قندھاریؒ کے پاس چلے جاؤ، وہاں پر چھ ماہ میں قلب جاری ہوگیا۔ فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے شیخ خواجہ احمد سعیدؒ ان دنوں دہلی چھوڑ کر اس علاقے میں (ڈیرہ اسماعیل خان، موسیٰ زئی شریف) حضرت دوست محمد قندھاریؒ کے پاس آگئے تھے، اس زمانے میں سید احمد شہید رحمہ اللہ نے انگریزوں کے خلاف جہاد کی تحریک چلائی تھی، انگریزوں نے حضرت خواجہ احمد سعیدؒ کے پیچھے وارنٹ نکالے، اس علاقے تک انگریزوں کی رسائی مشکل تھی، فرمایا: انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کو آگ کے انگاروں پر

جلایا اور گنڈہ پور (نورنگ خان) وغیرہ نے ان پر برچھے چلائے۔

دل کے دو دروازے ہیں

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: تصوف میں دل کے دو دروازے ہیں، اوپر والے دروازے کو باب الفوقانی کہتے ہیں، اور دوسرے کو باب التحتانی کہتے ہیں، اوپر والے کا تعلق جسم کے ساتھ ہے، اور دوسرے کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔ باب الفوقانی کی کشادگی ذکر جلی کے ساتھ ہوتی ہے، دوسرے کی کشادگی ذکر خفی کے ساتھ ہوتی ہے۔ ذکر جلی سے مراد ایسا ذکر ہے جس سے جسم (دل) میں گرمی پیدا ہو جائے اور ہمت اور قوت کے ساتھ ذکر کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر دل میں کوئی چیز نہ رہے۔ ذکر جلی سے مراد شوق ہے، ذکر خفی کے ساتھ دل میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان سمندر کے اندر تیر رہا ہے۔

جو مزہ تسبیح میں ہے، کسی اور چیز نہیں

ایک رمضان المبارک میں تراویح کے بعد مدرسہ نعمانیہ کے مہمان خانے میں ایک مجلس قائم تھی، کچھ علماء، احقر اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما تھے، علامہ دمیری رحمہ اللہ کی کتاب "حیات الحیوان" کی بات ہو رہی تھی، علمائے کرام تعریف کر رہے تھے کہ علامہ نے اس کتاب میں حیوانات کا ذکر کیا ہے اور پانچ چھ علوم کو اکٹھا کر رکھا ہے، اور کتاب کی مقبولیت کی نشانی یہ ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ دیوبند میں درس کے دوران کبھی کبھی اس کتاب کا حوالہ دیتے تھے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جو کچھ بھی ہو، جو مزہ تسبیح میں ہے، کسی اور چیز میں نہیں۔ پھر فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن

سواگی رحمہ اللہ جب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو انہوں نے اپنے پوتے غلام محمد کو بلایا اور خلافت سے سرفراز کیا، اور نصیحت کی کہ بیٹے! جب تک تم تسبیح اور مصلیٰ نہیں چھوڑو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں چھوڑے گا۔

اس طریقۂ تصوف کا دارومدار پانچ باتوں پر ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت رؤف احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ (یعنی تصوف) کا دارومدار پانچ باتوں پر ہے:

(۱): سالک کی توجہ دل کی طرف۔

(۲): دل کی توجہ خالق آب و گل کی طرف۔

(۳): دل میں کوئی خطرہ نہ آئے۔

(۴): سالک ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔

(۵): خداوند مقصود من توہی اس معنی کا لحاظ رکھے۔

فرمایا: ان پانچ باتوں کے پانچ نتائج نکلیں گے:

(۱): ذاکر کے لطائف ذکر کرنے لگیں گے۔

(۲): اس کو جمعیت حاصل ہو گی۔

(۳): اس کے دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جائے گی۔

(۴): اس کے لطائف کی کشش (جذب) مافوق العرش ہو گی۔

(۵): اس کے دل پر حق سبحانہ کے واردات نازل ہوں گے۔

قلب کے ساتھ غفلت نہیں ہونی چاہئے

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت

خواجہ محمد پارساصاحبؒ نے فرمایا: انسان ایک دن میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار سانس لیتا ہے، اگر ایک سانس بھی غفلت سے گزرے تو قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ فرمایا: قلب کے ساتھ غفلت نہیں ہونی چاہیے، ہر وقت متوجہ رہنا چاہیے، بیت الخلاء میں بھی دل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، زبان سے ذکر بیت الخلاء میں منع ہے، بلکہ سخت گناہ ہے، دل سے متوجہ رہنا چاہیے۔

درود شریف کی اہمیت

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو، مقام ولایت مل جائے گا۔

اثبات یعنی الا اللہ کہتے وقت کیا تصور ہونا چاہیے؟

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جب اثبات یعنی الا اللہ کہو تو دل کو اپنے رب کے سامنے رکھو اور اپنے باطن کو اس طرح محفوظ رکھو کہ باہر کی دھوپ اندر داخل نہ ہو، یعنی ادھر ادھر کے خیالات، باہر کے جھونکے بڑے خطرناک ہوتے ہیں، دل کے خطرات جس کی قلب کے اندر گنجائش نہیں، ان خطرات کو دل سے باہر نکال کر دو، جب باہر ہو جائیں، ان کو دفع کر دو۔ وہ خطرات قوت متخیلہ کے اندر داخل ہوتے ہیں، ایسے موقع پر اللہ تعالی کے فضل کی ضرورت ہے، اگر فضل شامل حال ہو تو وہ نکل جائیں گے، وگرنہ بہت خطرہ ہے۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے احوال کی نفی کرتے رہو، اپنی نظر کو وجود کے دائرے کے اندر رکھو، اور کوشش کرو پیران کبار کی

توجہات کے ساتھ نکل جاؤ گے، جب جمعیت حاصل ہو جائے گی اس کے بعد شعوری حاصل ہوتی ہے، اگر شعوری صورت بدلے تو نفی اثبات کے ساتھ اس کو دور کرو، زیادہ مداخلت یادداشت کے ساتھ دور ہو سکتی ہے، طبیعت کے اندر خرابی یادداشت کے ساتھ دور ہو سکتی ہے۔

سالک کے لئے نفی واثبات تین قسم کی ہوتی ہے

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: خواجہ خواجگان رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سالک کے لئے نفی اثبات تین قسم کی ہوتی ہے:

(۱) انقباض والا سالک: یہ سالک ۱۰۰ دفعہ نفی اثبات کرے اور سو دفعہ کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

(۲) عروج ہے نزول نہیں: ۱۲ سے ۱۵ مرتبہ نفی اثبات کہے، اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔

(۳) عروج بھی ہے نزول بھی ہے: یہ سالک ۱۰۰ مرتبہ نفی کرے ہر سو دفعہ کے بعد ایک مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے، اس سالک کے لطائف عرش معلی پر پرواز کرتے ہیں، اس کا وجود زمین پر ہوتا ہے، لیکن لطائف مافوق العرش ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بعض ایسے سالک ہوتے ہیں جن کے وجود لطائف کی وجہ سے پرواز کر جاتے ہیں، حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا ایک مرید ہے، جب وہ چارپائی پر بیٹھتا ہے تو چارپائی میں لچک نہیں آتی۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ مرید میرے سامنے حضرتؒ کے پاس آیا تھا (یعنی کثرت ذکر سے وہ اتنا لطیف ہو چکا تھا کہ اس کے بیٹھنے سے بھی

چارپائی میں کوئی لچک نہیں آئی)۔

درود شریف کے فضائل

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: جو بھی شخص درود شریف پڑھتا ہے، جنت میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے، جنت بڑھتی چلی جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے، جنت کا مادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اس کی غذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درود پاک ہے، جتنے ملائکہ جنت کے ارد گرد ہیں ان کا وظیفہ درود شریف ہے، جب وہ درود شریف پڑھتے ہیں، جنت ان کی طرف بھاگ کر آتی ہے۔ دوسری بات بڑی عجیب وغریب ہے کہ اگر اللہ پاک جنت کو نہ روکتا تو دنیا میں جنت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتی۔ جنت کو اس لئے روکا کہ معتبر ایمان بالغیب ہے نہ کہ مشاہدہ۔ (یعنی معتبر ایمان وہ ہے جو غیب کے ساتھ ایمان لایا جائے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت حق ہے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ایمان لائے ہیں نہ کہ جنت پر۔ فرمایا: اس میں، میں ایک اور بات کرتا ہوں، آپ اعتراض کریں گے (علماء شاید اعتراض کریں گے) تسبیح و تہلیل کے ساتھ جنت میں وسعت نہیں آتی، اگر آتی ہے تو درود پاک سے آتی ہے، تسبیح و تہلیل سے جنت میں درخت لگتے ہیں۔

ذکر کی گرمی

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے مولانا عطاء الرحمن صاحب خانو خیل والے کے پاس ایک کتاب دیکھی، وہ خواجہ ابو سعید احمد خان صاحبؒ کی کتاب تھی، اس کتاب میں لکھا تھا: حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ موسیٰ زئی شریف والے کے اندر ذکر کی اتنی گرمی تھی کہ

جب ٹھنڈا پانی ان کے سینے پر رکھ دیا جاتا تو وہ گرم ہو جاتا تھا۔

اللہ تعالی کے نام کی لاج

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک امیر کبیر آدمی نے ان کی دعوت کی، یعنی کھانے پر بلایا، حضرتؒ کے ساتھ چند خلفاء اور مریدین بھی تھے، وہ شخص بلور کے ایک بڑے برتن میں پھل لایا، جب حضرتؒ اور خلفاء نے پھل کھالئے تو بلور کا برتن ایک آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا، حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے خلفاء سے پوچھا: برتن سے کیا آواز آئی؟ خلفاء نے عرض کیا: اللہ رب العزت ہی جانتا ہے! حضرتؒ نے کہا: برتن نے یہ کہا کہ اے اللہ! اب میں اس دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہوں، اس شخص نے مجھے پیشاب کرنے کی غرض سے خریدا تھا، لیکن اب چونکہ اللہ والوں نے میرے سے کھالیا، اس لئے اس کے بعد اگر میرے میں پیشاب کیا گیا تو یہ اللہ والوں کی بے حرمتی ہے، برتن نے کہا: اے اللہ! مجھے اس دنیا سے اٹھالے۔ اللہ تعالی نے اس کو توڑ دیا۔ پھر کہا: برتن نے دوسری بات یہ کہی کہ جس دل میں اللہ کا نام ایک دفعہ آجائے، وہ پاک و صاف ہو جاتا ہے، اس پاک وصاف برتن (دل) کو گندا کرنا، یا اس میں دنیا کی باتوں کو، یا اللہ کے سوا غیر کو بسانا ٹھیک نہیں ہے، غیر کے ساتھ تعلق جوڑنا ٹھیک نہیں ہے، ورنہ وہ ناپاک ہو جائے گا۔

مولانا محمد بلال صاحب کو تلقین ذکر اور تعلیم مراقبہ

مولانا محمد بلال کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ نے فرمایا: مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک سے سر مبارک تک

متوجہ رہنا اور یہ خیال کرنا کہ میرے قلب پر رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک سے انوارات آرہے ہیں، اس سے انوارات اور تجلیات سالک پر نازل ہوتے ہیں، اس کو رابطہ شیخ کہتے ہیں، رابطہ رسول بھی کہتے ہیں، اس کو فنافی الشیخ بھی کہتے ہیں، اور اس کو فنافی الرسول بھی کہتے ہیں۔

مولانا بلال نے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے لطائف پر ضرب لگانے کی درخواست کی، حضرت رحمہ اللہ نے لطیفہ قلب پر ضرب لگائی، فرمایا قدمین شریفین میں بیٹھ کر وہاں متوجہ رہو اور اپنے قلب کو حضور ﷺ کے قلب کے ساتھ لگا کر یہ تصور کرو کہ حضور ﷺ کے قلب پر جو انوارات آرہے ہیں، اس کے چند قطرے میرے قلب پر بھی گر رہے ہیں۔ فرمایا: مواجہہ شریف میں ادب کے ساتھ جاؤ۔ فرمایا: جب میں مواجہہ شریف میں جاتا تھا تو مجھ پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی، گویا مجھے سردی کا بخار ہو جاتا تھا۔ فرمایا: یہ محبوب کا شہر ہے!

چند تسبیحات سے کام نہیں چلے گا

ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: ہر لطیفہ پر کم از کم پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات کرنا چاہیے۔ فرمایا: میرے حضرت لاہوری رحمہ اللہ ہر روز ساڑھے دس لاکھ ذکر فرماتے تھے، اور میرے شیخ مدنی رحمہ اللہ ایک سانس میں ایک سو دس بار نفی اثبات کرتے تھے، جس کو اولیاء کرام حبس دم کہتے ہیں، اتنا لمبا سانس تھا، نفی بھی کرتے تھے، اثبات بھی کرتے تھے۔ فرمایا: حضرت خواجہ عبید اللہ احرار نے فرمایا: جب اثبات کرو اپنے دل کو اللہ تعالی کے سامنے رکھو۔ کہا: یہ میدان اور ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ ابو عثمان دامانی رحمہ اللہ کا میدان اور تھا، ایک میدان میں گھوڑا دوڑاتا ہے، اور ایک میدان میں دوڑتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک رات کو چودھویں کا چاند دیکھا، چاند میں ایک عالم نظر آیا فرمایا: اس عالم میں کون سے لوگ ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس عالم کو جاننے والے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: جب ذکر کرو گے، جب چارپائی پر بیٹھو گے، چارپائی حرکت میں نہیں آئے گی، کثرت ذکر کی وجہ سے جسم اتنا ہلکا ہو جائے گا کہ چارپائی پر بیٹھنے کی وجہ سے اس میں لچک تک نہ آسکے گی، یعنی چارپائی کو کوئی ہلا نہیں سکے گا۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: کثرت سے ذکر کرنے والے کا وجود لامکانیت تک پہنچ جاتا ہے جسم زمین پر رہتا ہے، روح اوپر چلی جاتی ہے، فرمایا: چند تسبیحات سے کام نہیں چلے گا۔ فرمایا: رئیس الاولیاء حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں اس مقام پر پہنچا ہوں، سلطان الاذکار کی وجہ سے۔ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمہ اللہ ہمیشہ سلطان الاذکار ہی کیا کرتے تھے۔ فرمایا: آج کل تو اگر لطائف میں حرکت آجائے یہ بھی غنیمت ہے اور کافی ہے۔ فرمایا: مقامات والے لوگ چلے گئے، بالکل نہیں رہے، اگر ہیں تو کہیں گم ہو گئے ہیں، ہم کو نظر نہیں آتے۔

مقامات ایسے نہیں ملتے، اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے

مؤرخہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۹ء کو احقر (راقم الحروف)، پروفیسر نصرت اللہ، عزیز الرحمن اور چاچا امیر محمد ڈرائیور، حضرت رحمہ اللہ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے، چونکہ عید ملتان میں گزاری تھی، اس لئے عید کے پانچویں دن

حاضر ہوئے۔ عزیز الرحمن (مرحوم) کو دیکھ کر حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا کہ :مرتبے اور مقامات بہت دیر کے بعد ملتے ہیں، کاغذات پہلے سے تیار ہو جاتے ہیں، دستخط بہت دیر کے بعد ہوتے ہیں۔ فرمایا: یہ عجیب میدان ہے، اس کی سردی اور گرمی لوگوں نے نہیں دیکھی۔ مزاحاً فرمایا: پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام سارا دن لوگوں کے خون نکالتا رہتا ہے (پیتھالوجی، لیبارٹری کے حوالے سے) اور پروفیسر نصرت اللہ سات مہینے (تھائی لینڈ) لگا کر اس نے مقامات حاصل کر لئے ہیں۔ فرمایا: اس کے لئے راتوں کو جاگنا پڑتا ہے۔ فرمایا: ایک اللہ والا سو سال جاگتا رہا، ایک رات نیند آگئی، تو اللہ رب العزت کا دیدار ہوا، سوچنے لگا کہ اللہ پاک تو سونے سے ملتا ہے، اس کے بعد راتوں کو سونے لگا، ایک روز ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ ایسے بات نہیں بنے گی، پھر دوبارہ زیارت کے لئے آپ کو مزید سو سال جاگنا پڑے گا۔

محققین کے نزدیک ذکر قلبی کی حقیقت اور سالک کی انتہا

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: محققین کے نزدیک ذکر قلبی کی حقیقت یہ ہے کہ قلب میں حضوری اور شہودی پیدا ہو جائے۔ یعنی اللہ پاک کی ذات کا دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرنا اسی کو احسان بھی کہتے ہیں۔ حضوری کی علامت یہ ہے کہ جمیع خطرات دل سے دور ہو جاتے ہیں، اس کے بعد سالک کو چاہئے کہ ذکر چھوڑ دے۔ حضوری اور شہودی کی حفاظت ایسے ہو گی کہ ذکر کو چھوڑ دیں گے، پھر دیکھیں کہ حضور اور شہود میں کوئی سستی تو پیدا نہیں ہوئی۔ اگر سستی ہے تو پھر ذکر شروع کر دیں، اس وقت تک ذکر کرو حتیٰ کہ حضور اور شہود دائمی طور پر حاصل ہو جائے۔ جب دوام حاصل ہو جائے تو پھر ذکر اور حضور کو جمع کرنا

چاہئے، یہ بہت دقیق بات ہے، سمجھنے سے بالاتر ہے، فرمایا: میں وہی الفاظ استعمال کر رہا ہوں جو ہمارے اکابر نے استعمال کئے تھے۔ جب حضوری اور ذکر جمع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیوں کے منتظر رہیں، جب آپ یہاں تک پہنچیں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ معاملہ کیسا ہے، آگے بیان کی چیز نہیں۔ آج میں نے آپ حضرات کی خدمت میں عجیب و غریب راز اور حقیقت مختصر الفاظ میں بیان کی ہے، آگے کی طاقت نہیں ہے۔

سیر نفسی اور سیر آفاقی سے کیا مراد ہے؟

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت عبد العزیز دباغؒ اس کو فتح اور سر کا نام دیتے ہیں، وہ کشف کو فتح کا نام دیتے ہیں، زمین و آسمان کی اشیاء، جنت و دوزخ، لوح محفوظ تک سب نظر آ جائیں، ہمارے حضرات اس کو سر کہتے ہیں۔ فرمایا: صوفیاء کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں، حال ایسا نہیں ہے کہ قال میں آ جائے۔

فرمایا: میں نے سید احمد شاہ صاحب سے مثنوی پڑھانے کو کہا، وہ حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ دونوں کے خلیفہ تھے، انہوں نے مثنوی پڑھانے سے انکار کر دیا کہ شروح نہیں ہیں۔ میں نے کہا شروح تو ہیں! فرمایا: صاحب مثنوی صاحب حال تھے، صاحب حال کو علماء نہیں جانتے، علماء نے رومیؒ کے مقصد کو اپنے علم کے مطابق بیان کیا ہے، حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے حاشیہ پر مثنوی کی شرح کو بیان کیا ہے، حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ اشارے لکھیں تا کہ لوگ خلاف نہ ہو جائیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے

فرمایا: مجھے جب حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب خط لکھتے ہیں تو اشارات لکھتے ہیں۔ فرمایا: میں اسی حالت میں ان کو جواب دیتا ہوں، اشارات کو سمجھنا چاہئے، نہ کہ وضاحت کی جائے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ ؒ نے حروف ابجد کی حکمت لکھی ہے، یہ حضرات یہاں بیٹھ کر لوح محفوظ کو بھی دیکھتے ہیں، اس کے دائرے کے اندر کیا ہے، اس کی حکمت کو بھی جانتے ہیں۔ فرمایا: جب سر نصیب ہوتی ہے تو راز کھل جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقیباللہ رحمہ اللہ، حضرت سرہندی رحمہ اللہ سے رخصت ہوئے، حضرت ؒ نے فرمایا: راز کی باتیں راز سمجھنے والے کے سامنے کیا کریں۔ فرمایا: راز کی بات کو افشا نہ کرنا، دوسرے لوگ جو واقف نہ ہوں گے فساد برپا کر دیں گے۔

(یعنی اگر یہ بات تفصیل سے لکھ دی اور کسی نا سمجھ نے پڑھ لی، وہ اس سے اختلاف کا فتنہ بھڑکا سکتا ہے، لہذا اشارات پر اکتفا کرنا چاہئے)۔

نماز کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحب ؒ نے فرمایا: نماز اصل میں رب العزت کی ملاقات ہے، یہ معراج المؤمنین ہے، جب انسان اللہ اکبر کہتا ہے، اللہ تعالی سامنے ہوتا ہے، پھر قاب قوسین کا مقام آجاتا ہے، اس وقت مصلی کی حالت وہی ہوتی ہے جو پیغمبر ﷺ کے سامنے تھی، اس وقت مصلی قاب قوسین کے مقام میں ہوتا ہے، ہماری حالت یہ ہے کہ جب ہم نماز کی نیت باندھتے ہیں تو ساری چیزیں نماز میں یاد آجاتی ہیں۔ حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی رکن میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی اللہ تعالی یاد آجائے تو یہ نماز خشوع والی ہے، یعنی نماز کا اونچا درجہ خضوع ہے۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ

نے فرمایا: حقیقت یہ ہے کہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں رہتا، جب پڑھتا ہوں، عبارت بھول جاتا ہوں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ نے اللہ تعالی سے پوچھا: ہم کس طرح آپ کے قریب ہوں گے؟ فرمایا: سب کچھ چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ!

اللہ تعالی کی ساری مخلوق ہمہ وقت اللہ تعالی کو یاد کرتی ہے

بتاریخ ۲مارچ ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرتؒ کو بخار تھا، حضرتؒ کو دوائی کھلائی، مفتی حسین احمد بھی موجود تھے، (یہ حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں)۔ حضرتؒ کو ۹۹.۴ درجے کا بخار تھا، حضرتؒ نے فرمایا: اصل میں مجھے بخار نہیں ہے، میں آج کل نفی اثبات زیادہ کر رہا ہوں، پتا نہیں کس وقت موت آجائے۔ احقر (حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ) اور مفتی صاحب نے فرمایا: آپ صحت کو مدنظر رکھیں، آپ کے ہزاروں مرید اللہ کر رہے ہیں، ان سب کا ثواب آپ کو آرہا ہے۔ احقر نے کہا: باقی مرید اللہ اللہ کر رہے ہیں میں تو نالائق ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا: ماشاء اللہ! آپ دو کام کر رہے ہیں، اللہ اللہ بھی کر رہے ہیں، اور مخلوق کی خدمت بھی۔ پھر فرمایا: حضرت شیخ لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ گدھا دو کام کرتا ہے، ایک خدائے حقیقی کا اور ایک خدائے مجازی کا، خدائے حقیقی کا کام یہ ہے کہ گدھا ہر وقت اللہ اللہ کرتا رہتا ہے اور خدائے مجازی کا کام یہ ہے کہ ہر وقت مالک کے بوجھ کو اٹھاتا ہے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالی کی ساری مخلوق ہمہ وقت اللہ تعالی کو یاد کرتی ہے، سوائے انسان کے۔ فرمایا: حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ

ایک چیونٹی نے اللہ تعالی سے فریاد کی: اے اللہ! مجھے معاف فرمادے، میں تو ہر وقت آپ کا ذکر کرتی ہوں، لیکن آج غفلت ہو گئی، کیونکہ میں بیمار تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے ایک پاؤں پر چڑھ گئے، جس کی وجہ سے میری ٹانگ ٹوٹ گئی، تو بیماری کی وجہ سے میرے ذکر میں کمی آگئی، اللہ تعالی نے فرمایا: میں علی سے آپ کا بدلہ لوں گا، چیونٹی نے کہا: آپ علی سے بدلہ نہ لیں، کیونکہ وہ بے خبری میں میرے اوپر چڑھ گئے، میں چھوٹی مخلوق ہوں، انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی آج رات تو ہلاک ہو جاتا، اگر چیونٹی تجھے معاف نہ کرتی۔

عالم خلق، عالم امر، عالم مثال

اللہ تعالی نے بعض مخلوقات ذی مادہ و ذی مقدار پیدا کی ہیں، ان کو مادیات کہتے ہیں۔ تمام اجسام علویہ وسفلیہ ایسے ہی ہیں۔

اور بعض مخلوقات مادہ و مقدار سے مجرد (خالی) پیدا کی ہیں، ان کو مجردات کہتے ہیں، اور ارواح انسانیہ اور دیگر لطائف، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ ایسے ہی ہیں اور یہی مراد صوفیاء کے اس قول کی ہے کہ لطائف فوق العرش ہیں۔ مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں۔

اور عالم مثال انہی دونوں عالم کے درمیان ہے، یعنی غیر مادی ہونے میں عالم امر کے مشابہ ہے، اور مقداری ہونے میں عالم خلق کے مشابہ ہے، چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں، اور خواص مقدار میں سے ہے، اس لئے عالم امر غیر محدود ہوا، اور چونکہ اس میں مادہ بھی نہیں، اور زیادہ ترعلت انفعال (تاثر ضعف) کا یہی مادہ ہے، اس لئے اس عالم کے موجودات میں وقت بھی زیادہ ہے

(از التکشف)۔

صوفیاء کے نزدیک لطائف ستہ میں سے صرف لطیفہ نفس عالم خلق سے ہے، باقی سب عالم امر سے ہیں۔ وہ لطائف ستہ یہ ہیں:

(۱) قلب (۲) روح، (۳) سر، (۴) نفس، (۵) خفی، (۶) اخفیٰ۔

یہ کشف سے دریافت ہوئے ہیں (کشف کے معنی کتاب میں موجود ہیں) لیکن ان کے افعال خاصہ سے ظاہراً ان کی تعداد کا استدلال ممکن ہے، لطیفہ نفس بقیہ لطائف کے متضاد ہے۔ باقی لطائف آپس میں متناسب ہیں۔ ان لطائف کے مقامات کے تعین میں کچھ اختلاف بھی ہے، اور اختلاف کی وجہ صوفیاء کے کشف کا اختلاف ہے، کیونکہ سارے لطائف آئینے کی طرح ہیں، جس میں عکس نظر آتا ہے، جس شخص کو جہاں کسی لطیفہ کا نور نظر آیا، اس نے اس کا مقام سمجھ لیا، اور کسی کو مقام اصلی مکشوف ہوا (از شریعت و طریقت، التکشف)۔

مختلف علامات لطائف کے جاری ہونے کی یہ ہیں:

(۱) لطائف میں حرکت، (۲) لطائف میں انوار آتے ہیں، (۳) لطائف میں ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے، (۴) حرارت محسوس ہوتی ہے، (۵) رذائل سے متنفر ہو جاتے ہیں، (۶) قلب ذکر کرتا ہے، جو مقامات سالک سے رہ جاتے ہیں، وہ وہاں طے ہو جاتے ہیں۔

لطائف میں انقباض اور اس کی وجوہات

مؤرخہ ۳۰ مئی ۱۹۹۸ء کو عشاء کی نماز کے بعد حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: آج شیخ الحدیث مولانا عطاء الرحمن صاحب خانو خیلی (ڈیرہ اسماعیل خان) والے حاضر ہوئے تھے، انہوں نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے عرض

کیا: عصر کی نماز کے بعد وہ مراقب ہوئے اور ان کو قبض ہو گیا۔ بڑی کوشش کی کہ لطائف چالو ہو جائیں، لیکن عشاء تک یہی حالت رہی، اس کی کیا وجہ ہے؟
حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کی مختلف وجوہات ہیں:

۱: لایعنی باتوں میں لگ جانا۔

۲: عورتوں سے اختلاط کرنا۔

۳: حرام لقمے کا اندر چلے جانا۔

احقر نے پوچھا کہ لطائف کیوں بند ہو جاتے ہیں؟ جواب دیا: اللہ پاک کی تجلیات جو عرش معلی سے گزر کر لطائف پر وارد ہوتی ہیں، وہ آنا بند ہو جاتی ہیں۔ فرمایا: اصل میں لطائف کا مقام مافوق العرش ہے، یعنی انکا بسیرا عرش سے اوپر (بالا) ہے، کیونکہ لطائف کا تعلق عالم امر سے ہے، جبکہ انسان کا تعلق (عنصر) عالم خلق سے ہے۔ فرمایا: یہ اللہ تعالی کی مہربانی ہے کہ اس نے عالم امر والی چیز کو عالم خلق میں جگہ عطا فرمائی۔

تشریح: واردات کا انقطاع جو کسی مصلحت سے ہوتا ہے، قبض ہے، اس کا ثبوت بھی حدیث پاک سے ہے۔

عن عائشہ رضی اللہ عنہا فی حدیث طویل:
وَفَتَرَ الوَحْيُ فَتْرَةً حَتَّى حَزِنَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا بَلَغَنَا، حُزْنًا غَدَا مِنْهُ مِرَارًا كَيْ يَتَرَدَّى مِنْ رُءُوسِ شَوَاهِقِ الجِبَالِ، فَكُلَّمَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ لِكَيْ يُلْقِيَ مِنْهُ نَفْسَهُ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، فَيَسْكُنُ لِذَلِكَ جَأْشُهُ، وَتَقِرُّ نَفْسُهُ، فَيَرْجِعُ، فَإِذَا طَالَتْ عَلَيْهِ فَتْرَةُ الوَحْيِ غَدَا

لِمِثْلِ ذَلِكَ، فَإِذَا أَوْفَى بِذِرْوَةِ جَبَلٍ تَبَدَّى لَهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ. صحيح البخاري.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے نبوت میں جبکہ وحی کچھ روز کے لئے رک گئی، اس درجہ غم زدہ ہوئے کہ غم کی وجہ سے کئی مرتبہ اس ارادے سے تشریف لے گئے کہ پہاڑ کی بلندی پر سے گر کر جان دے دیں، لہذا جب کسی پہاڑ کی چوٹی پر اپنے کو گرانے کی غرض سے چڑھتے، تو جبریل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آتے اور فرماتے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مغموم مت ہوں، آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں، تو سچ مچ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو سکون ہو جاتا اور جی ٹھہر جاتا اور واپس تشریف لے آتے لیکن پھر جب وحی میں تاخیر ہوتی تو اسی طرح کرتے تو پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لے آتے اور آپ کو تسلی دیتے تھے۔

قبض کے طاری ہونے کی وجوہات

(۱) کبھی برے اعمال کی وجہ سے سالک سے نیک اعمال کی لذت ختم ہو جاتی ہے۔

(۲) کبھی کبھی فتور اور سستی کی وجہ سے طبعی طور پر پیش آتی ہے، اور کبھی امتحان کی مصلحت سے کہ یہ حق کا طالب ہے یا لذت کا، اللہ تعالی کی جانب

سے وارد کی جاتی ہے۔

(۳) حالت قبض کے مقابل حالت بسط ہے، یعنی اللہ تعالی کے فضل ولطف کے ورود سے قلب کو سرور اور فرحت ہونا بسط کہلاتا ہے۔

(۴) کبھی بعض حکمتوں کی وجہ سے قبض طاری کیا جاتا ہے، مثلا سالک کی اصلاح کے لئے یا سنبھالنے کے لئے بھی بسط کو چھین لیا جاتا ہے تاکہ عجب وکبر میں مبتلا نہ ہو۔ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَهْدِيٍّ السَّلَمِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ - وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ مَنْزِلَةٌ، لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلَاهُ اللَّهُ فِي جَسَدِهِ، أَوْ فِي مَالِهِ، أَوْ فِي وَلَدِهِ» قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ: «ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ - ثُمَّ اتَّفَقَا - حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى» سنن أبي داود (۳/ ۱۸۳).

یعنی جب بندہ کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی خاص رتبہ مقدر ہوتا ہے، جس کو وہ اپنے عمل سے حاصل نہ کر سکتا تھا، اللہ تعالی اس کو اس کے جسم، یا اس کے اہل، یا اس کے مال کو کسی بلا میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر وہ صبر کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس مرتبے کو حاصل کر لیتا ہے، جو اللہ تعالی کی طرف سے مقدر ہوا تھا۔

حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے فرمایا: قبض حقیقتاً بصورت قہر لطف ہے۔

قبض سے عجب کا علاج ہوتا ہے، عبدیت کی حقیقت کا اس میں مشاہدہ ہوتا ہے، قبض فی نفسہ تو مضر نہیں، مگر جب اس کا سبب کوئی فعل قبیح ہو تو وہ قبض مضر ہے، اس کی اصلاح یہی ہے کہ اس فعل کا تدارک کیا جائے، اسی کو خلیفہ صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں (از شریعت وطریقت ص: ۳۲۰)۔

قبض کا علاج

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ حضرت باقی باللہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ قبض کا کیا علاج ہے؟ فرمایا:

1. زبان سے نفی اثبات کا ذکر کرنا۔
2. مراقبہ کرنا۔
3. قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔
4. درود شریف پڑھنا۔
5. استغفار کرنا۔

جو دولت ان کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور حضرت رشید احمد گنگوہیؒ سے لوگ پوچھتے تھے: آپ خود اتنے بڑے علماء، محدث اور مفسر ہیں، آپ حضرات حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت میں کیوں جاتے

ہیں؟ یہ حضرات جواب دیتے تھے: جو دولت ان کے پاس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔

لطائف کی وسعت

مؤرخہ ۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؒ کو مراقبے کے دوران احوال سے آگاہ کیا۔ حضرتؒ کو بتایا کہ مراقبے کے دوران ایک خالی ڈبہ تقریباً دس کلو والا نظر آیا۔ جس کے اندر چار گلاس رکھے ہوئے تھے، چاروں گلاسوں کو کسی نے زرد رنگ کے شربت سے بھر دیا، جو شہد سے ذرا پتلا تھا۔ تمام گلاس اسی طرح بھر گئے کہ ان میں مزید جگہ نہ تھی اور شربت نیچے ڈبے میں گر گیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: اس طرف اشارہ کیا گیا کہ آپ ظرف کو بڑھائیں، لطائف کی وسعت کو زیادہ کریں۔ فرمایا: چاروں گلاسوں سے مراد چار سلسلے ہیں۔ فرمایا: آدھے لطیفہ قلب کی وسعت تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلی تک ہے، اور آدھے لطیفہ قلب کی وسعت اس سے اوپر ہے، جبکہ لطیفہ روح کی وسعت لطیفہ قلب کی وسعت سے دگنی ہے، اور لطیفہ سر کی وسعت لطیفہ روح سے لطیفہ نفس کی لطیفہ روح سے، لطیفہ خفی کی لطیفہ نفس سے اور لطیفہ اخفیٰ کی لطیفہ خفی سے دگنی ہے۔

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: زمین سے لے کر آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے، اسی طرح ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک اتنی مسافت ہے، اسی طرح سات طبق زمینوں کی۔ اور نبی علیہ السلام جب معراج کے سفر پر گئے تو لطیفہ اخفیٰ سے اوپر گئے، وہاں تک لطیفہ اخفیٰ کی رسائی نہیں ہے اور اللہ پاک کی ذات وراء الوراء ہے۔

لطائف کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: لطائف عالم بالا کی مخلوق ہیں، اللہ تعالی نے کرم کیا کہ لطائف کو انسان کے جسم میں رکھ دیا۔ فرمایا: ضروری نہیں ہے کہ لطائف محسوس ہوں، کام ہوتا رہتا ہے، پاس بیٹھنے والے کو بعض اوقات محسوس ہو جاتا ہے، لطائف کا جذب اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے، بندہ کیا کر سکتا ہے، محسوس ہوتے ہیں، صاحب کشف کو محسوس ہو جاتے ہیں، بعض اوقات عرش سے اوپر لامکانیت تک چلے جاتے ہیں۔ لطائف اپنے اصل تک ضرور پہنچتے ہیں، لیکن غبی طبیعت والے کو محسوس نہیں ہوتے، ذکر سے لطائف کے اندر طاقت آتی ہے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جو کچھ پایا ہے، وہ سلطان الاذکار میں پایا ہے۔ وہ صرف سلطان الاذکار کرتے تھے۔ کمال پانچ میں سے ایک لطیفہ کو ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ فرماتے تھے: اصل لطیفہ روح ہے، باقی اس کے ممد ہیں۔ نصف لطیفہ قلب عرش معلی سے بالا ہے۔ اس کے اوپر باقی لطائف، لطیفہ قلب کے اوپر ہیں۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے لطیفہ روح کو ترجیح دی ہے، ذکر کے دوران بدن ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے، یہ لطیفہ روح کی علامت ہے، بدن ساتھ عرش تک جاتا ہے، جب وہاں سے ہو نکالو گے تو عرش کی طرح تحت الثریٰ کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا: جیسے عرش مقرر ہے، ایسے تحت الثریٰ مقرر ہے۔ فرمایا: تحت الثریٰ کے نیچے بڑی دنیا ہے، محدود نہیں ہے، جس طرح عرش کے اوپر خلا ہے، تحت الثریٰ کے نیچے بھی خلا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے لکھا ہے تحت الثریٰ ایک چٹان ہے۔

لطائف کی وسعت اور عروج و نزول

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: لطائف پر کام کرنے سے لطائف میں وسعت آ جاتی ہے، پہلے لطیفہ قلب کی وسعت تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلی تک ہوتی ہے، بلکہ عرش معلی سے بھی کچھ اوپر ہوتی ہے، دوسرے لطیفہ روح کی وسعت لطیفہ قلب سے دگنی ہوتی ہے، لطیفہ سر کی وسعت روح اور قلب کے برابر ہوتی ہے، اسی طرح لطیفہ نفس کی وسعت، روح، قلب اور سر کے برابر ہوتی ہے، قصہ کوتاہ لطیفہ اخفٰی کی وسعت قلب، سر، نفس اور لطیفہ خفی کے برابر ہوتی ہے، اس کے بعد لطائف میں انوار پیدا ہو جاتے ہیں، لطائف کی کشش خود بخود عرش کی طرف ہو جاتی ہے، لیکن عروج ہوتا ہے، نفی اثبات کے بعد۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت مولانا جامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ذکر ہی نفی اثبات کا کرنا چاہئے، کم از کم روزانہ بارہ سو مرتبہ نفی اثبات کا ذکر کرنا چاہئے، اگر فارغ ہو تو زیادہ کرنا چاہئے۔ فرمایا: سالک نفی اثبات جتنا زیادہ کرے گا اتنا اس کے لطائف کا عروج زیادہ ہوگا۔ فرمایا: جس سالک کو قبض ہو (انقباض) وہ پریشان ہو جاتا ہے، جس کا صرف نزول ہوتا ہے، وہ بھی پریشان ہوتا ہے، جس کا صرف عروج ہو، وہ بھی ٹھیک نہیں ہے، جس کا عروج اور نزول دونوں ہوں، وہ ترقی کرتا رہتا ہے۔

لطائف کا نور

آج مؤرخہ ۵۔۴۔۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کو بتایا کہ مراقبے کے دوران دیکھتا ہوں کہ پانی کے گلاس، جگ یا بالٹی میں دودھ ڈال رہا ہوتا ہوں، یعنی پانی میں دودھ ملاتا ہوں۔ حضرتؒ نے کہا بہت مبارک ہے۔ یہ

لطائف کا نور ہے۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کو شہد اور دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے دودھ کو اختیار فرمایا، جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کی فراست تھی، اگر آپ شہد کو اختیار کر لیتے تو فتنے میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا۔

مراقبہ کسے کہتے ہیں؟ اور اس کا شرعی ثبوت

کسی مضمون کو زیادہ سوچنا اور اسکو پیشِ نظر رکھنا یہ مراقبے کی حقیقت ہے، جس کی تعلیم اہلِ سلوک میں ممتاز ہے، اور اس کو راسخ کرنے کے لئے اِبتدا میں تجربے سے اس کی ضرورت ثابت ہوئی ہے، کہ کوئی وقت متعین مقرر کر کے اس فکر میں مشغول رہے، حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، کیونکہ محض اُمورِ مذکورہ کے یقین پر یہ ثمرات مرتب ہونا بغیر اس کے کہ چند دِن ان اُمور کو پیشِ نظر رکھنے کا قصداً اِہتمام کیا جائے، عادۃ بہت مشکل ہے اور یہی مراقبے کا حاصل ہے (مأخوذ از التکشف)۔ اسی کو آسان لفظوں میں یوں سمجھا جائے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات یا کسی کا دِل سے اکثر احوال میں یا ایک محدود مدّت تک اس غرض سے کہ اس کے غلبہ سے اس کے مقتضا پر عمل ہونے لگے، تدبر تام سے متوجہ ہونا اور اس کا تصور مواظبت کے ساتھ رکھنا "مراقبہ" کہلاتا ہے، جو قلب کے اعمال مقصودہ میں سے ہے، ان مراقبات سے تصور ناقص راسخ ہو جاتا ہے اور اسی رسوخ میں مشائخ، عوام سے ممتاز ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: وکان اللہ علی کل شیئٍ رَقِیْباً (احزاب) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے: «الاحسان ان تعبد اللہ کأنک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك» صحیح بخاری ج:۲

ص: ۷۴۰، باب قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ) اِحسان یہ ہے کہ اللہ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اِرشاد نبوی ہے:«احفظ اللہ تجدہ تجاھك»(اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو، اپنے مقابل پاؤ گے)۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھو" کا جو مطلب ہے، وہی مراقبے کا حاصل ہے جو اہلِ طریق کی عاداتِ لازمہ میں سے ہے، باقی اس کی خاص ہیئت تو وہ صرف اسکے کرنے کے لئے ہے، مقصود بالذات نہیں، اس لئے اس ہیئت کے منصوص ہونے کی ضرورت نہیں (التکشف ص:۴۰۱)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین رحمہ اللہ کے درس کا ایک واقعہ

احقر نے کسی عالمِ دِین سے حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کی ٹرین کے سفر کی کرامت کا کوئی واقعہ سن رکھا تھا، ایک دن حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے ٹرین والا واقعہ بیان کرنے کو کہا، حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ کبھی خود اپنی تعریف نہیں کرتا، یہ تو مریدین کا کام ہے وہ شیخ کے متعلق معلومات اکٹھی کرتے رہیں۔ حضرت رحمہ اللہ نے کہا: میں نے صرف ایک اپنا واقعہ خود اساتذہ کو بیان کیا ہے: ایک دفعہ مشکوٰۃ شریف کی ایک لمبی حدیث کے دوران واقعہ پیش آیا، یہ ابنِ عباد رضی اللہ عنہ کی حدیث تھی، حضرت شیخ الحدیث مولانا علاء الدین صاحب حدیث کی تشریح کر رہے تھے، میں درس کے دوران مراقب تھا، اتنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمرے میں تشریف لائے، ان کے ساتھ کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، ایک صحابی جو سب سے آخر میں تھے، میں نے

ان سے نام پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں ابوہریرہ ہوں! جب درس ختم ہوگیا، میں نے اُستاذ صاحب سے واقعہ بیان کیا، اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک بیان کیا تو استاذ صاحب نے فرمایا کہ میں نے دعا کی تھی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ درس میں شامل ہوں۔

مراقبے میں سلاسلِ اَربعہ کے اولیاء کا اجتماع اور حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کا ان کی خدمت کرنا

۸ رمضان المبارک، ۱۰ فروری ۱۹۹۵ء کو جمعۃ المبارک کا دِن تھا، حضرت صاحب رحمہ اللہ صبح کی نماز کے بعد مراقب ہوئے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ مراقبے سے پہلے ایصالِ ثواب ضرور کرتے تھے، سورۃ الفاتحہ، سورۃ الاخلاص، معوّذتین، کلمہ طیبہ، کلمہ شہادت، کلمہ سوم اور اِستغفار پڑھ کر اس کا ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام علیہم السلام، ملائکہ مقربین، جمیع اہلِ بیت، جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین، تبع تابعین، جمیع پیرانِ کبار اور خصوصاً اپنے شیوخ کا نام لے کر سب کو بخش کر سب حضرات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور سب حضرات کا فیض بقول حضرت صاحب رحمہ اللہ کے ان کی طرف مبذول ہوتا ہے۔ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: آج انہوں نے حضرت اسکندری رحمہ اللہ اور علی متقی (اِکمال الشیم) کو بھی یاد کیا۔ مراقبے کے دوران حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا کہ سارے اکابرین بشمول حضرت اسکندری اور علی متقی رحمۃ اللہ علیہما ایک اعلیٰ مکان میں تشریف فرما تھے، دیوبند کے سارے حضرات اور اہل اللہ بھی موجود تھے، ایک جم غفیر تھا انسانوں کا، سب حضرات نے تقریریں کیں، موضوع آخرت اور موت کا تھا،

وہ مکان راقم الحروف کے مکان کے بالکل متصل تھا، سارے حضرات قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے موجود تھے، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی تقریر کی، مغرب کی طرف ان کا منہ تھا، قیامت پر تقریر کررہے تھے، اسکے بعد حضرت ہزاروی رحمہ اللہ نے حضرت صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا: خلیفہ صاحب! آپ بھی تقریر کریں، سب نے تقریریں کیں۔ آخری تقریر حضرت صاحب رحمہ اللہ کی تھی۔ حضرت عبداللہ درخواستیؒ نے آدمی بھیجا کہ حضرت صاحب رحمہ اللہ بھی تقریر کریں۔ حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے کہا: میں تو تقریر نہیں کرسکتا، مجھے تقریر کرنا نہیں آتی! حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے کہا: کچھ تو کہو! پھر حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے دو یا تین منٹ تقریر کی، اس کے بعد کھانے کا اِنتظام تھا، دستر خوان ڈاکٹر عبدالسلام کا تھا، خدمت حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ کررہے تھے، حضرت ہزاروی رحمہ اللہ نے کہا: مجھے نیچے والا سالن دیں! سالن میں گوشت اور آلو زیادہ تھے۔ (یہ مکان جس میں سارے حضرات موجود تھے، ڈاکٹر عبدالسلام کے گھر کے متصل تھا، لیکن مکان سارا ڈاکٹر صاحب کا معلوم ہورہا تھا)۔

نفس، انسان کے قلب پر حملہ آور ہوتا ہے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک مجلس میں فرمایا: ایک دن میں عشاء کی نماز کے بعد گھر آیا، میرے ساتھ میرے ایک دوست حاجی خالق داد (کلاچی والے) تھے، ہم دونوں مراقب ہوئے۔ میں نے نفس کو دیکھنے کی خواہش کی، دیکھتا ہوں کہ ایک خنزیر ہے، اسکی سونڈ بالکل سوئی کی طرح لمبی اور باریک ہے، اس کا پچھلا حصہ کمزور ہے، اور سینہ شیر کی طرح پھیلا ہوا ہے، اس کی آنکھیں

بالکل چھوٹی تھیں، اور کان بھی چھوٹے چھوٹے تھے، میں نے خنزیر سے پوچھا کہ تم آدمی پر کیسے حملہ کرتے ہو؟ اس نے کہا: جو چیز میرے دِل میں ہوتی ہے، اس کو میں انسان کے دِل میں اِلقاء کرتا ہوں، اور میں سوئی کی نوک قلب کے اندر داخل کر دیتا ہوں۔

مراقبہ حقیقت احمدیہ و حقیقت محمدیہ کا ثمرہ

حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ان دونوں مراقبات کا ثمرہ یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ میں دو میموں کا اجتماع محبیت اور محبوبیت کی جانب اشارہ ہے، اور اس مقام میں سالک حضور ﷺ کے جسم شریف کے ساتھ اپنی کمال نسبت مشاہدہ کرتا ہے، اور یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت محمدیہ ظہور اول اور حقیقۃ الحقائق اور اولیائے کرام کے حقائق اور ملائکہ کرام کے حقائق، نبی کریم ﷺ کے ظل اور بروز ہیں، اور حقیقت میں جمیع حرکات و سکنات اور جملہ امور دینی و دنیوی میں حضرت محبوب رب العالمین ﷺ کی اتباع کرنی بے حد پسند لگتی ہے، اس مقام میں درود شریف پڑھنا بے حد ترقی بخش ہے (خاص طور پر اس کے لئے اس درود شریف کی کثرت کی تلقین فرماتے تھے: "اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد افضل صلواتک بعدد معلوماتک وبارک وسلم علیہ")۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقت احمدی کا ثمرہ یہ ہے کہ اس مراقبے میں محبوبیت ذاتی سالک پر ایسا غلبہ کرتی ہے کہ محبوبیت صفاتی ختم ہو جاتی ہے۔ اور محبوبیت ذاتی کی تعریف یہ ہے کہ محبوب کی محبت کا محب یعنی عاشق پر غلبہ اس طرح ہوتا ہے کہ اس کی نظر کے آگے محبوب کے خدو خال اور صفات جمیلہ سب چھپ جائیں، اور صرف ذات ہی ذات محبوب کی نظر میں جلوہ گر ہو۔

حضرت محمد ہدایت علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ”معیار السلوک“ میں لکھتے ہیں:

حقیقت محمدیہ: اس مقام کو حقیقت الحائق بھی کہتے ہیں، یعنی تمام مخلوقات کی حقیقت، اور مقام میں تعلق ان کمالات سے ہے، جن کا تعلق نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے ہے، اور یہ جسم پاک وہ ہے کہ جو شب معراج میں رب کے نزدیک عرش معلی پر پہنچا، یہ جسم نورانی وہ ہے کہ جس کے قرب اور رفعت کے مقابلے میں حضرت جبریل علیہ السلام مقام سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر کر اور یہ کہہ کر رہ گئے:

گر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں، تو تجلئ ذات حق میرے پر پرواز جلا ڈالے۔

یہ جسم لطیف وہ ہے کہ جس نے رب کے نزدیک اس قدر قربت حاصل کی کہ جس کو خلعت ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝﴾ (النجم) کی ملی ہے، اور یہ جسم مبارک وہ ہے کہ جس پر خود خدا درود بھیجتا ہے اور یہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝﴾

(الاحزاب:۵۶)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی کریم ﷺ پر، اے مؤمنو! تم بھی ان پر درود وسلام

بھیجو۔

اس مقام میں نبی کریم ﷺ کی محبت غالب آ جاتی ہے (جس کے متعلق ارشاد نبوی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ، وَوَلَدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (مشکوٰۃ ص۱۲)۔

یعنی ایمان کامل اس وقت ہوتا ہے جب نبی کریم ﷺ کی محبت والدین اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ ہو)۔ غرضیکہ اس مقام کا انعام واکرام خداوندی ایسا ہوتا ہے کہ جس کے لکھنے سے قلم قاصر ہے، اور بیان کرنے سے زبان عاجز، اور خیال اپنی رسائی میں سرنگوں ہے۔

حقیقت احمدیہ: مقام (حقیقت احمدیہ) بڑا جلیل القدر اور عالی مقام ہے، اس میں عجیب وغریب عنایات الٰہی اور تجلیات ذاتی لامتناہی سے انسان مشرف ہوتا ہے اور اس دائرہ حقیقت احمدیہ کا تعلق آپ کی روح سے ہے، اس کے حالات میں کوئی کیا کہے اور کیا سنے۔ (ناقل: محمد بلال عفی عنہ)۔

مراقبہ حقیقت محمدیہ کی حقیقت

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: مراقبہ حقیقت محمدیہ کی حقیقت کامل طور پر صرف حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی، اس کے علاوہ انکے بیٹے حضرت خواجہ معصوم رحمہ اللہ کو نصیب ہوئی، اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی، سالہاسال اس پر لگ جاتے ہیں۔

حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مراقبہ

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: حضرت دوست محمد قندھاریؒ، حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ اور حضرت خواجہ سراج الدینؒ عجیب قسم کے لوگ تھے، ایک دفعہ سید حسین احمد مدنیؒ، علمائے ہند کے ووٹوں کے سلسلۂ میں پاکستان میں ڈیرہ اسماعیل خان (موسیٰ زئی شریف) تشریف لے گئے، وہاں پر ان حضرات کے پاس کھڑے کھڑے ایک گھنٹہ مراقب رہے اور لوگوں نے ان کے دل کی آواز سنی، ہنڈیا کے ابلنے کی طرح ان کے سینے میں سے آواز آرہی تھی۔

ولایت احمدیہ زیادہ ہے بہ نسبت ولایت محمدیہ کے

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا: ولایت احمدیہ زیادہ ہے، بہ نسبت محمدیہ کے۔ فرمایا: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمینی نام محمد کے دو میم ہیں، اور آسمانی نام احمد میں ایک میم ہے۔ فرمایا: احمد سے میم نکال دو تو احد رہ جاتا ہے، محمد سے میم نکال لو تو حمد رہ جاتا ہے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہو ہے، الف اور لام خوبصورتی اور زینت کے لئے ہیں۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: میں نے حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا لا الہ کی جگہ میں الا ہو کہوں فرمایا: بیٹا اللہ کا اصل نام تو ہو ہے، یہ تین حروف عظمت کے لئے ملائے گئے ہیں، فرمایا اگر الف اور لام کو ہٹا دیں تو صرف ہو رہ جائے گا کیونکہ وہ ذات باقی ہے۔

ایک اللہ والے کا مراقبہ

مؤرخہ ۸ ستمبر ۱۹۹۸ء کو حضرت خلیفہ صاحب رحمہ اللہ سے احقر نے عرض کیا: اسلام آباد سالانہ اجتماع (۲۲،۲۱ ستمبر) میں جانے کا پروگرام ہے، حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: تم کیا کیا کرو گے؟ یونیورسٹی میں پڑھانا، لیبارٹری چلانا، مراقبات، ذکر وأذکار، تبلیغ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: مراقب رہا کرو! فرمایا: ایک اللہ والے مراقب تھے، اللہ والے کی توجہ بلی کی طرف ہوگئی، وہ چوہے کو پکڑنے کی تاک میں بیٹھی ہوئی تھی، الہام ہوا، آواز آئی: کیا ہم چوہے بلی سے بھی گئے گزرے ہیں؟ دیکھ! بلی کیسے چوہے کی طرف متوجہ ہے، اور تم اپنے خالق سے توجہ ہٹا کر بلی کی طرف متوجہ ہوگئے ہو!

حضرت خلیفہ صاحبؒ نے فرمایا: حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ ہر وقت مراقب رہتے تھے، بہت کم گو تھے کبھی کبھی گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں رخساروں پر رکھ لیتے تھے۔ پھر فرمایا: حضرت احمد علی لاہوری رحمہ اللہ بہت کم گو تھے، صرف درس قرآن اور تقریر ووعظ کے دوران بولتے تھے، تسبیح خانہ میں انگلی کے اشارے سے لوگوں کو بلاتے تھے، اور پہلا سبق سن کر دوسرا دے کر رخصت کرتے تھے۔ فرمایا: حضرت شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کا حال یہ تھا کہ آنکھوں میں ہر وقت شبنم رہتی تھی، یعنی آنکھیں پرنم رہتی تھیں، اور دیوانوں کی طرح ہر وقت پریشانی کے عالم میں ہوتے تھے، لیکن جب عالمانہ تقریر کرتے تھے تو مکمل ہوش وحواس میں رہتے تھے۔

خطوط

حضرت خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ کے دو خطوط جو انہوں نے سید عبدالرحیم شاہ صاحب ریسرچ آفیسر کاٹن رتہ کلاچی فارم، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کو لکھے تھے، سید عبدالرحیم شاہ صاحب کا تعلق لکی مروت سے ہے، دعوت کے کام سے منسلک ہیں، اور حضرت مولانا اشرف سلیمانی پشاوریؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

(۱) پہلا خط:

بخدمت جناب حضرت مغفرت پناہ ارشاد دستگاہ عالی شان حضرت شاہ صاحب زید الطافکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت طرفین من جانب اللہ مطلوب۔

اللہ تعالی اپنے کرم واحسان سے اس سیادت اور طہارت کے درخت کو اصلیہ پھلوں اور ثمروں سے سرسبز اور پھلا پھولا بنائے۔ اگر بخشش وکرم کا چشمہ جوش میں آئے تو لاحق فیض خلف سابقین یعنی خلف کے ساتھ مل جائے، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت سہل تستریؒ سے کسی نے پوچھا: یقین کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یقین اللہ ہی ہے، اصل طریقہ دائمی حضوری اور آگاہی ہے، بغیر اس بات کے کہ ارادہ کی پراگندی اور فتور حائل ہو، خواہ ذکر کے لباس میں، توجہ کی صورت میں، خواہ رابطے کے وسیلے میں، خواہ کچھ بھی ہو، مقصود حضور مع اللہ ہے، جب اس کی کیفیت کا حضور حاصل ہو کہ صبر کے وجود کا شعور اس کا مزاحم اور مانع ہو، اس حضور کو وجود آدم کہتے ہیں، جب یہ سالک کا ملکہ ہو جائے تو اسے مشاہدہ کہتے ہیں، اور جب حضور کی کیفیت کو اپنی طرف سے نہ دیکھے تو گویا فنائے

حقیقی سے مشرف ہو گیا، اس مقام میں لایعرف اللہ الا اللہ کے معانی ظاہر ہوتے ہیں، اس مقام میں نہ ارواح ہیں نہ اشیاخ، مشہود مشاہدہ کی باپڑتا ہے۔ جب وجود حقانی کا لباس پہن کر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی تمام صفات کو حضور کی طرح اپنے آپ میں معلوم نہیں کرتا تو اس وقت فضل الٰہی کی مدد سے اجسام کے وصول اور اجناس کو سراسر اعراض دیکھتا ہے، اور اعراض کے وجود کو معقولات ثانویہ سے جانتا ہے اور الاعیان ماشمت رائحہ کا راز اس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

مکرما! آپ کی نسبت اس قسم کی باتوں کا لکھنا فضول اور بے فائدہ ہے، لیکن نصیحت اور یاد دلانے کی خاطر کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

دعاجو ودعاگو

خلیفہ غلام رسول عفی عنہ

(۲) دوسرا خط:

الطاف الٰہی کے مظہر حضرت قبلہ شاہ صاحب دام فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت جانبین من اللہ تعالیٰ نیک مطلوب۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تعمیل کرتا ہوا جو کچھ بندے کے عقل و فہم میں آیا ہے، لکھ رہا ہوں، سب سے اس صاحب کو دعا کراتا ہوں، جس نے آپ کی امداد فرما کر زیارت کے شرف سے مشرف فرما دیا ہے، حق تعالیٰ قبول فرما ویں، آمین! واضح ہو کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو کہ بدنی بھی اور مالی بھی ہے، اس طائفہ صوفیاء کو حج کے اندر کئی باتیں غور کرنی چاہئے، فی الحقیقت کعبہ معظم کی زیارت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی کا زیارت کرنے والا ہوتا ہے، اور زیارت کرنے والے کی بزرگی (اکرام) کرم کے لوازم میں سے ہے، اور حج سے طالبوں کا مقصود

کعبہ کا مالک (خدا) ہے، بیچ میں خانہ کعبہ کو ایک بہانہ بنالیا ہے، ورنہ حقیقتاً کعبہ کی عمارت مقصود نہیں، بلکہ وہ خدا مقصود ہے جس کا کعبہ ہے، سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں: جب میں حرم میں گیا اور کعبے کی زیارت کی تو میں نے دل میں کہا: میں نے تو اس جیسے ہزاروں مکان دیکھے ہیں، مجھے تو مالک مکان درکار ہے، اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آگیا۔ جب دوسرے سال آگیا اور دل کی آنکھ کھولی تو سب سے پہلے مالک مکان دیکھ کر مکان سے کہا کہ عالم الوہیت میں مشارکت نہ ہونی چاہئے اور عالم وحدانیت میں دوئی نہ ہونی چاہئے، محبوب، مکان اور میں تین ہوں، جو شخص کہ ان سب کو دو بھی تصور کرے، وہ کافر ہے، جب میں دو چھوڑ کر تین تصور کر رہا ہوں تو کیسے کافر نہ ہوں گا، یہ کہہ کر وہاں سے واپس آگیا۔ تیسرے سال پھر گیا تو محبوب کی مہربانی نے مجھ کو اپنی بغل میں لے لیا اور عزت کے پردے کو میری بصیرت کی آنکھوں سے پکڑا اور معرفت کی شمع میرے دل میں روشن کی اور میری ہستی کو تجلی کے انوار سے ملایا اور اس طرح خطاب کیا: انت زائرحقا، تحق علی المزور ان یکرم زائرہ (تو میری زیارت کرنے والا ہے، تو جس کی زیارت کی جائے، اس کا فرض ہے کہ اپنے زائر کی عزت واکرام کرے)۔

تا چشم بر کشادم نور رخ تو دیدم
تا گوش بر کشودم آواز تو شنیدم

ترجمہ: جب میں نے آنکھ کھولی تو تیرے رخ کا نور دیکھا، جب کان کھولے تو تیری ہی آواز سنی۔

جب سچے محبوب نے یہ دیکھا کہ یہ مکان بیت اللہ محبوب بے نشان کا ایک نشان ہے تو کیا کریں، اگر اس سے بھی اپنے کو تسلی نہ دیں، جیسا کہ مقولہ

ہے: «من منیع من النظر تسلی بالأثر» یعنی وہ شخص جو جمال دوست کے دیکھنے سے روک دیا گیا، وہ دوست کے نشان میں ہی اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے۔ مجنون کو دیکھو، وہ دن رات لیلیٰ کے مکان کے ارد گرد پھرتا اور در و دیوار کو چومتا اور کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلیٰ
اقبل ذاالجدار وذاالجدار

ترجمہ: میں لیلیٰ کے گھر کے پاس سے گزرتا ہوں تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

ترجمہ: یعنی مجھ کو ان گھروں سے الفت نہیں ہے، بلکہ اس کی محبت میں سرشار ہوں جو ان گھروں میں رہ رہا ہے۔

آگے برداشت کی طاقت نہیں، معاف کرنا۔

فقط والسلام مع الاکرام دعاجو
خلیفہ غلام رسول

جب احقر ڈیرہ اسماعیل خان سے ایبٹ آباد چلا گیا اور ایک سال حجاز مقدس (ریاض) میں رہا تو وہاں ریاض اور ایبٹ آباد سے احقر نے جو چند خطوط حضرت خلیفہ صاحبؒ کی خدمت میں لکھے، حضرتؒ نے ان خطوط کا جو جواب احقر (ڈاکٹر صاحب مدظلہ) کو تحریر فرمایا، قارئین کی توجہ اور افادہ عام کے لئے حاضر خدمت ہیں۔

(۳) از طرف لعل ماہڑہ

حضرت مغفرت پناہ ارشاد دستگاہ برادر ارجمند ڈاکٹر عبدالسلام صاحب سلمہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج مورخہ ۱۴ تاریخ بوقت سعید آپ کا مکتوب شریف بنظر مطالعہ ہوا، بہت مسرت وخوشی ہوئی۔ اور جمیع احوال سے آگاہ ہوا۔ الحمدللہ! کہ آپ سب حضرات عافیت سے ہیں، اور یہ بھی دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو مسند ارشاد پر ثابت قدم رکھے۔ اس فقیر کی آرزو یہی ہے کہ دعا وفاتحہ کی توجہ سے آپ اپنے اس معتقد دعا گو کی امداد کرتے رہیں۔ اوضاع واحوال کی پریشانی اور بے استقامی کے باوجود بڑی بے حیائی ہے کہ تصوف کی بات درمیان میں لاؤں۔ اگر وہاں آپ کے دل میں یہ آئے کہ اہل ارشاد کے لئے کشف اور الہام کا ہونا بھی ضروری ہے، تو اس کی کوئی اصل نہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالی چاہے تو اہل ارشاد، علیم اور حلیم اور متکلم کا مظہر ہوتے ہیں۔ آپ نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق لکھا ہے۔ عزیزم! آپ نسبت قادریہ راشدیہ کے آداب بجالائیں، اس میں پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہیں۔ اور ہرگز ہرگز کسی اور طریق کو اس کے ساتھ نہ ملائیں۔ جو آپ دوسرے سلسلوں کی طرف رخ

رکھتے ہیں، یہ بالکل فکر نہ کریں۔ طریقہ قادریہ راشدیہ پر تعلیم اور تلقین کو موقوف رکھیں۔ بھلا یہ تو بتائیں نور تو قادریہ راشدیہ کا حاصل کریں، اور متوجہ اور کی طرف ہوں، تو اس میں کیا مزہ آئے گا؟ مرید کو پیر کے سامنے ایسا ہونا چاہئے، جیسے مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے، مرید کو یہ لائق نہیں ہے کہ یوں کہے کہ فلاں شغل میں تعلیم دو، یہ بہت بری بات ہے۔ خودرائی اچھی نہیں۔ اوہو! میں دور چلا گیا، اصل کی طرف آتا ہوں، بیٹی بی بی کی شادی خانہ آبادی پڑھ کر بہت ہی خوش ہوں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کامرانی وکامیابی عطا فرما کر خوش حال رکھے۔ آپ کے خط کے ساتھ ڈرافٹ بھی مل گیا ہے، جزاک اللہ احسن الجزاء! اور ڈاکٹر فضل رازق کو بھی جزائے خیر دے۔ ڈاکٹر طیب صاحب اور جنرل جاوید ناصر صاحب کو بھی کہ وہ اس طرف کے فقیروں کے کام کرتا ہے تو بہت ہی اچھا ہے، اگر آپ ڈی، آئی، جی صاحب کو بار بار فون کریں تو بہتر ہوگا، کیونکہ عزیزی سیف الرحمن کا خیال ہے کہ اپنے محکمے میں ہو جائے تو اچھا ہے، کیونکہ مسجد کے حالات کا تو آپ کو علم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بے علت عنایت سے وافر حصہ عطا فرمائے۔ اصل بات یہی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت کا دروازہ کھل جاتا ہے، سر معنی باطن اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کو دیکھ لیتا ہے، روح اس کی محبت سے چمک اٹھتی ہے، دل کتاب و سنت کے احکام مان لیتا ہے، تن استقامت کے مقام میں قائم ہو جاتا ہے، بس انسان کی پیدائش سے مقصود یہی ہے، باقی رہے معارف و کمالات، اگر وہ اس طور پر حاصل ہوں کہ ان اصول میں خلل نہ ڈالیں تو نور علیٰ نور ہیں، ورنہ ہیچ و بے سود۔ جو شخص غایت اور نہایت کمال کے ظہور کا طالب ہے، اس کو حتی المقدور: "ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" (آل عمران:۳۱) کے موافق ہمیشہ

متابعت میں ثابت قدم رہنا چاہئے۔ اگر بشریت کے باعث اس سعادت میں کسی قسم کا نقصان ہو جائے تو ہمیشہ نیاز مند ہو کر اہل اللہ کے دلوں سے دعا کا طالب رہے، شاید کوئی دعا اس کے حق میں کارگر اور مفید ہو جائے، اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ اس طریقے پر اچھی طرح عمل کرتے ہیں اور بہت سے پاک دلوں کو متوجہ الی اللہ بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ زیادہ نصیب کرے۔ کاتب کا حال بہت ہی شورہ اور پریشان اور بے سر انجام ہے، اور جو بات منہ سے نکلتی ہے، اچھی نہیں نکلتی، اور بس صرف اپنے علم کے موافق کہ جس پر ایمان رکھتا ہے، کوئی بات لکھ دیتا ہے۔ کیا کیا جائے، چونکہ آپ نے اس قسم کی باتوں کے لکھنے کے لئے اشارہ کیا ہوا تھا، اس لئے جرأت کی گئی ہے، ورنہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں، کہ میں کون ہوں جو ایسی نصیحتیں کر سکوں، میرے لئے تو یہ ہے کہ اپنے پہلے برے بھلے حال سے توبہ کروں اور ہمیشہ عام مسلمانوں کی طرح کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے از سر نو ایمان لاؤں، تاکہ اس طرح دم نکل جائے، لیکن ہائے افسوس! جسمانی کمزوری اور نفس سرکش کی نافرمانی کے باعث یہ بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا، دیکھئے کیسا انجام ہوتا ہے، بس اتنا ہی جانتا ہوں کہ ارحم الراحمین کے ساتھ معاملہ ہے۔ اصل بات کی طرف آتا ہوں، بصیرت اور بصارت کے صاحب حضور کے منبع، درود کے مرجع، خلق عظیم میں افزوں، زمانے والے قیمتی موتی، شجرہ زیتونیہ کے کامل سایہ، شیخ القرآن والحدیث حضرت استاذی محمد سراج الدین مرحوم اس سرائے خانے سے کوچ فرما کر ملک بقا کی طرف جا بسے، انا اللہ وانا الیہ راجون!

اس جہان میں ملے جلے ہیں بہار اور
خزاں بھی
کہیں خوشی ہے اور کہیں آہ و فغاں بھی

ایک دفعہ ڈیرہ میں دعا کے لئے گیا، لیکن افسوس ہے کہ آخری ملاقات نہ ہو سکی، کیونکہ حضرت استاذ صاحبؒ اس وقت گھر میں استراحت فرما رہے تھے۔ حضرت استاذیم صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا علاء الدین صاحب نے فرمایا: تمہیں بھی تکلیف ہو گی اور ان کو بھی، طوعا وکرہا واپس آ گیا۔ افسوس ہائے افسوس! کہ زیارت نصیب نہ ہوئی۔ تصوف کا مقصد یکسو دیکھنا اور یکساں جینا ہے، اللہ تعالی کامل توفیق دے، اور اپنے فضل وکرم سے اس گرفتار کو قیامت کے دن آزاد لوگوں کے گروہ میں اٹھائے۔

اول آخر ظاہر باطن اللہ تعالی کی حمد ہے اور سلام ہو رسول پر اور اس کی آل واصحاب پر۔ باقی تمام بڑوں اور چھوٹوں کو سلام ودعا مع الاخلاص۔

نوٹ: اکاؤنٹ ایک ہزار روپیہ داخلہ کو کہتے ہیں، وہ ڈرافٹ فیض اللہ خان صاحب کو دے دیا ہے، آپ برائے مہربانی اس کے نام بھیج دیا کریں۔

دعاجو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

سب کی طرف سے دعا وسلام قبول ہوں، اور اللہ تعالی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے اور آپ کے درجے بلند کرے۔

عبید اللہ احرار، محمد صفی اللہ، محمد سیف الرحمن اور سب گھر والوں کی طرف سے دعا وسلام۔

---

(۴) از لعل ماہڑہ ۲۱۔۱۰۔۹۹ء

جناب ڈاکٹر عبد السلام صاحب زیدت عرفان ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ ! یہاں پر خیریت سے ہیں، آپ کی عافیت رب العالمین جل وعلیٰ سے چاہتا ہوں۔ کافی دن گزر گئے ہیں آپ کا کوئی عافیت نامہ نہیں آیا۔ دل ہر وقت یہی چاہتا ہے آپ سے مل کر ذکر قدسیہ آیات کو دل کی گہرائیوں سے چاہتا۔ برائے مہربانی کم از کم ایک مہینہ میں دو مکتوب شریف آنے چاہئیں۔ الحمد للہ ! کل جو آپ نے دوا بھیجی تھی، اور رقعہ بھی ساتھ تھا، جو

ڈاکٹر مضیٔ کے نام تھا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

۳۱۔۱۰۔۹۹ء کو عزیزی سیف الرحمن سلمہ کی شادی کا پروگرام ۳۰۔۱۰۔۹۹ تا ۳۱۔۱۰۔۹۹ سنیچر، اتوار کو ہے۔

اگر آپ کو وقت اجازت دیتا ہے تو ایک دو گھنٹے کے لئے آپ کی شمولیت بابرکت ہوگی۔ باقی کسی قسم کے کوئی حالات نہیں ہیں، جو جناب اقدس کی خدمت میں تحریر کئے جائیں۔ سب دوست احباب کو تسلیمات التماس دعا۔ کوئی کار لائق ہو، یہ فقیر حاضر ہے اور میں آپ سے غافل نہیں ہوں۔ گھر والوں اور عزیزوں کو سلام اخلاص، فقط والسلام

نیاز مند: خلیفہ غلام رسول عفی عنہ

دعا گو و دعا جو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

حافظ حفیظ الرحمن کی طرف سے دعا سلام، تسلیمات، دعا گو۔

ماسٹر غلام رسول کی طرف سے تسلیمات، دعا گو۔

(۵) عظیم الشان برادرم الحاج ڈاکٹر عبدالسلام زیدت

عرفان محبت ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ آج ہی آپ کا مکتوب شریف ملا ہے، مطلع کے نظر ہوا، بہت خوشی مسرت ہوئی۔

اللہ تعالی آپ کو اس یاد فرمائی کے بدلے اعلی درجے تک پہنچائے اور حق الیقین کا مقام نصیب فرمائے۔

عزیزی عبدالرحمن صاحب کے متعلق پڑھ کر بڑا مغموم ہوا، دعا کرتا ہوں اللہ تعالی عزیزی کو سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے، جمیع مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔

آپ نے مریدوں کے متعلق لکھا ہے کہ بنک اکاؤنٹ کھلوادیں، ہم نے کسی کو کہا۔ پرسوں میں ڈیرہ میں گیا، پروفیسر محمد ربانی صاحب سے ملاقات ہوئی، آپ کے تسلیمات دیئے، اور اس کو اکاؤنٹ کے متعلق ذکر کیا اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ حبیب بنک کا منیجر اس کا دوست ہے، میں اسے کہوں گا وہ ضرور کام کردے گا۔

جو آپ نے خواب دیکھا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نسبت حضور ﷺ تک پہنچ گئی ہے، وہ مبارک خواب ہے، چابی کا آگے رکھنا یہ دنیا کو طے کر کے اور اللہ تعالی کی طرف رجوع ہے۔

مکہ مکرمہ کا خواب دیکھا، اس کی تشکیل جماعت کے ساتھ کرو، تا کہ وہ مکہ مکرمہ یہ جماعت تین دن کے لئے ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے، اگر آپ مکہ مکرمہ گئے تو تین سال تک رہیں گے، اللہ عالم مہربانی فرمائے۔ ڈی، آئی،

جی صاحب کو اپنی طرف سے کہیں کہ پولیس میں سیف الرحمن کا جلدی جلدی سے انتظام کرنا یعنی منشی کی پوسٹ محرر پر۔ کیونکہ علم نہیں کب تک ڈی، آئی، جی صاحب رہیں گے، پتہ نہیں وہاں انتظام کرنے کی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو میری پنشن کی کوشش کریں۔ ضعیف ہو گیا ہوں ذرا بھی طاقت نہیں ہے، آخرت میں پناہ رکھے، شیطان کے شر سے محفوظ رکھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عزیزوں کو سلامت رکھے۔

دعاجو، والسلام

خلیفہ غلام رسول، لعل ماہڑہ

----

(۶) از لعل ماہڑہ ۶۔۱۱۔۹۹ء

بخدمت جناب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زیدت محبت و عرفان ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا، بہت بڑی خوشی و مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہان میں ترقی و درجات بلند فرمائے، سب حالات سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت دین عطا فرمائے۔ اور جس راستے پر آپ گامزن ہیں، منزل مقصود تک پہنچائے۔ آپ جو کچھ بھی، جتنا بھی ذکر کریں، اللہ کے ہاں وہ کم ہے، اگر ساری کی ساری زندگی مشغول و مصروف رہیں پھر بھی کم ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آپ نے بچی کی رخصتی کے متعلق لکھا ہے اور ملاقات کے لئے بھی۔ ان شاء اللہ! اگر زندگی ہوئی، ملاقات ہو جائے گی۔ عزیزی سیف الرحمن سلمہ کی شادی خانہ آبادی ہو گئی ہے اور پروگرام اللہ کے فضل سے بہت اچھا گزر گیا ہے، لیکن جو کمی تھی،

آپ حضرات کی تھی، ماشاء اللہ !اللہ پاک حفاظت فرمائے، اہل وعیال جمیع دوستان کی حفاظت فرمائے۔

لمبا خط نہیں لکھ سکتا، اس لئے کہ خط مکرم ماسٹر غلام رسول صاحب لکھ رہے ہیں، اور ان کا وقت بڑا قیمتی ہے، بچوں سے نکل کر میرے پاس تشریف لائے ہیں اور ان کے وقت کا بھی خیال رکھنا ہے، اللہ ان کو برکت دے، جمیع دوستوں کو سلام اور گھر والوں کو سلام، یہ خواب آپ نے جو لکھے ہیں، وہ مبارک خواب تھے، آپ کی ترقی کے متعلق اشارات تھے، خدا تعالی مبارک کرے۔ (آمین)۔

عزیزی کی طرف سے مبارک باد بھی پیش کرتے ہیں، اور گھر والے بھی مبارک باد دیتے ہیں۔

والسلام دعا گو و دعا جو!

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

----

(۷) ۷۔۱۲۔۹۹ء

بخدمت جناب مکرم و محترم برادرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کافی انتظار کے بعد آپ کا مکتوب شریف اور ہزار روپیہ کل چھ تاریخ کو فیض اللہ خان صاحب کا آدمی دے گیا ہے، اللہ تعالی آپ کو مکروہات دنیا سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔ اور اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ دودھ کا پینا

بچوں کا آپ کو مبارک ہو، یہ بہت اچھا خواب دیکھا ہے، اللہ تعالی ان کو بہت اچھے مقامات عطا فرمائے گا۔ عزیزی عبد الرقیب خان سلمہ کو مبارک باد دیتا ہوں اور آپ کی خدمت عالیہ میں مبارک پیش کرتا ہوں کہ حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی اور حضور ﷺ کا یہ فرمان کہ آپ کی جگہ مسجد نبوی میں پڑی ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علم کے بعد اللہ تعالی اس کو مسجد نبوی کا امام بنادے اور اشارہ بھی یہی ہے اور اللہ تعالی آپ کے درجے بلند کرے، اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کے بچوں کو نیک بنائے اور عمر میں، رزق میں برکت عطا فرمائے آمین!

سرجن گل محمد خان صاحب کو سلام عرض کرنا، سب گھر والوں کو سلام، فقط والسلام!

سیف الرحمن غفرلہ

---

(۸) از لعل ماہڑہ ۱۵۔۲۔۲۰۰۰ء

بخدمت جناب حکیم مقبول احسن صاحب زیدت محبت ہو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آنجناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالی آپ کو مقامات عالیہ عطا فرمائے۔ جمیع چھوٹے بڑوں کو اور خصوصا والدہ محترمہ کو عافیت سے رکھے۔ دوا اور مکتوب شریف حاصل ہوا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ جو دوا آپ نے تحریر فرمائے ہیں، ایک دوا کا نام نہیں آتا، مہربانی کر کے دوا کا نام صاف لکھیں۔ جو دوا پانی میں حل کرنا ہے۔ باقی عرض یہ ہے یہ فقیر ہر وقت آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے، جو کمی آپ میں واقع ہو، اس کو فقیر کی طرف منسوب

کرنا۔ جو ترقی ہو، اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا کریں، بوڑھا آدمی ہوں، وہ طاقت نہیں، کہ توجہ کر کے مقام عالیہ تک پہنچاؤں۔ اب سکندر عزیزی سیف الرحمن کا دکان بنانے کا مکمل ارادہ ہے، ان شاء اللہ جب وہ تیار ہو گی، آپ ڈاکٹر عبد السلام افتتاح فرمائیں گے۔ اور اس کا نام میں نے تجویز کیا ہے شفاخانہ محمودیہ آگے آپ کی مرضی، جو نام تجویز فرمائیں گے، ہمیں منظور ہو گا۔ اس وقت مہربانی آپ زحمت اٹھا کر سرٹیفیکیٹ بھیج دیں تا کہ ہماری تسلی رہے، پتہ ڈاک خانہ ماہڑہ معرفت ماسٹر غلام رسول صاحب، خانقاہ لعل ماہڑہ خلیفہ غلام رسول صاحب۔ یہاں پر بلکل عافیت ہے، لیکن تھوڑا سا صدمہ ہوا، عزیزی فخر عالم کی لڑکی فوت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کا شفیع کرے، آمین! یہاں کی کوئی خدمت ہو تو فقیر حاضر ہے۔ دوسری عرض یہ ہے اگر آپ ادویات مجربہ بھیج دیں، یہاں پر ہم دوا کو استعمال کریں گے، آپ کی شفقت اور عنایت ہو گی۔

والسلام دعا گو!

خلیفہ غلام رسول

----

(۹) از لعل ماہڑہ ۴۔۳۔۲۰۰۰ء

بخدمت جناب مکرم ڈاکٹر عبد السلام زیدت عرفان ہو

السلام علیکم و علیٰ من لدیکم، اللہ تعالیٰ آپ کے تمام چھوٹے بڑوں اور دوسرے یاروں کو عافیت و آرام کے ساتھ رکھے۔ ما عندکم ینفد و ما عند اللہ باق۔ کوشش کرنی چاہئے اور زندگانی اللہ تعالیٰ کی رضامندی میں صرف ہونی چاہئے، اس کے سوا جو کچھ بھی ہے، وہ زائد اور بے اعتبار، بلکہ مکروہ اور مردود ہے۔ آپ

خوب جانتے ہیں کہ یہ ظاہری زندگی کب تک ساتھ دے گی، دانا آدمی کو اس منزل کی فکر کرنی ضروری ہے، اور اس راہ طریقت میں ظاہری جذبہ کوشش پر موقوف ہے، اور جذبہ و کوشش اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب آپ کو محبوبیت کی صفت سے موصوف فرمائیں گے۔ یہ بخشش اور عطیہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری اور باطنی متابعت پر موقوف ہے، اور اگر آپ کو بھی غفلت آجائے تو اس کو بڑا ہی گناہ جانیں۔ اور بہت غم اور بے قرار ہونا چاہیئے اور اس غم الم کی حالت میں اللہ تعالی کے حضور میں آپ کو بڑے درد کے ساتھ رونا چاہیئے، تاکہ اللہ تعالی بشریت کی بری صفتیں تجھ سے دور کر دے اور تجھے چاہیئے کہ ہمیشہ عاجز اور خاکسار اور بے چارہ رہنا چاہیئے۔ تاکہ وہ ذات پاک بے چاروں کی دعا قبول کرنے والا ہے، اور تیرا بھی کام بنا دے گا۔ آپ جس قدر ہو سکتا ہے، اس کے نام سے غفلت اختیار نہ کرنا اور چوبیس گھنٹے اللہ تعالی کی ذات پاک کی طرف متوجہ رہنا، ہر کام پر حق تعالی کی یاد کو ترجیح دینا، جس طرح میں مندرجہ بالا میں عرض کیا ہے، اس پر عمل کرنا۔ حضرت موفق حسین نے فرمایا ہے: وقوف قلبی دائمی طور پر کرنا اس میں جذب پیدا ہوتا ہے، جذب پیدا ہو گیا تو سالک کا کام پورا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے، آپ کو منزل مقصود تک پہنچائے، اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جمیع نشینان کو دعا و سلام، درخواست دعا۔ کافی دیر ہو گئی آپ کا کوئی مکتوب گرامی نہیں پہنچا، براہ کرم اپنی یاد سے مشرف فرمائیں اور یہ بھی لکھیں کہ کب تشریف لاؤ گے۔ عید قربان کہاں کرو گے؟ کیا خیال ہے ایبٹ آباد یا ڈیرہ میں؟ سرجن گل محمد کو تسلیمات و ڈاکٹر محمد طیب صاحب کو بھی۔

دعاجو، دعا گو، والسلام! خلیفہ غلام رسول

دکانِ عشق

(۱۰) محترمی ومکرمی جناب گرامی قدر ڈاکٹر عبد السلام صاحب دام اقبالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف امید ہے بخیر ہوں گے۔ دیگر عرض یہ ہے کافی عرصہ انتظار کے بعد جناب کا خیریت نامہ موصول ہوا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، حالات سے آگاہی ہوگئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنجناب کو مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب نے پاکستان سے دل کو اٹھا لیا ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ کام کرے، جو اللہ تعالیٰ کو قبول ومنظور ہو۔ جناب نے لکھا ہے کہ عبد الرحیم شاہ صاحب سے بات کرلو، وہ ڈی ایچ او سے بات کرے گا، تو کام ہو جائے گا۔ جناب بات یہ ہے کہ عبد الرحیم شاہ تو میرا قریبی نہیں ہے، میرے قریبی تو آپ ہیں، جب آپ صاحب سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو عبد الرحیم شاہ کیسے کرے گا؟ میں ان سے کس طرح کہوں؟ جب آپ کا دوست ہے، اور وہ آپ کی بات نہیں مانتا، تو پھر عبد الرحیم شاہ کی بات کیسے مانے گا؟ باقی میں دعا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ آنجناب کو بمع جماعت ترقی وبرکت عطا فرمائے۔ عبد الرقیب صاحب کی عمر دراز فرمائے، سب دوستوں کی خدمت میں سلام ودعا اور التماس دعا عرض ہے۔ سید سمیع اللہ ومحمد اسماعیل خان اور تمام عزیزوں کی طرف سے سلام ودعا عرض ہیں۔ قبول باد ہوں۔ فقط والسلام!

از طرف دعا گوودعا جو
خلیفہ غلام رسول عفی عنہ
خانقاہ عالیہ قادریہ راشدیہ لعل ماہڑہ
تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خان

(۱۱) ۲۶ مارچ ۲۰۰۰ء

بخدمت جناب برادرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب زاد مجد ہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت طرفین مطلوب ہوں۔ آج عزیزی فیض اللہ سلمہ تشریف لے آئے ہیں۔ ظہر کی نماز میرے پاس پڑھی ہے، جناب کا مکتوب شریف بھی دیا ہے، وہ میں نے پڑھا ہے، میں نے پہلے دو خطوط لکھے ہیں، شاید آپ نے شکوہ لکھا ہے۔ وہ آپ کو نہیں ملے۔ تحریر غلام رسول ماسٹر کی تھی جو وہ خود بھی نہیں پڑھ سکتا۔ میں مجبور ہوں خود نہیں لکھ سکتا۔ فیض اللہ صاحب روزانہ تو نہیں آتے، خط اسی پتے پر بھیجیں جو آپ کے پاس پہلے سے ہے۔ ماسٹر صاحب کے الفاظ کو خود ٹھیک کر لیا کریں، باقی گھر بالکل خیریت ہے۔ اس دفعہ امید تھی کہ آپ عید یہاں کریں گے، لیکن شومئ قسمت آپ نہیں آسکے۔ جب ڈاکٹر طیب صاحب آئیں تو ان کے ساتھ آجائیں اور ایک دو دن میرے ساتھ رہیں، پھر گرمی میں آپ نہیں رہ سکیں گے۔ حلقے کے متعلق پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالی آپ کو مقامات عالیہ تک پہنچائے اور آپ کے فیض کو دور دراز تک پہنچائے۔ ہر وقت آپ اللہ کے ہم نشین رہیں۔ یہی لب لباب ہے تصوف کا۔ غیر کا خطرہ دل میں نہ آئے، اگر آئے بھی تو اس کی نفی کریں۔ اس چیز کو حضوری کہتے ہیں اور خطرات کا نہ آنا اس کو جمعیت کہتے ہیں، لطائف کے اوپر کشش کرنا اس کو جذبات کہتے ہیں۔ دل کے اوپر عرش معلی سے وارد ہونا اس کو واردات کہتے ہیں۔ جس کو عدم وجود کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ ان چار چیزوں سے سالک دور نہیں ہوتا، یہ چار چیزیں سالک کے لئے لازمی ہیں۔ جو کتاب آپ میری سوانح عمری پر لکھ رہے ہیں تو اس کے لئے میرے دوستوں سے رابطہ رکھیں۔

مولانا عطاء الرحمن صاحب، فیض اللہ، منیر صاحب زادہ صاحب، حاجی احمد خان صاحب، اور امام الاتقیاء میاں اجمل قادری کے ساتھ بھی رابطہ کریں اور پیر شفیع اللہ ٹانک والے، اور سوانح کے لئے تصوف کی کتب کی سخت ضرورت ہوتی ہے، وہ ساتھ رکھنی ہیں جب جاکر سوانح تیار ہوگی۔ مقبول حسن صاحب کے ساتھ بھی رابطہ کریں۔ جمیع دوستوں اور گھر والوں کو تسلیمات اور دعا۔ عزیزوں اور گھر والوں سب کی طرف سے سلام۔

دعاگو

غلام رسول

----

(۱۲) جناب مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب زادہ مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی پہنچ کی اس وقت تک کوئی اطلاع نہیں آئی، فکر مند ہوں اور تفتیش کی ضرورت از حد ہے، خدا تعالی خیر کرے۔ جب یہ رقعہ حاضر خدمت ہو تو مطلع فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔ ثمرہ وصل ذکر وشغل کا قرب ورضا حق تعالی ہے، واردات غیبیہ یا ذوق شوق ثمرہ ہیں، بلکہ صرف ہمت سے کام لینا ہے، بس اپنی طرف سے ذکر کا التزام رکھے، لذت آئے یا نہ آئے، پریشان نہ ہوں۔ اور جب تک انبساط قلب رہے، ذکر کرتے رہیں، کمی وبیشی کا خیال نہ کریں، کیونکہ تعداد مقصود نہیں، اندازے سے وقت کی مقدار کو معین رکھو، اگر بوقت ذکر انوار وغیرہ نظر آئیں بالکل التفات نہ کرنا، ذاکر کے قلب پر کبھی ذکر کے اثر سے سوزش ہوتی ہے فکر نہ کرنا، اور عامی خیرات میں اللہ تعالی کا دیدار اور اس کی رضا مقصود ہونی چاہئے، تاکہ بلند ہمت والے لوگوں کے درجے تک پہنچ جائیں۔ یہ عاجز ومسکین مقصد المقاصد

تک نہ پہنچنے کا حال کس زبان سے عرض کرے، اور دل کے چہرہ کی خراش جو مرتبہ روح کی تفصیل ہے، کیا بیاں کرے، اور صفات جمیلہ یعنی جمال ظاہری باجمال باطنی کے ساتھ انس کے مقام سے جدائی کا اظہار کس طرح کرے، اور دلی محبوب کے چہرہ کے رخ بہت سے ہیں، آگے طاقت سے معاملہ باہر ہے، واللہ اعلم۔ اور اپنا کرم بخش اور آراستگی اور غرض نظر کر کے ہم کو اپنا مشتاق خیال کریں، اور نیاز مندانہ قبول فرمائیں۔ اور توجہ اور فاتحہ سے امداد فرماتے رہا کریں، حضرت مفتی صاحب اور اس کے والد ماجد کو بھی باقی جمیع احباب کو درجہ بدرجہ سلام واخلاص قبول ہو، باقی آپ کے اہل خانہ کو سلام۔ خود نوشت۔ نوٹ غلطی معاف۔ دعاجو خلیفہ غلام رسول عفااللہ عنہ

----

(۱۴۳) از خلیفہ غلام رسول

۱۲ ربیع الاول جمعۃ المبارک

محترم ڈاکٹر صاحب، السلام علیکم

میں خیریت سے ہوں اور آپ کی خیریت نیک مطلوب ہے۔ آج سے دو ہفتے پہلے گرہ مدہ کے لوگ آئے تھے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے تھے، وہاں پر تین دن نماز استسقاء پڑھتے رہے، آخری دن جمعہ کے روز اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بارش آگئی اور رود ساوان میں پانی بھی آگیا۔ پھر لونی گیا، پھر ٹانک میں تین دن رہا، پھر وہاں سے خانو خیل چلا گیا، پھر آخر میں مٹورہ گیا، آج تقریباً ۱۷ یا ۱۸ دن ہو گئے ہیں فیض اللہ کے پاس آگیا ہوں۔ کل میں گھر چلا جاؤں گا، ان شاءاللہ۔

باقی آپ اللہ اللہ خوب کیا کریں، اور مجھے خط لکھا کریں، تاکہ تسلی

رہے، سب دوستوں کو سلام۔ گل محمد صاحب اور جتنے بھی دوست ہیں، آپ کے حلقے والوں کو سب کو سلام۔ گھر والوں، بچوں کو بھی سلام، والسلام! دعا گو خلیفہ غلام رسول

---

(۱۴) بخدمت جناب عالی مقام سلطنت حقہ کے بادشاہ

حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب سلمہ الرحمن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ کا صحیفہ شریفہ ۱۱ تاریخ کو شرف مطالعہ بخش کر مسرور کیا، اللہ تعالی آپ کو اس یاد فرمائی کے بدلے عقبات عقبیٰ سے محفوظ ومامون رکھ کر خاطر اطمینان نصیب فرمائے، لیکن افسوس ہے کہ محبوب کا شکر کس طرح کیا جائے، جب اس کی بھی مرضی یہی ہے تو بندہ کیا کر سکتا ہے۔ سب عافیت مطلوب ہے، دین ودنیا اور آخرت میں عافیت کا طلب گار ہوں اور آپ کی بمع اہل خانہ عافیت وسلامتی کا طلب گار ہوں، اور خط تفصیل کے ساتھ لکھ نہیں سکتا اور اجمالا لکھ رہا ہوں، کیونکہ آنحضور کا مکتوب تفصیل سے لکھا ہوا ہے اور ہر جملہ میں بہت اشارات تھے، ان کے جواب کی طاقت نہیں۔ اگر فقیر تصوف کی بات زبان پر لائے تو یہ بے حیائی کی بات ہے، جب اس میدان کی سردی گرمی نہیں دیکھی تو بندہ کیا کہہ سکتا ہے، لیکن وصیت کرتا ہوں، اس کو یاد رکھیں، آپ اپنی نسبت کو نگاہ میں رکھنا، کیونکہ یہ سرخ گندھک سے بھی زیادہ عزیز اور نایاب ہے۔ اور آپ باطن کے روشن دانوں اور چمن خانوں کو باہر کے دھوؤں سے محفوظ رکھنا تاکہ دھوپ کے جھونکے سے اندرون برباد نہ ہو جائے۔ اور آپ میری طرح جنگ میں پھرنے والے اورادنہ بن جائیں۔ لیکن میں یہ تو نہیں کہتا کہ یہ بات نہایت بے ادبی کی

ہے اور بے حد گستاخانہ۔ وہ محبوب جو ہر دم اور ہر لحظہ نئے نئے جلوے عجیب عجیب انداز وناز دیکھتا رہتا ہے، اس کے عشق کے اس منبع کو بے سر وسامان، خانہ ویران، شکستہ ماں کو مضطر الحال کر رکھا ہے۔ اس کے غم میں دل بریاں چشم گریاں ہو رہا ہے، کیا کیا جائے۔

جز ترک عشق یا ستمگر چارہ نیست
آخر دل است جان من ایں سنگ حارہ نیست

اس سر گرداں ناتواں کو آگاہی کے راستے پر چلنے والوں اور اللہ تعالی کی بارگاہ کی طرف توجہ کرنے والوں کی قدم بوسی کا بہت شوق ہے، اللہ تعالی نصیب کرے۔ مجھے اپنے باطن کی خرابی اور بربادی کے ظاہر کرنے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ شاید کسی دل کو ہمارے عجز و نیاز پر شفقت آجائے اور ہمارے حق میں ہمت اور توجہ سے کام لے لیں، کیونکہ حضرات کی عنایت اور ان کے دلوں کا التفات تمام سعادتوں کا مجموعہ ہے، اور دور افتادوں کو راہ پر لے آتی ہے اور مستعدوں کو آگاہ کر دیتی ہے۔ اس سے زیادہ گستاخی ہے۔ اصل بات جو تحریر کرنی تھی وہ دماغ سے نکل گئی، میں وہی بات کرتا ہوں، آپ کی اپنی اہلیہ محترمہ کی تکلیفوں کا دل پر بڑا صدمہ ہوا۔ الحمدللہ! کہ اب شفا ہے، سب گھر والے دعا کرتے ہیں، تین دن میں یہ خط لکھا ہے، یعنی خود نوشت ہے، اب زیادہ طاقت لکھنے کی نہیں، فقط! سب گھر والوں کو سلام والتماس دعا۔

دعا گو و دعا جو

خلیفہ غلام رسول عفا اللہ عنہ

----

(۱۵) خانقاہ لال ماہڑہ، ۲۸۔۶۔۲۰۰۰ء

محترم المقام برادر جان پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب زید مجد ہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کل آپ کا مکتوب شریف ملا، پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہات دنیا وعقبات عقبیٰ سے محفوظ ومامون رکھ کر جمعیت خاطر و اطمینان قلب نصیب فرمائے۔ آپ نے حضرت عبد الوہاب صاحب رائے ونڈ کے متعلق لکھا ہے کہ میں اس کو دبا رہا ہوں۔

مخدوما! یہ تو سیدھی بات ہے آپ نے وہ واقعہ نہیں سنا جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہ آپ کی جوتیوں کی آہٹ جنت میں سنتا ہوں، اس بات کو آپ خوب سمجھ لیں، زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

آپ کی دعا سے یہ سفر بہت آرام سے گزرا ہے، تھوڑے سے مٹورا کے حالات لکھتا ہوں، چار دن مٹورا میں رہا، اس کی کیفیت یہ رہی صبح سات بجے سے دس بجے تک مرد و مستورات بیعت ہوتے تھے، ۱ تا ۳ بجے تک آرام کرتا تھا، ۳ بجے نماز پڑھ کر شام تک مستورات بیعت ہوتی تھیں، شام کی نماز پڑھ کر ڈاکٹر باہر لے آتے تھے، عشاء کی نماز کے بعد مردوں کی بیعت شروع ہو جاتی تھی، ۱۲ بجے تک ہم اور یہ لوگ جو بیعت ہوتے حضرت مولانا خان محمد صاحب سے اور تونسہ والوں سے بیعت تھے اور زکوڑی پیروں سے بیعت تھے، میں دل وجان سے اپنے پیروں پر قربان ہو جاؤں کہ یہ ان کا احسان وکرم ہے، مولانا احمد جان (غزنی خیل ضلع بنوں والے) دامت برکاتہم ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے، ایک گھنٹہ خوب مجلس ہوئی۔ مولانا نے فرمایا: میں پیروں سے ملنے نہیں آتا، میں نے جواب دیا کہ تم خود پیر ہو۔ انہوں نے فرمایا: میں ہی جانتا

ہوں۔ غزنی خیل کے لوگ یہاں آکر مجھے لے گئے وہاں بھی مرد وعورتیں بیعت ہوئے۔ ضلع لکی کے اے سی بھی تشریف لائے تھے، روٹی اکٹھی کھائی، خوب مجلس ہوئی۔ وہ واپس چلے گئے تو میں جمعہ کے روز چار بجے فیض اللہ خان کے پاس بخیریت پہنچ گیا۔ ایک دن بعد گھر گیا، الحمدللہ! سب گھر والوں کو عافیت سے پایا، آپ نے ایبٹ آباد کے متعلق لکھا ہے کہ وہاں ایک ہفتہ ہمارے پاس قیام کریں، اس میں کوئی شک نہیں یہاں گرمی ہے، بارش نہیں ہوئی، گرمی کی وجہ سے سارے دن تڑپتے رہتے ہیں۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ کے مرید بڑے متمول ہیں، آپ کے گرمی کا انتظام نہیں کر سکتے، ان کا اشارہ ہے اے سی نہیں دلا سکتے، میرے پاس جواب تو ہوتا نہیں، اور اپنے دل میں یوں کہتا ہوں کہ تم جیسا احمق کوئی نہیں، کیونکہ تربیت ہو تو کوئی ایسا سوال نہیں کر سکتا۔ تربیت ہو تو ادب ہوتا ہے، تربیت نہ ہو تو انسان بے باک ہوتا ہے، یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے، آپ کے پاس ہمارے رہنے کے لئے گھر ہے یا نہیں، میں آپ کے پاس کیسے رہ سکوں گا؟ کیونکہ میرے ساتھ چار پانچ آدمی ہوں گے، کس طرح انتظام ہوگا۔ اللہ تعالی آپ کے برخورداروں کو صحیح برخوردار بنائے، جب بھی قاری عبدالرقیب کا ختم قرآن پاک ہوگا، پھر دیکھیں گے۔ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت استاذی مولانا علاء الدین صاحبؒ تقریر کریں اور میں صدارت کروں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنے محترم استاذ کے سامنے صدارت کروں۔ مجھ سے ایسی بے ادبی نہیں ہو سکتی، یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

سب حضرات حلقے والوں کی خدمت میں تسلیمات اور درخواست خاتمہِ ایمان، کیونکہ اب آخری عمر ہے، علم نہیں کتنے تک رہیں گے۔

دعا کریں اللہ تعالی آخرت کی شرمساری سے بچائے، بغیر حساب

کتاب جنت میں لے جائے۔سنا ہے قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی والے کو تکلیف ہے،اگر انتظام ہو گیا تو میں دعا کے لئے جاؤں گا،دعا کریں کہ خدا قاضی عبدالکریم صاحب کو صحت کاملہ عاجلہ عطافرمائے۔

آج ہی حاجی احمد صاحب گرہ مدہ والے تشریف لائے ہیں، یہ خط وہ لکھ رہے ہیں، اور بہت سلام عرض کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ عبدالرشید آئے ہوئے ہیں، اور سلام عرض کر رہے ہیں، اور آپ کے سلام بھی حاجی صاحب کو پہنچائے ہیں، ڈاکٹر سرجن صاحب، مفتی صاحب، مفتی صاحب کے والد صاحب سب کو سلام عرض کرنا۔دعا گو و دعا جو

خلیفہ غلام رسول عفااللہ عنہ

---

(۱۶)

ثبتکم اللہ سبحانہ علی جادۃ الشریعۃ۔(اللہ سبحانہ آپ کو شریعت کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے) سعادت مند وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور حق تعالی کی محبت کی حرارت سے گرما گیا ہو۔دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک تمام عبادات کا سرچشمہ ہے۔کیونکہ دنیا حق سبحانہ وتعالٰی کی مغضوبہ (مظہر غضب) ہے اور حق سبحانہ وتعالی نے جب سے اس کو پیدا فرمایا ہے، اس کی طرف دیکھا تک نہیں، دنیا اور دنیا والے طعن وملامت کے دماغ سے داغ دار ہیں، حدیث شریف میں ہے:"الدنیا ملعونۃ وملعون مافیہا الا ذکر اللہ" (دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے، وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالی کے ذکر کے) کیونکہ ذکر کرنے والے بلکہ عالم کے وجود کے ذرات کا ہر ذرہ

(رواں رواں) اللہ سبحانہ کے ذکر سے مملوّ (لبریز) ہے، وہ اس وعید سے خارج ہیں، (ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا)۔ چونکہ دنیا ایک ایسی چیز ہے جو دل کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے باز رکھتی ہے، اور غیر حق میں مشغول کر دیتی ہے، خواہ مال واسباب ہوں یا جاہ وریاست اور خواہ ننگ وناموس۔ "فاعرض عن من تولّٰی عن ذکرنا" (النجم:۲۹) (پس اس شخص سے منہ موڑلو جس نے ہماری یاد سے منہ موڑ لیا) نص قاطع ہے، جو کچھ بھی دنیا میں ہے بلائے جان ہے۔ دنیادار، دنیا میں تو ہمیشہ لڑنے جھگڑنے میں پریشان رہتے ہیں، اور آخرت میں حسرت وندامت کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ترک دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ اس کی رغبت ترک ہو جائے اور اس رغبت کا ترک اس وقت متحقق ہوتا ہے جبکہ اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس طرح کا حصول ارباب جمعیت کی صحبت کے بغیر مشکل اور دشوار ہے، اگر ان بزرگوں کی صحبت میسر ہو جائے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دینا چاہیئے اور ایک لمحہ بھی غفلت نہیں برتنی چاہیئے، اس طریقہ عالیہ کو اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور نفع مند بلکہ واجب اور لازم ہے، لہذا آپ کو چاہیئے کہ اپنے قبلہ وتوجہ کو تمام اطراف سے ہٹا کر اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی طرف مرکوز کر دیں اور ان کے باطن شریف کی ہمت اور توجہ طلب کریں، کیونکہ ابتدا میں ذکر کے بغیر چارہ نہیں۔

آپ کو چاہیئے کہ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوں کہ وہ گوشت کا ٹکڑا قلب حقیقی کے لئے ایک حجرے یا گھر کی مانند ہے، اور اسم مبارک اللہ کو اس قلب پر گزاریں اور اس وقت کسی عضو کو حرکت نہ دیں، اور اس طرح قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں اور اپنی قوت خیالیہ میں قلب کو جگہ نہ دیں، اور نہ اس کی طرف متوجہ ہوں، کیونکہ مقصود قلب کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ اس کی صورت تصور اور مبارک لفظ اللہ کے معنی کو بے چوں وبے چوگنی (بے

مثل وبے کیف) کے ساتھ ملاحظہ کریں اور کسی صفت (وکیفیت) کو اس کے ساتھ شامل نہ کریں اور اس کا حاضر وناظر ہونا بھی ملحوظ نہ ہو، تاکہ آپ کی ذات تعالیٰ وتقدس بلندی سے صفات کی پستی کی طرف نہ آجائے، اور اس طرح اس کی وجہ سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائیں اور بے چون کی گرفتاری سے چون کے شہود کے ساتھ آرام نہ پکڑیں، کیونکہ جو چون کے آئینے میں ظاہر ہو گیا وہ بے چون نہیں ہے، اور جو کثرت میں نمودار ہو وہ واحد حقیقی نہیں ہے، بے چون کو چون کے دائرے سے باہر ڈھونڈنا چاہئے، اور بسیط حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہئے، اگر ذکر (الٰہی) کے وقت پیر کی صورت بے تکلف ظاہر ہو تو اس کو بھی قلب کی طرف لے جانا چاہئے، آپ کو معلوم ہے کہ پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے جس سے آپ خدائے تعالیٰ جل شانہ کی جناب قدس تک پہنچنے کا راستہ حاصل کریں اور اس راستے میں آپ اس سے امداد واعانت حاصل کریں، صرف کلاہ ودامن (چادر) اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے، پیروں مریدوں سے خارج ہے اور رسم وعادت میں داخل ہے، لیکن اگر شیخ کامل ومکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر حاصل ہو جائے اور آپ اعتقاد واخلاص کے ساتھ اس کو پہن کر زندگی گزاریں تو اس صورت میں بہت سے فائدوں اور ثمرات کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے۔

(۱۷)

حضرت علامہ کردیؒ کا ایک خط، خواجہ ابوسعیدؒ کے نام

مکتوب مرکز دائرہ غربت ومہجوری خالد کردی شہر زوری، مخدومی وجناب ابی سعید مجددی، معصومی کی خدمت میں عرض پرواز ہے کہ اگرچہ آنجناب کے آباء واجداد کرام کے خاندان عالیہ کے جو کہ حضرت قبلہ عالم روحی

فداہ کی برکت سے اس گمنام اور بے مقصد کو فیوض پہنچے، حد تحریر سے اور حوصلہ تقریر سے باہر ہیں، لیکن: ما لایدرک کلہ لا یترک کلہ کے مطابق مقام شکر گزاری میں آکر عرض کرتا ہے کہ مملکت روم، عربستان، حجاز، عراق اور عجم کے بعض علاقے اور تمام کردستان طریقہ علیا کی تاثیرات اور جذبات سے سرشار ہیں، اور مساجد، مدارس، محفلوں اور مجلسوں میں دن رات آنحضرت ﷺ، امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے محامد کا ذکر اس طور پر ہوتا ہے کہ کسی قرن میں کسی ولایت میں نہیں ہوا، گویا زمانے نے اس زمزمے کا نظیر نہیں دیکھا اور نہ ہی آسمان نے اس رغبت اور اجتماع کو دیکھا ہے، چونکہ حضرت صاحب قبلہ کی بہت رغبت اس مہجور مسکین کے غم ناک دل میں تھی، اس لئے گستاخی کے مقام میں آکر آنجناب تمام احباب کے دل کی فرحت افزائی کی ہے، گو ایسے امور کا اظہار گستاخی اور خود بینی ہے اور مجھے بھی اس سے شرم آتی ہے، لیکن دوستوں کے پہلوؤں کی رعایت کو مقدم رکھ کر بے ادبی سے یہ کلمات لکھے گئے ہیں، مگر مجھ نالائق سے ویسے امور لکھنا بعید از قیاس تھا، امید ہے کہ مشافہۃً یا مراسلۃً جیسا کہ آپ کی نیک خصلت مقتضی ہو، اس مسکین ذلیل کے ذکر جمیل سے حضور حضرت بامروت سعادت میں حضرت صاحب قبلہ کونین کو فرمائیں اور کسی نہ کسی تقریب سے ہمیں اس آستانے میں جو بختیاروں اور سادگوں کے پڑنے کا مقام ہے، یاد فرمائیں گے اور خود بھی کبھی کبھی نیم نگاہ کے ہم بے نوائیوں کے دل سے شقاوت کا زنگ دور فرمادیں گے اور کیا لکھوں۔ آپ منعم حقیقی اور پیران کبار کی دعا کی پناہ میں ہو۔

اذکار سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ

بمع شجرہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: " إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي، إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ، ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ، ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْ مَلَئِهِ الَّذِينَ يَذْكُرُنِي فِيهِمْ."متفق علیہ-(مشکوٰۃ ص:۱۹۶)

ترجمہ: حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، (جیسا وہ میرے متعلق گمان رکھتا ہے، میں ویسا ہی ہوتا ہوں)، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے، چنانچہ اگر وہ دل میں (تنہائی میں) میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے، میں بھی اس کے مجمع سے بہتر مجمع میں (فرشتوں کے مجمع میں) اس کا ذکر کرتا ہوں۔

۲: لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرہم الله فيمن عنده (مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی اور جہاں بھی بیٹھ کے کچھ بندگان خدا اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے اور ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے، اور ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے، اور اللہ تعالی اپنے ملائکہ مقربین میں ان ذکر فرماتا ہے۔

۳: عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ، وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ، وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالوَرِقِ، وَخَيْرٌ لَكُمْ مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ»؟ قَالُوا: بَلَى. قَالَ: «ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى» قَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: «مَا شَيْءٌ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ». سنن الترمذي (٥ / ٤٥٩)

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل بتاؤں جو تمہارے سارے اعمال میں بہتر اور تمہارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ ہے، اور تمہارے درجوں کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے، اور راہ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ ہو، اور اس جہاد سے بھی زیادہ تمہارے لئے اس میں ثواب ہو جس میں تم اپنے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارو اور وہ تمہیں ذبح کریں اور شہید کریں؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ، ایسا قیمتی عمل ضرور بتائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ کا ذکر ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالی کے عذاب سے نجات دلانے والی چیز اللہ تعالی کے ذکر سے زیادہ کوئی نہیں ہے۔

۴: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: مَا أَجْلَسَكُمْ؟ قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ، قَالَ آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟ قَالُوا: وَاللهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ، قَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي، وَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: «مَا

أَجْلَسَكُمْ؟» قَالُوا: جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ، وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا، قَالَ: «آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ؟» قَالُوا: وَاللهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ، قَالَ: «أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ، وَلَكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي، أَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ».

(صحیح مسلم، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، حدیث نمبر: ۴۷۶۹)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد میں قائم ایک حلقے پر پہنچے تو آپ نے ان اہل حلقہ سے پوچھا: تم یہاں کس لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذکر اللہ ہی کے لئے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا: قسم بخدا! ہمارے بیٹھنے کا کوئی اور مقصد اللہ کے ذکر کے سوا نہیں ہے! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے کسی بدگمانی کی بنا پر آپ لوگوں سے قسم نہیں لی ہے، اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ سے جس درجے کا تعلق اور قرب مجھے حاصل تھا، اس درجے کے تعلق والا کوئی آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں مجھ سے کم بیان کرنے والا نہیں ہے (یعنی میں روایت حدیث میں

بہت زیادہ احتیاط کرتا ہوں، اس لئے اپنے جیسے دوسرے لوگوں کی بہ نسبت کم حدیثیں بیان کرتا ہوں، مگر اس وقت ایک حدیث ذکر کرتا ہوں) اور میں نے اسی کی پیروی میں آپ لوگوں سے قسم لی ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن اپنے اصحاب کے ایک حلقے کے پاس پہنچے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: آپ لوگ یہاں کیوں جڑے بیٹھے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ہم اللہ کو یاد کررہے ہیں، اور اس نے جو ہم کو ہدایت سے نوازا اور ایمان واسلام کی توفیق دے کر احسان عظیم فرمایا، اس پر اس کی حمد وثناء کررہے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اللہ کی قسم! تم صرف ذکر اللہ ہی کے لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جواب دیا: قسم بخدا ہمارے بیٹھنے کا مقصد صرف اللہ تعالی کا ذکر ہے! پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کسی بدگمانی کی بناپر تم سے قسم نہیں لی، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابھی جبریل امین میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالی فخر ومباہات کے ساتھ فرشتوں سے تم لوگوں کا ذکر فرمارہاہے۔

۵: ایک اور حدیث میں آیاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی صدقہ (عمل خیر) اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔

اذکار سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ بمع شجرہ مبارکہ

امام الاولیاء شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیفہ غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم نے سالکین کے لئے ذکر کا مندرجہ ذیل طریقہ کار ارشاد فرمایا:

آداب ذکر

1. باوضو ہونا
2. قبلہ رخ ہونا
3. خاموشی
4. اندھیرا
5. ایصال ثواب

رسول اللہ ﷺ، جمیع انبیاء کرام علیہم السلام، ملائکہ مقربین، جمیع پیران کبار اور جملہ سلاسل اربعہ خصوصا اپنے سلسلے کے حضرات کا نام مبارک لے کر ہدیہ کریں۔

ایصال ثواب

سورہ فاتحہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

آیۃ الکرسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

آمن الرسول تا ختم سورۃ البقرۃ۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

سورہ اخلاص۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۱۱ مرتبہ

کلمہ طیبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

کلمہ شہادت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

استغفار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک مرتبہ

دعا بعد ایصال ثواب

اللھم بجاہھم طہر قلبی عماسواک ونورہ بانوار معرفتک وعشقک ومحبتک

تلاوت شجرہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾

[إبراهيم: ٢٤]

شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ

الٰہی بحرمت شمس الضحیٰ نور الھدیٰ احمد مجتبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمت باب العلوم اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ ابو سعید الحسن بن یسار البصری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ ابو سلیمان داؤد بن بصیر الطائی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو الحسن بن المغلس القطی البغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو القاسم الجنید بن محمد البغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو بکر دلف بن جحدر الشبلی البغدادی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ عبد الواحد التمیمی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو الفرح الطرطوسی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو الحسن ہنکاری قریشی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ ابو سعید مبارک عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سیف الدین عبد الوہاب رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سیفی الدین صوفی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید ابو العباس رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید مسعود رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید علی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید شاہ امیر رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید شمس الدین جیلانی حلبی اول رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید محمد غوث گیلانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ عبد القادر ثانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید عبد الرزاق رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید حامد بخش کلاں رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ عبد القادر ثالث رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید عبد القادر رابع رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ حامد بخش ثانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید شمس الدین ثانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید محمد صالح رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید عبد القادر جیلانی خامس رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید محمد بقاء رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ سید محمد راشد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ حضرت خواجہ شیخ شاہ حسن رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ حافظ محمد صدیق رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ خلیفہ غلام محمد رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ قطب الاقطاب مولانا سید تاج محمود رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ مولانا شیخ التفسیر احمد علی لاہوری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ حافظ مولانا خلیفہ غلام رسول رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت سیدنا حضرت خواجہ شیخ حضرت ڈاکٹر عبد السلام عفی اللہ عنہ دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت خدا سرور جہان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
الٰہی بحرمت امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت صاحب رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیق رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو القاسم گرگانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ دو جہان خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف دیوگری رحمہ اللہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامتینی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باباسماسی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بہاء الدین شاہ نقشبندی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی مکینگی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سیف الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ محمد محسن رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین حبیب اللہ رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ غلام علی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمد سعید رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ غلام حسن سواگی رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حافظ غلام رسول رحمہ اللہ

الٰہی بحرمت مرشدنا حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم

اذکار

الف: قلبی اذکار

۱: زبان ہلائے بغیر اسم ذات کا ذکر (اللہ) لطیفہ قلب پر، ۵۰۰ مرتبہ (طلبہ کے لئے ۳۰۰ مرتبہ)۔ لطیفہ قلب (بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر) کو متوجہ کر کے پڑھیں۔

۲: ذکر نفی اثبات (لا الہ الا اللہ، سو مرتبہ کے بعد ایک مرتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ۳۰۰ مرتبہ، (طلبہ کے لئے ۱۰۰ مرتبہ)۔ لطیفہ قلب (بائیں پستان کے نیچے دو انگلی کے فاصلے پر) کو متوجہ کر کے پڑھیں۔

ب: لسانی اذکار

۱: کوئی سا بھی درود شریف ۲۰۰ مرتبہ، (قدمین مبارک کا تصور کر کے درود شریف پڑھیں۔

قدمین کا تصور: یہ ہے کہ تصور کریں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں موجہہ شریف میں (روضہ مبارکہ) میں بیٹھا ہوں، درود شریف پڑھ رہا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں)۔

۲: استغفار (رب اغفرلی بفضلک) ۲۰۰ مرتبہ (گناہوں کو سامنے رکھ کر پڑھیں)۔

نوٹ: یہ ابتدائی اسباق ہیں، پابندی لازم ہے، آئندہ مشورہ کرتے رہیں۔

ہندوستان کا سفر نامہ

تبلیغ ودعوت کے کام سے تعلق کے ناطے ہماری عرصہ سے خواہش تھی کہ ہندوستان جا کر وہاں پر نظام الدین، بنگلہ والی مسجد تبلیغی مرکز میں وہاں کے موجودہ بزرگوں حضرت مولانا سعد صاحب، مولانا زبیر صاحب، مولانا احمد لاٹ صاحب، ابراہیم دیولہ صاحب اور میاں عبدالرحمن وغیرہ حضرات کی زیارت کرلیں، اور ان کی صحبت سے چند دن مستفید ہو جائیں، اور وہاں پر تبلیغ ودعوت کے کام کی برکات سے بہرہ ور ہو جائیں۔

ہندوستان جانا اور وہاں کا ویزا حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، اس کے لئے غور و فکر کی تو معلوم ہوا کہ ایک صورت یہ ہے کہ جو زائرین حضرات پاکستان سے ہندوستان میں مختلف بزرگوں کے عرس پر جاتے ہیں، ان کے ساتھ شامل ہو کر ہندوستان کا ویزا آسانی سے مل سکتا ہے۔ اس کے طریقہ کار کے بارے میں معلومات کیں تو معلوم ہوا کہ ستمبر کے مہینے میں حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ کا عرس ہے، اس عرس میں شامل ہونے کے لئے اخبار میں اشتہار کے ذریعے درخواست دینا پڑتی ہے اور پھر قرعہ اندازی کے زریعے لوگوں کے ناموں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ بہر حال ہم نے درخواست دی، ہماری جماعت میں تقریبا دس افراد تھے جن میں سے چھ احباب کا قرعہ نکلا، اس کے لئے محکمہ اوقاف والوں نے ہمیں آن لائن ویزا فارم بھرنے کے لئے کہا، شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کی کاپیاں مانگیں اور دس ہزار روپے کا ڈرافٹ محکمے کے نام بھیجنے کا کہا۔ اوقاف والوں نے اطلاع دی کہ ویزا لگنے پر آپ حضرات کو مطلع کیا جائے گا اور روانگی کے دن سے ایک دن پہلے آپ حضرات حاجی کیمپ لاہور میں صبح پاسپورٹ حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوں گے۔ ہم مقررہ دن کو حاجی کیمپ

پہنچے۔ اوقاف کے ذمہ دار حضرات نے ہمیں پاسپورٹ اور ریلوے کے ٹکٹ دیئے جن پر انڈیا کا ویزا لگا ہوا تھا، اور ہم کو ہدایات دیں اور مذاکرہ کیا کہ کل صبح آپ حضرات ۷ بجے لاہور ریلوے اسٹیشن پر دہلی روانگی کے لئے پہنچ جائیں اور یہ سفر بزریعہ ٹرین لاہور سے واہگہ بارڈر اور اٹاری کے راستے دہلی کی طرف ہو گا۔

ہم لوگ ۲ ستمبر کو صبح لاہور پہنچے، ہماری جماعت میں چھ احباب تھے، ان میں چار علمائے کرام تھے، مولانا عمار اور مولانا عبدالباسط لاہور سے تھے۔ مولانا عبدالباسط صاحب بہاولنگر شہر کے ہیں، وہ لاہور میں ڈیفنس کے نزدیک مولانا عمار کے مدرسے میں پڑھاتے ہیں۔ دو علماء مولانا عثمان صاحب اور مولانا شاہد صاحب مانسہرہ سے تھے۔ ان علماء کا ایک سال اندرون ملک تبلیغ میں لگا ہوا ہے۔ ایک عطاء اللہ خان صاحب ریٹائرڈ ایکسین ہیں، ایبٹ آباد میں سپلائی نور مسجد کے قریب رہتے ہیں۔ ان کے چار ماہ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ راقم الحروف احقر بھی اس جماعت میں شامل تھا۔ ان تمام حضرات کا روحانی تعلق احقر کے ساتھ ہے۔ عصر کے وقت مولانا عمار کے مدرسے کی مسجد کا گشت تھا، بیان ہوا، تشکیل و دعا ہوئی، عشاء کی نماز کے بعد ذکر کا حلقہ لگا، دوست احباب، تعلق والے اور لاہور کے کچھ علمائے کرام حلقے میں شامل ہوئے۔

۳ ستمبر کو ہم صبح لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، پاکستان کی ٹرین ہم کو واہگہ بارڈر تک لے گئی، اٹاری ریلوے اسٹیشن پر انڈیا کی ٹرین آئی ہوئی تھی، وہاں پر کسٹم والوں نے ہمارے سامان کی چیکنگ کی، پاسپورٹ لے کر ان کے اوپر انڈیا کے دخول کی مہریں لگائی گئیں، واہگہ بارڈر پر پاکستانی حکام نے ہمارے پاسپورٹ پر خروج کی مہریں لگائیں۔ اٹاری اسٹیشن پر ہم نے انڈیا کی کرنسی لی اور ڈالرز اور پاکستانی کرنسی بنک والوں کے حوالے کی گئی۔

واہگہ بارڈر پر پاکستانی امیگریشن دفتر اور کسٹم آفس کے حالات قابل رحم تھے، بجلی موجود نہ تھی، باتھ رومز ٹوٹے ہوئے تھے، ان میں پانی کا مناسب انتظام نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں اٹاری ریلوے اسٹیشن پر ان کے دفاتر میں بجلی کا انتظام بہترین تھا، اے سی لگے ہوئے تھے اور چل رہے تھے، باتھ روموں میں پانی وافر مقدار میں تھا۔

انڈیا کے حکام ہمیں بار بار لائن میں رہنے کی تاکید کرتے رہے۔ ان کے ہاں ڈسپلن موجود تھا۔ ہمیں درخواست کرتے رہے کہ ہمیں بھی تکلیف میں نہ ڈالیں اور خود بھی تکلیف میں نہ پڑیں۔ انہوں نے ہمیں آگاہ کر دیا تھا کہ انڈین ٹرین رات کو عشاء کی نماز کے بعد ۸ بجے کے قریب روانہ ہو گی۔ اس لئے ہم نے ظہر سے لے کر عشاء تک اسٹیشن پر انتظار کیا۔ گروپ کے احباب نمازوں کا جماعت کے ساتھ اہتمام کرتے رہے۔ اور کھانے پینے اور مشروبات اور چائے کا مناسب انتظام موجود تھا۔ ہماری جماعت نے راستے میں سفر کے لئے کھانا لاہور سے ساتھ لیا تھا۔ انڈیا اسٹیشن پر لاؤنج میں ہمارے ایک ساتھی نے کینٹین کے مالک سے جو ہندو تھا، کھانا گرم کرنے کی درخواست کی، اس کو جب معلوم ہوا کہ اس سالن (ترکاری) میں گوشت موجود ہے تو اس نے سالن گرم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ: میں کٹ تو سکتا ہوں، مر سکتا ہوں، لیکن گوشت والے سالن کو کبھی گرم نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اپنے مذہب میں اپنے شعائر کے کتنے پابند ہیں، لیکن اس کے مقابلے میں آج کا کمزور مسلمان مصلحت کا شکار ہو جاتا ہے۔

زائرین کا یہ پاکستانی وفد (گروپ) ۱۷۴ نفوس پر مشتمل تھا۔ راقم الحروف نے جب مختلف لوگوں سے اختلاط کیا تو معلوم ہوا کہ اس ٹیم میں چار

قسم کے لوگ شامل تھے۔اس میں سب سے زیادہ تعداد اہل دعوت کی تھی۔وہ ستر (۷۰) کے قریب تھے۔اس میں کراچی، فیصل آباد، لاہور، راولپنڈی، مردان، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، ایبٹ آباد، مانسہرہ اور سندھ کے تبلیغی حضرات تھے۔ان میں کچھ تعداد علمائے کرام کی تھی۔

چند حضرات صرف اور صرف ہندوستان (دہلی) سیر کی غرض سے جارہے تھے، ان میں کچھ بیوروکیٹس بھی شامل تھے۔ایک طبقہ تاجروں کا تھا، جو کہ پاکستان کا سامان ہندوستان اور وہاں کا سامان پاکستان لے آتے ہیں، راستے میں کسٹم کے حکام کے ساتھ معاملات طے کرلیتے ہیں۔مثال کے طور پر پاکستان میں اچھا ڈنر سیٹ ۴ سے ۵ ہزار پاکستانی روپے میں آجاتا ہے، جبکہ ہندوستان میں اس ڈنر سیٹ کی قیمت دس سے بارہ ہزار ہے۔اسی طرح ہندوستان کی سستی چیزیں پاکستان لے آتے ہیں اور پاکستان میں مہنگے داموں بیچ دیتے ہیں۔چوتھی قسم کے حضرات بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے۔یہ وہ لوگ تھے، جن میں سے بعض لوگوں کو راقم الحروف اور ہمارے ساتھیوں نے ہندوستان میں قبروں پر نماز کی طرح سجدے کرتے ہوئے دیکھا۔یہ حضرات دوسری بدعات کے بھی مرتکب ہورہے تھے۔

ہمارا گروپ لیڈر ملنسار قسم کا آدمی تھا، پنجاب فیصل آباد سے اس کا تعلق تھا، بریلوی مکتب فکر سے اس کا تعلق تھا۔رات کے تقریباً ۸ بجے ٹرین دہلی کے لئے روانہ ہوئی۔انڈیا کی ٹرین کے حالات دیکھ کر ہم بہت متاثر ہوئے۔ہم ائیر کنڈیشن ڈبوں میں تھے، اے سی خوب چل رہے تھے، سیٹیں اور برتھس قابل ستائش تھیں۔ٹرین کے باتھ رومز میں لائٹ کا مناسب انتظام تھا، پانی وافر مقدار میں موجود تھا۔انڈین ٹرین کے باتھ رومز میں وہ تمام سہولتیں موجود

تھیں جو ایک تھری اسٹار ائیر کنڈیشنڈ ہوٹل میں ہوتی ہیں۔ پاکستان میں ریلوے کے دگرگوں حالات کو سامنے رکھ کر ہم انڈین ریلوے کے حالات سے بہت متاثر ہوئے۔

ہماری ٹرین ۸ گھنٹے میں صبح کی نماز کے وقت دہلی ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ پاسپورٹ کلیئرنس اور سامان کی چیکنگ کے بعد ہم نے دہلی ریلوے اسٹیشن پر مختلف گروپس کی شکل میں فجر کی نماز آذان دے کر جماعت کے ساتھ پڑھی۔ اسٹیشن سے باہر نکلے تو چار بسیں ہم کو لینے کے لئے آئی ہوئی تھیں، تمام احباب چار بسوں میں اپنی اپنی سیٹ پر بیٹھ کر علاقہ پہاڑ گنج پہنچے۔ اس علاقے میں اکثر آبادی ہندوؤں کی ہے۔ یہاں پر ہمیں چار ہوٹلز میں جو کہ تھری اسٹارز تھے ٹھرایا گیا۔ اکثر احباب کو ڈبل بیڈ روم دیا گیا۔ ہوٹل کی صفائی، ایئر کنڈیشنز اور باتھ رومز وغیرہ نہایت ستھرے اور مناسب تھے۔ (لوڈ شیڈنگ کا تصور بھی ۹ دن میں نہیں کیا)۔ حضرت ڈاکٹر عبد السلام مد ظلہ اور عطاء اللہ خان صاحب ایک کمرے میں ٹھہرے۔ ساتھ والے کمرے میں مولوی عمار صاحب اور مولوی عبد الباسط صاحب تھے اور سامنے والے کمرے میں مولوی عثمان صاحب اور مولوی شاہد صاحب تھے۔ سامان رکھ کر فورا مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے، اور مشورہ میں طے پایا کہ ناشتہ کر کے پھر آرام کیا جائے۔ چونکہ ملحقہ آبادی ہندوؤں کی تھی، اس لئے کوئی مسلم کھانوں کا ہوٹل نزدیک نہیں تھا، اس لئے طے پایا کہ جامع مسجد دہلی کے سامنے کریم ہوٹل اور دیگر مسلم کھانوں کے ہوٹلز موجود ہیں، وہاں جا کر ناشتہ کیا جائے۔ چنانچہ رکشوں میں بیٹھ کر دہلی جامع مسجد پہنچے، ناشتے کے بعد جامع مسجد دہلی میں نفل نماز کے بعد تاریخی مسجد دہلی کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ دوران نفل میں نے محسوس کیا کہ ہر پتھر سے

قرآن مجید کی تلاوت کی آواز آرہی ہے۔

دہلی جامع مسجد کا معلوماتی کتبہ

یہ مسجد ۱۶۵۶ء میں شاہ جہاں بادشاہ نے تعمیر کروائی۔

(۱) وہاں کی متولی حضرات سے معلوم ہوا کہ اس کی تعمیر کے دوران ہر پتھر اور اینٹ رکھتے وقت ایک ختم قرآن کیا جاتا تھا۔

(۲) مسجد کی تعمیر میں پانچ سال اور چار ماہ کا عرصہ لگا۔

(۳) اس وقت مزدور کی یومیہ اجرت ایک پیسہ اور مستری کی یومیہ اجرت دو پیسہ تھی۔

(۴) اس مسجد کی مزدوری کی کل لاگت دس لاکھ روپیہ تھی۔

(۵) چونکہ مسجد کے سامنے لال قلعہ تھا، اس لئے شاہ جہاں بادشاہ کے حکم پر مسجد کے منبر کو دربار ہال سے ۱۵ فٹ اونچا رکھا گیا۔

(۶) مسجد کی تعمیر مکمل ہونے پر مشورہ سے طے پایا کہ جتنی شاندار تعمیر ہوگی، اتنے ہی اچھے اوصاف والا امام مقرر کیا جائے۔

(۷) چنانچہ اس کا پہلا امام بخارا (ثمر قند) سے امام بخاریؒ کی اولاد سے مقرر ہوا، اور آج اس کی ۱۳ ویں نسل سے امام ہے۔

(۸) امام کی وقعت: شاہی مسجد کے امام بڑے اوصاف کے مالک ہیں، اور وہی بادشاہوں کی رسم تاج پوشی بھی کیا کرتے تھے۔

اس کے پہلو میں ابو الکلام آزادؒ مدفون ہیں۔

اس کے بعد لال قلعہ جانے کے لئے تھوڑی دور چلے ہی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور وہاں سے ہی رکشوں میں بیٹھ کر ہوٹل پہنچے۔

ہوٹل پہنچنے کے بعد آرام کیا، اور باقی نمازیں اذان دے کر ہوٹل میں باجماعت ادا کیں۔ دوسرے دن ہوٹل والوں کے ذریعے سے ٹیکسی لے کر ہم بستی نظام الدین پہنچے۔ بنگلہ والی مسجد میں داخل ہوتے ہی وہاں کی سادگی نورانیت عیاں تھی، عجب قسم کا سماں، چھوٹی سی ۴،۵ منزلہ عمارت جہاں سے اللہ تعالی نے دنیا کے لئے رشد وہدایت کے چشمے جاری فرما دیئے۔ ایک چھوٹا سا برآمدہ جس میں بمشکل ۶۰۔۷۰ آدمی آسکتے ہیں، بیرون مہمانوں کے لئے مختص تھا۔ وہاں پر کھاتے، رہتے اور نماز پڑھتے تھے۔ عجیب قسم کی سادگی، جاذبیت نظر، کھانے میں سادگی لیکن علم وعمل میں حکمت وبصیرت عیاں تھی۔ ظہر کی نماز وہاں ادا کی اور دوپہر کا کھانا وہاں مرکز میں کھایا۔ اور عصر کے وقت ہوٹل کے لئے روانہ ہوئے۔

ہوٹل پہنچ کر آرام کیا اور تمام نمازیں صبح تک ہوٹل کے برآمدے میں اذان دے کر باجماعت ادا کیں۔ اگلے دن صبح کی نماز پڑھ کر مرکز کے لئے روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو مولانا سعد صاحب مدظلہ کا بیان جاری تھا۔ بڑا تفصیلی بیان جو کہ تقریبا تین گھنٹے سے زیادہ دیر تک جاری رہا۔ بیان کے بعد ناشتہ مرکز میں کیا اور پھر اکابرین سے ملاقات کی ترتیب کی معلومات کیں۔ مرکز میں دوماہ کی ترتیب کے مقیم ایک نوجوان جناب راشد صاحب نے بہت نصرت اور رہنمائی فرمائی اور مرکز کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ اس نوجوان کا تعلق کاندھلہ سے تھا اور ساتھ ہی اکابرین سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔

سب سے پہلے ملاقات مولانا زبیر الحسن سے کرائی جو جلدی میں تھے، اور ایک جوڑ کے سلسلہ میں سفر پر جارہے تھے۔ اس کے بعد مولانا احمد لاٹ صاحب سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے بڑی خوشی اور مسرت کے جذبات کے

اظہار کے طور پر فرمایا کہ آپ کو تو چادر چڑھانے کے بہانے سے ہندوستان مل گیا، لیکن ہمارے لئے پاکستان جانے کی ترتیب میں کافی مشکلات ہیں۔ کافی دیر تک حضرت کے ساتھ رہے اور رائے ونڈ مرکز اور پاکستان میں کام کی ترتیب کے متعلق اور اکابرین کی خیریت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس کے بعد مولانا ابراہیم دیولہ صاحب سے ملاقات کے دوران ان سے نصیحت کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا: کام میں ثابت قدمی اور اعتدال کو نہ چھوڑا جائے۔ آپ کافی شفقت سے پیش آئے۔ اس کے بعد میاں جی عبدالرحمن صاحب سے ملاقات ہوئی، میاں جی عبدالرحمن نے احقر سے تکوینیات کے حوالے سے کچھ باتیں کیں۔ اور ساتھ ہی بیٹھے سعید صاحب (انگریزی میں بیرون ملک کے مہمانوں سے بات کر رہے تھے) سے ملاقات ہوئی، اور پھر مغرب کے بعد دو احباب مولانا عمار صاحب اور مولانا شاہد علی صاحب نے اجازت لے کر مرکز میں قیام کیا اور مغرب کو ہوٹل واپس ہوئے۔

چونکہ ہندوستان کا ویزا بسلسلہ عرس امیر خسروؒ تھا، اس لئے اگلے دن امیر جماعت جو کہ حکومت کی طرف سے گروپ لیڈر تھے، اطلاع دی کہ آج کی تمام باقی مصروفیات کو موئخر کیا جائے اور تمام گروپ عرس میں شرکت کے لئے جائے گا۔

چنانچہ سرکاری طور پر چار بسوں میں تمام احباب شرکت کے لئے امیر خسروؒ کے دربار پر جو کہ نظام الدین میں ہے روانہ ہوئے۔ بسوں سے اتر کر جلوس کی شکل میں مزار کے لئے روانہ ہوئے۔ ایک خاص گروپ جنہوں نے مزار پر جو چادریں چڑھانی تھیں، ہاتھ میں لئے ہوئے اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے مزار کے احاطے میں پہنچے، جہاں ڈھول کی تھاپ پر قوالی جاری تھی، گروپ لیڈر

محمد جمیل صاحب چادر چڑھانے مزار کے اندر تشریف لے گئے۔ بعض احباب کو قبر پر سجدہ ریز دیکھ کر حیرانگی ہوئی اور ان کی کم فہمی پر بڑا رنج ہوا۔

احقر نے خود دور متولی کی بیٹھک میں بیٹھ کر ایصال ثواب اور مراقبہ فرمایا، تمام پروگرام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا، اور پھر تمام گروپ واپس بسوں میں بیٹھ کر نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مزار کے لئے روانہ ہوئے۔

جب مزار پہنچے تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کی، اور پھر مزار پر حاضری دی۔ (تفصیل کتاب اولیائے پاک وہند کے صفحہ ۹۹ پر ہے)۔

مراقبہ اور ایصال ثواب کرنے کے بعد پورا گروپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضری دینے کے لئے روانہ ہوا۔

(تفصیل کتاب صفحہ: ۳۸ پر ہے)۔

نماز ظہر مسجد میں باجماعت ادا کی اور پھر مزار پر مراقبہ اور ایصال ثواب کے بعد ہوٹل پہنچے۔

اگلے دن ایک مسلمان ڈرائیور چاچا کلیم ملے، بڑی شفیق اور ملنسار تھے، ان کی گاڑی پر مختلف مزارات پر حاضری کے لئے روانہ ہوئے۔ اور سب سے پہلے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ محلہ قصاباں پہنچے۔ (تفصیل کتاب صفحہ: ۱۲۱ پر ہے)۔

ایصال ثواب اور مراقبہ کے بعد ہم ترکمان گیٹ چتلی قبر گئے، جہاں نقشبندی سلسلے کے چار اکابرین: حضرت مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ، حضرت احمد سعیدؒ اور حضرت ابوالخیر دہلویؒ مدفون ہیں۔ حاضری دی، ایصال ثواب اور مراقبہ کے بعد اس کے متولی جناب حضرت احتشام صاحب سے

ملاقات ہوئی اور انہوں نے اکرام کیا، اور عصر کو ہوٹل واپس پہنچے۔

اگلے دن چاچا کلیم ڈرائیور کے ساتھ ہم پسندیاں گئے، جہاں پر محدثین مدفون ہیں، جن میں حضرت شاہ عبد الرحیم محدث دہلویؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبد العزیزؒ، شاہ عبد الرؤفؒ شاہ عبد الغنیؒ، اور شاہ عمرؒ جو کہ فرزند ہیں شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جنھوں نے پاکستان کے علاقے بالاکوٹ میں انگریزوں کے خلاف جنگ میں جام شہادت نوش کیا، مدفون ہیں، اس خاموش بستی محدثین میں مراقبہ اور ایصال ثواب کے خاص انوارات عیاں تھے۔ اس کے ساتھ ہی جمعیت علماء اسلام ہند کے جنرل سیکرٹری عزیز قاسمی صاحب سے ملاقات ہوئی، اور انہوں نے بھی بڑا اکرام کیا اور کافی دیر تبادلہ خیال رہا۔

مزار پر حاضری کے بعد ساتھ ہی ملحقہ مدرسے کے منتظم مفتی عزیز الرحمن صاحب نے طالب علم بھیج کر ہمیں ملاقات کے لئے مدعو کیا ان کے ذمے فتاوی کا کام ہے۔ اور ساتھ ہی ایک کتاب جو کہ تکمیل کے مراحل میں تھی، اہل حدیث والوں نے جن احادیث پر ضعیف ہونے کا الزام لگایا ہے، اس کے جواب میں، صحیح روایات کی روشنی میں اس الزام کا رد کیا گیا ہے جو کہ جلد شائع کر دی جائے گی۔

اگلے دن جمعہ کا دن تھا، جمعہ ہم نے دہلی کی جامع مسجد میں ادا کیا۔ الحمد للہ! تقریبا ۸۰۔۹۰ ہزار کا مجمع تھا، نماز سے پہلے مولانا صاحب نے تفصیلی بیان کیا، جس میں خاص کر مسلمانوں کی مذہبی آزادی کا پہلو نمایاں تھا۔

یاد رہے کہ امام بخاریؒ خاندان کا جو خطیب بخارا سے منگوایا تھا، آج کل اس کی تیرہویں پشت سے امام ہے۔ خطیب صاحب نے فرمایا کہ: جب ساتویں پشت کا امام تھا، اس وقت مولانا ابو الکلام آزادؒ وزیر تعلیم تھے، (جو کہ جامع مسجد

دہلی کے پہلو میں آسودہ خاک ہیں)۔امام صاحب نے ان کو مدعو کیا اور ان سے مسجد کی مالی امداد کی بات کی، تو امام صاحب نے بیان میں فرمایا: مولانا ابو الکلام آزادؒ صاحب نے ذاتی حیثیت میں دس ہزار روپے دینے کے بعد مشورہ دیا کہ یہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اسی کے حکم سے تعمیر ہوئی اور تمام انتظامات اللہ تعالی ہی فرمائیں گے۔تو کہنے لگے: آج تیرہویں پشت چل رہی ہے اور مسجد کا تمام کام اللہ تعالی کے حکم، بغیر سرکاری معاونت کے اچھی طرح چل رہاہے اور آج ہم ببانگ دہل حکومت کی زیادتیوں کی نشان دہی کرتے ہیں اور اپنے حقوق کے لئے ہر فورم پر بات کر سکتے ہیں۔جونہی امام صاحب نے بیان ختم کیا، ہماری جماعت تیسری صف میں بیٹھی تھی، امام صاحب دوڑے ہوئے احقر کے پاس آئے اور معانقہ کے بعد پکڑ کر پہلی صف میں ساتھ لے گئے اور نماز کے بعد تبادلہ خیالات کے بعد اپنا تعارفی کارڈ دیا۔یہ مولانا جمال الدین عالی صاحب مفسر قرآن جامع مسجد دہلی تھے۔نماز جمعہ کے بعد شاہی مسجد کے ساتھ ہی ایک باغ والی مسجد میں نماز عصر ادا کی۔وہاں کے امام صاحب نے بڑا اکرام کیا، اور دوران گفتگو دیوبند جانے کی خواہش ظاہر کی۔امام صاحب بڑے ملنسار تھے۔ایک مسجد کے مؤذن کی ڈیوٹی لگائی کہ صبح سویرے وہ آپ کو بزریعہ ٹرین دیوبند لے جائیں گے اور جب ہوٹل پہنچے، تو معلوم ہوا کہ بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں اکابرین نے اکرام کے لئے ہفتے کی دوپہر بلایا ہے۔چنانچہ مؤذن صاحب کا شکریہ ادا کر کے پروگرام کی منسوخی کا بتایا۔صبح مرکز جانے سے پہلے میں اور عطاء اللہ صاحب، ابو الکلام آزاد میڈیکل کالج گئے، جہاں پر پیتھالوجی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ نے بڑا پرتپاک استقبال کیا، اور چائے پلانے کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب کو لیبارٹریز کی بریفنگ کے لئے کہا، انھوں نے تمام کمروں میں جہاں جہاں ٹیسٹ ہوتے

ہیں، بریف کیا اور واپسی پر پروفیسر صاحب نے اپنی تصنیف شدہ کتاب گفٹ کی۔

اس کے بعد وہاں سے نظام الدین مرکز پہنچے، جہاں اکابرین نے برا اکرام کیا۔ عصر کی نماز مرکز میں ادا کی، اور پھر مولانا سعد صاحب سے، جو کاندھلہ سے واپس تشریف لا چکے تھے، مصافحہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور ساتھ ہی مولانا الیاسؒ اور مولانا محمد یوسفؒ کی قبور کی زیارت کی اور انوارات مشاہدہ کئے، اور مغرب کو وہاں سے واپس ہوٹل پہنچے۔

چونکہ واپسی میں ایک اتوار کا دن باقی تھا، اس لئے اسی دن بازار گئے اور شام کو لال قلعے کی سیر کی۔

نہایت عمدہ تھا اور صفائی بھی اچھی اور کافی سیاح اندر موجود تھے، واپسی پر لال قلعے کے مرکزی دروازے پر مغرب کی اذان کا وقت تھا، فوراً اذان دی اور نماز پڑھنے کے لئے صف بندی کر رہے تھے کہ ۱۰۔۱۲ نوجوان طالب علموں نے انتظار کے لئے اشارہ کیا، اور جب وہ پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ بہار کے رہنے والے ہیں، اور یہاں دہلی کے مدرسے میں علم حاصل کر رہے ہیں، میں نے انہی کو جو اچھی تلاوت کر سکے، امامت کے فرائض کے لئے کہا، اور ایک طالب علم نے بڑی اچھی تلاوت کر کے نماز پڑھائی، اور بعد میں ڈیوٹی پر موجود سکھوں کی موجودگی میں تمام امت کی ہدایت کے لئے دعا کی۔ طالب علم روتے رہے اور اشک بار آنکھوں سے رخصت کیا۔ ان میں سے ایک طالب علم نے احقر سے لطیفہ قلب پر ضرب لگانے کے لئے کہا تو کھڑے کھڑے لطیفہ قلب پر اسم ذات کی ضرب لگا دی۔ شام کو ہوٹل پہنچے، چونکہ اگلی صبح واپسی تھی، اس لئے رات کو رخت سفر باندھنے کی ترتیب بنائی۔ صبح ۱۰ بجے کے قریب بسیں پہنچ گئیں اور تقریباً ۱۱ بجے دہلی ریلوے اسٹیشن سمجھوتہ ایکسپریس کے انتظار میں رہے۔ رات

عشاء کے بعد اٹاری سے ہوتے ہوئے لاہور (واہگہ بارڈر) پہنچے۔ واہگہ بارڈر پر طویل انتظار کرنا پڑا، مگر پھر بھی شام کو پرائیویٹ گاڑی کے ذریعے ڈائیوو اڈا لاہور پہنچے، اور رات ۱۱ بجے ایبٹ آباد کے لئے روانہ ہوئے، اور اگلی صبح بخیریت ایبٹ آباد پہنچے۔

دہلی میں جن زیارات پر فاتحہ پڑھی، مناسب ہے کہ اس موقع پر ان کے بارے میں یا ان کے کچھ ملفوظات سے قارئین کو مستفید کیا جائے۔

(۱) سلطان الشعراء حضرت خواجہ ابو الحسن امیر خسرو دہلوی رحمہ اللہ

ابو الحسن نام اور امیر خسرو تخلص تھا۔ ان کے والد بلخ (ترکستان) کے امراء میں سے تھے۔ سلطان التمش کے دور حکومت میں ان کے والد ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے، ۹ برس میں یتیم ہو گئے، نانا نے تربیت کی، تھوڑے ہی عرصہ میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے۔ آپ کا سارا خاندان، جبکہ آپ ۹ برس کے تھے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بیعت ہوا۔ شعر وشاعری سے فطری لگاؤ تھا، طوطی ہند کا لقب پایا۔

اگرچہ آپؒ بظاہر بادشاہوں اور امراء کے ہم جلیس تھے، لیکن ان کے دن رات عبادت وریاضت سے بھرے ہوئے تھے۔ آپؒ ہر رات تہجد کے وقت قرآن کریم کے ۷ پارے نہایت ترتیل سے پڑھتے اور اکثر روزے سے رہتے۔ ۴۰ سال تک صائم الدہر رہے۔ ایک دن شیخ نے حالات پوچھے، فرمایا: جب تہجد کے لئے بیدار ہوتا ہوں تو خود بخود گریہ (رونا) طاری ہو جاتا ہے۔ شیخ نے فرمایا: الحمد للہ! اب کچھ ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ آخر میں تو عشق الٰہی کی

ایسی سوزش ان میں پیدا ہوگئی تھی کہ جب لباس پہنتے تو سینے کے پاس کا کپڑا جل جاتا تھا۔ چنانچہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ پاک نے مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ تو میں عرض کروں گا کہ: اس ترک کے سینے کی سوزش لایا ہوں۔

ایک دفعہ ایک فقیر حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں سوالی بن کر آیا۔ اتفاق سے اس روز حضرتؒ کے پاس دینے کو کچھ موجود نہ تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا: انتظار کرو، آج جو کچھ آئے گا وہ سب تمہارا ہے! لیکن اتفاق سے اس روز بھی کچھ نہ آیا۔ کل کا شرطیہ وعدہ کیا۔ دوسرا روز بھی خالی گیا۔ آخر نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے پاؤں کی جوتیاں دے کر درویش کو رخصت کیا، وہ جوتیاں لے کر باہر نکلا، راستے میں امیر خسروؒ سے ملاقات ہوگئی، پیرومرشد کی خیریت دریافت کی، درویش نے کہا: حضرت خیریت سے تھے۔ امیر خسروؒ متفکر کھڑے تھے فورا بول اٹھے: مجھ کو تجھ سے شیخ کی بو آتی ہے! شاید ان کی کوئی چیز تیرے پاس ہے۔ درویش نے کہا: شیخ نے مجھے اپنی جوتیاں صدقے میں دی ہیں، ان کے پاس دو دن سے دینے کو کچھ نہ تھا۔ امیر خسروؒ بے تاب ہوگئے، فقیر سے کہا: ان کو فروخت کرتے ہو؟ وہ فوراراضی ہوگیا، آپؒ نے فوراپانچ لاکھ روپے جو کہ بادشاہ وقت نے ایک قصیدے کے صلے میں انعام کے طور پر دیئے تھے، درویش کو دے دیئے اور شیخ کے نعلین سر پر رکھے ہوئے شیخ کی خدمت میں پہنچے، اور عرض کیا: فقیر نے ۵ لاکھ روپے پر جوتوں کا سودا کرلیا، اگر تمام مال وجان بھی ان کے بدلے طلب کرتا تو میں سب دے کرلے لیتا۔

دلّی میں اپنے شیخ کی وفات کے وقت حضرت امیر خسروؒ دہلی سے بہت دور سلطان غیاث الدین تغلق کے ہمراہ بنگال گئے ہوئے تھے۔ شیخ کی وفات کی

خبر سن کر فوراً دہلی پہنچے اور شیخ کی قبر پر حاضری کے وقت ایک چیخ ماری اور فرمایا: تعجب ہے کہ آسمان زمین میں چھپ جائے اور خسرو زندہ رہے! یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد باقی زندگی میں دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ شیخ کی جدائی کے غم میں چھ مہینے بعد ۸ شوال ۷۸۶ھ میں انتقال کر گئے۔ حضرت شیخؒ نے زندگی میں پیش گوئی کی تھی کہ امیر خسروؒ میرے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں گے۔ وصیت کی کہ ان کے انتقال کے بعد ان کو میرے پہلو میں دفن کیا جائے۔ فرمایا: وہ میرا رازدان ہے اور میں اس کے بغیر جنت میں قدم نہ رکھوں گا۔ ایک مرتبہ فرمایا تھا: اگر شریعت میں اجازت ہوتی تو میں امیر خسروؒ کو اپنے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کرتا۔ شیخ کی وصیت کے مطابق ان کا مزار نظام الدین اولیاءؒ کے مزار کے بالکل متصل ہے۔

امیر خسروؒ بہت بڑے اہل قلم اور بے بدل شاعر تھے۔ انہوں نے ۹۹ کتابیں لکھیں۔ آپؒ کے اشعار کی مجموعی تعداد ۵ لاکھ تھی۔ آپؒ نے شیخ کے کہنے پر سب سے پہلے اردو کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے علاوہ درویش کامل اور شیخ طریقت تھے۔ اگرچہ آپ کا بظاہر بادشاہوں سے تعلق تھا، لیکن صورت اور سیرت میں آپؒ ولی تھے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے آپ کو اقلیم شاعری کا تاجدار کہا ہے۔ آپ دل یارول تے ہتھ کارول کا مصداق تھے۔ آپ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ فنا فی الشیخ کے مقام پر فائز تھے۔ اور آپ نے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفی ﷺ کا امتی ہو کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی صفات کو اپنایا جو کہ بیک وقت نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔

----

(۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ

اسم گرامی محمد ہے، آپؒ کے مختلف القابات ہیں، جس میں محبوب الٰہی، سلطان الاولیاء، سلطان المشائخ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے لاہور آیا تھا۔ آپؒ کا تعلق سادات سے ہے، اور پندرہ واسطوں سے آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپؒ ۵ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ آپؒ کی تربیت آپؒ کی والدہ سیدہ زلیخا نے کی، آپؒ نے تھوڑے عرصے میں قرآن یاد کر لیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے آپؒ والدہ کے ہمراہ دہلی آئے اور مولانا شمس الدینؒ اور مولانا کمال الدین زاہدؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ یہ دونوں علماء بادشاہ وقت حکمران بلبن کی نظر میں صاحب قدر تھے۔

باطنی علم کے لئے آپ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں اجودھن (پاک پتن) حاضر ہوئے۔ شیخ کی خدمت میں حاضری پر شیخ نے آپؒ کے سر پر اپنی کلاہ چارتر کی رکھ دی۔ شیخ کی صحبت میں چند ہی روز میں غیر معمولی عبادت اور ریاضت کی برکت سے راہ سلوک میں کمال حاصل کیا۔ حضرتؒ کو اپنے شیخ سے بہت محبت تھی، اس لئے اکثر و بیشتر دہلی سے پاک پتن (اجودھن) تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار شیخ نے اپنے عزیز مرید کے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا کی کہ الٰہی! میرا یہ مرید تجھ سے جو کچھ مانگے، اسے عطا فرما۔ شیخ کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہوئی، اس لئے آپ محبوب الٰہی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آخری بار جب اجودھن شیخ سے ملنے تشریف لے گئے تو واپسی پر شیخ نے درد بھرے لہجے میں کہا: شاید آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو، میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بخت بنائے، ان شاء اللہ! تم ایسا درخت بنو گے جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام پائے گی۔ شیخ نے مرید کو رخصت کرتے

وقت چند نصیحتیں کیں:

(۱) ہمیشہ مجاہدے میں مشغول رہنا۔

(۲) شاگردوں کو تعلیم دینا۔

(۳) دنیا کی تمام تر خواہشوں کو ترک کر دیناُ

(۴) خلوت نشین بننا، اور خلوت نشینی میں طرح طرح کی عبادات سے معمور رہنا۔

حضرتؒ کے ملفوظات

فرمایا: جب سالک عبادت اور ریاضت کا آنا ذکر کرتا ہے تو اس کے نفس پر گرانی محسوس ہوتی ہے، لیکن جب صدق دل سے اس کو جاری رکھتا ہے تو اللہ تعالی کی طرف سے اس کو توفیق ہوتی ہے، اور اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ علم دین سے انسان لوگوں میں ہر دلعزیز ہوتا ہے، اور عمل سے خداوند کریم کے نزدیک عزیز اور گرامی قدر ہو جاتا ہے۔ فرمایا: سالک میں چار چیزوں سے کمال پیدا ہوتا ہے: (۱) کم کھانا، (۲) کم بولنا، (۳) کم سونا، (۴) لوگوں سے میل جول کم رکھنا۔

فرمایا: مؤمن کے دل کو ستانا، اللہ کو تکلیف پہنچانا ہے۔ فرمایا: درویش کو جب کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کے دل سے کسی حال میں بھی بد دعا نہ نکلے۔

فرمایا: وہی لوگ مشائخ ہیں، جن کے ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں۔

نماز جمعہ کے بارے میں فرمایا کہ مسافر اور مریض کے علاوہ اگر کوئی شخص ایک جمعہ کی نماز میں شرکت نہیں کرتا تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے، اگر دو جمعے شرکت نہ کرے تو دو سیاہ نقطے پڑ جاتے ہیں، اور تین

جمعے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

وفات سے کچھ دن پہلے خواب دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں: نظام الدین! تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔ اس خواب کے بعد سے آپؒ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی، اور سفر آخرت کے لئے بے چین رہنے لگے۔ وفات سے ۴۰ دن پہلے کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا، وصال کے روز لنگر خانے اور اس کے جتنی چیزیں تھیں سب غرباء، مساکین میں تقسیم کر دیں، صبح کی نماز پڑھی اور طلوع آفتاب کے وقت یہ علم وعمل اور صدق و وفا کا پیکر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔

---

(۳) حضرت محمد نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ

حضرتؒ کا اسم مبارک محمود تھا، نصیر الدین محمود گنج چراغ لقب تھا، والد ماجد کا نام سید یحیٰ تھا۔ آپؒ کا تعلق حسینی سادات سے ہے۔

آپؒ کا خاندان خراسان سے ہجرت کر کے ہندوستان آیا۔ اور لاہور مقیم ہوا۔ لاہور سے آپؒ کے والد اودھ چلے گئے۔ ۹ برس کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ والدہ عابدہ اور زاہدہ تھیں، حضرتؒ کی تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری والدہ نے نبھائی۔ والدہ کے اثر سے بچپن سے پکے نمازی تھے، تعلیم قاضی محی الدین کاشانی، مولانا عبد الکریم شیروانی اور مولانا افتخار گیلانی سے حاصل کی۔

کم سنی میں ہی ریاضت و مجاہدہ کے شوقین تھے، اکثر روزہ رکھتے تھے، جنگل میں جا کر عبادت کرتے تھے، افطار سنبھالو کے پتوں سے کرتے تھے، ایک ولی کامل کے ساتھ مسلسل ۸ سال تک نماز با جماعت ادا فرمائی۔

تحصیل علم کے بعد اللہ کا نام سیکھنے کا شوق ہوا۔ ۴۳ سال کی عمر میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؒ سے بیعت کے بعد پیر و مرشد کی صحبت میں رہنے لگے۔ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ دس دس دن تک لگاتار روزے رکھتے، درمیان میں کچھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ حضرتؒ سے باطنی علم حاصل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں ظاہری علوم کی طرح باطنی علوم کی تکمیل کی۔ آپ جنگل میں عبادت و ریاضت جاری رکھنا چاہتے تھے، لیکن شیخ نے مخلوق خدا کے درمیان رہ کر اور لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کر کے ریاضت و عبادت کرنے کا مشورہ دیا۔

مرشد سے بے حد محبت و عقیدت تھی، مرشد کی تکلیف کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ کی خانقاہ میں ایک سالک آکر مقیم ہوئے، وہ رات کو نماز کے لئے اٹھے تو صحن میں کپڑے رکھ کر وضو کرنے لگے، واپس آئے تو کپڑے غائب تھے، بڑے پریشان ہوئے، تلاش میں شور مچانے لگے، حضرت شیخ نصیر الدینؒ ایک کونے میں عبادت میں مصروف تھے، شور سن کر جلدی سے آئے اور اپنے کپڑے اتار کر اس آدمی کو دے دیئے، تاکہ شور کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی عبادت میں حرج نہ ہو۔

ایک بار ارشاد فرمایا: اگر کوئی طریقت میں داخل ہوتا ہے تو اس کو چاہیے کہ آستین چھوٹا کرے، دامن کو تھوڑا سا اونچا کرے اور اپنے سر کو منڈھائے۔ آستین کم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنا ہاتھ کاٹ دیا ہے، اب اس کو مخلوق کے سامنے نہیں پھیلائے گا۔ دامن اونچا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی بات خلاف شرع نہ ہوگی۔

حضرتؒ اپنی مجالس زیادہ تر قرآن حکیم اور حدیث شریف کی تعلیم پر

گفتگو کرتے تھے۔ایک مرتبہ فرمایا:لوگوں نے قرآن کریم اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے،اس لئے حیران وپریشان ہیں۔

فرمایا: مسلمان کے ایمان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے، جو خدا اور رسول نے فرمایا:اس کی متابعت کرے،اور جس سے منع کیا گیا ہے،اس کو چھوڑ دے۔

فرمایا:سالک کے لئے تین قسم کا غسل ضروری ہے:

(۱) غسل شریعت: جسم سے ناپاکی کو دور کرنا۔

(۲) غسل طریقت: خلوت دار انجمن اختیار کرنا۔یعنی لوگوں میں رہتے ہوئے تنہائی میں رہنا۔

(۳) غسل حقیقت:یعنی توبہ باطن کرنا۔

فرمایا: قرآن کریم کی تلاوت کے دو فائدے ہیں (۱) آنکھ کی بینائی کبھی کم نہیں ہوتی،(۲)امراض چشم سے محفوظ رہنا۔

آپؒ نے فرمایا:سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ آدمی کسی کے دل کو راحت پہنچائے۔

(۴) حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ

بختیار نام ہے، اور قطب الدین لقب۔خواجہ کاکی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپؒ حسینی سادات میں سے ہیں۔ڈیڑھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے، والدہ ماجدہ نے تعلیم وتربیت کا فرض انجام دیا۔چونکہ آپ پیدائشی ولی تھے،اس لئے والدہ نے نیک صالح بزرگ ابوالحفص کے پاس ظاہری وباطنی علم کے لئے بھیج دیا۔آپؒ نے سلوک کے مراحل شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، شیخ واحد

الدین کرمانیؒ اور شیخ معین الدین سنجریؒ کی مجالس میں طے کئے۔ اور ۱۷ سال کی عمر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے آپؒ کو خلافت دی۔

ایک روز پڑوسی بقّال کی بیوی نے حضرت خواجہؒ کی اہلیہ کو طعنہ دیا اور انہوں نے آپؒ سے شکایت کی، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: آئندہ سے قرض نہ لیا کرو، میرے اسی مصلے کے نیچے تمہیں ضرورت کے مطابق کاک (روٹیاں) مل جایا کریں گی۔ ایک زمانے تک آپؒ کے خاندان کا گزارہ ان روٹیوں سے چلتا رہا، اور اسی وجہ سے آپؒ کاکی کہلائے۔

آپؒ، حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت و عشق میں ہر وقت سرشار رہتے، آپؒ ہر رات ۳۰۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ اپنی مجلس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث بیان فرماتے اور اتباع سنت کی تلقین فرمایا کرتے۔ فرمایا کہ: مجھے قرآن کریم حفظ نہ ہوتا تھا، اور میں اس کے حفظ کی دلی تمنا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خواب میں زیارت ہوئی، میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سورہ یوسف پڑھنے کی تاکید فرمائی، میں نے سورہ یوسف پڑھنا شروع کی، تھوڑے ہی عرصے میں مجھے پورا قرآن کریم حفظ ہو گیا۔

فرمایا: سالک کو کھانا کم کھانا چاہئے، اگر وہ پیٹ بھرنے کے لئے کھاتا ہے تو وہ نفس پرست ہے، کھانا صرف اس لئے ہے کہ بندے میں عبادت کی قوت قائم رہے۔ اس کے لباس میں تزئین و آرائش نہ ہو، اگر وہ دکھانے کے لئے لباس پہنتا ہے تو وہ راہ سلوک سے بہت دور ہے۔ حضرت بایزید بسطامی نے ۷۰ سال تک خداوند کریم کی عبادت کی، جب مقام قرب آیا تو صرف اس وجہ سے قرب خداوندی حاصل ہوا کہ ان کے پاس جو کوزہ اور خرقہ تھا اس کو پھینک دیا۔ سالک وہ ہے جو ہر وقت محبت الٰہی میں غرق رہے، اور حالت تحیر و سکر میں

اس کی یہ کیفیت ہو کہ اس کے سینے میں زمین و آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اس کو خبر نہ ہو۔

فرمایا: شریعت کی پابندی سالک کے لئے لازم ہے، خواہ حالت سکر میں ہو یا ہوش میں، دونوں حالتوں میں شریعت کی پابندی لازمی ہے۔ آپؒ زیادہ عرصہ تک حالت سکر میں رہے، لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔

فرمایا: سالک کے لئے یہ لازم ہے کہ اپنے اسرار کو پوشیدہ رکھے، اپنا راز کسی سے نہ کہے، جو شخص کامل ہوتا ہے وہ کبھی اپنے دوست کے راز کو فاش نہیں کرتا۔ منصور حلاج عارف کامل نہ تھے، کیونکہ انہوں نے دوست کے راز پنہاں کو ظاہر کر دیا تھا۔

(۵) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ

حضرت خواجہ باقی باللہ ۹۷۱ھ میں کابل میں پیدا ہوئے، آپؒ کے والد قاضی عبدالسلام صاحب اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم وفاضل تھے۔ پانچ سال کی عمر میں والد محترم کی نگرانی میں ظاہری علوم کی تعلیم شروع کر دی۔ آپؒ نے مولانا صادق رحمہ اللہ سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کئے، اپنے استاذ کے ہمراہ کابل سے ماوراء النہر تشریف لے گئے، وہاں پر آپؒ نے اور جلیل القدر علماء سے استفادہ کیا۔ نو عمری میں آپ کا شمار بڑے صلحاء میں ہونے لگا۔

علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ نے راہ سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کیں۔ اس مقصد کے لئے آپ ماوراء النہر سے ہندوستان تشریف لائے۔ اس زمانے میں ہندوستان کو اللہ والوں کے معاملے میں ساری دنیا

میں شہرت وعزت حاصل تھی۔ آپؒ نے ہندوستان میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ، امیر عبد اللہ بلخیؒ، شیخ سمر قندیؒ اور حضرت شیخ بابا میوالیؒ (نقشبندی) سے فیض حاصل کیا۔

اس کے بعد آپؒ دوبارہ سمر قند اور ماوراء النہر کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ ایک روز مراقبے کے عالم میں دیکھا کہ حضرت خواجہ مکنگی سامنے کھڑے ہیں اور فرمارہے ہیں: اے فرزند! ہم تمہارے انتظار میں ہیں، ہمارے پاس جلدی آؤ! فوراً حضرت خواجہ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی ارادت میں داخل ہو کر مجاز بیعت ہو گئے۔ اپنے شیخ کی خدمت میں مزید قیام کا ارادہ تھا، لیکن شیخ نے واپس ہندوستان تشکیل کر دی اور فرمایا کہ: تمہاری ذات سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ خوب پھیلے گا۔ شیخ کی ہدایت پر واپس ہندوستان چلے گئے۔ پہلے لاہور میں قیام کیا، اس کے بعد دہلی میں قیام کا حکم ملا۔ آپؒ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے تھے، اور عشاء کی نماز کے بعد تہجد تک درود شریف پڑھتے رہتے تھے، اور بعد نماز تہجد ایک سو بیس بار سورہ یٰسؔ پڑھتے، اس کے بعد ذکر اسم ذات میں مصروف ہو جاتے۔ جب صبح ہوتی تو عرض کرتے: الٰہی! رات بہت مختصر تھی، جلدی گزر گئی۔ وضو تازہ کر کے دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھتے اور فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ۴۱ بار سورہ مزمل پڑھتے۔ نماز فجر باجماعت ادا کر کے اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے۔ اشراق کے نوافل کے بعد دس گیارہ بجے تک تلاوت قرآن پاک کرتے۔ اس کے بعد مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہو جاتے اور ان کی حاجتیں پوری کر کے پھر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کرتے۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک نوافل میں مشغول رہتے۔ عصر کی نماز سے کچھ پہلے حاضرین میں اصلاحی بیان کرتے، اور پھر عصر سے مغرب تک درود

شریف پڑھتے تھے۔ مغرب سے عشاء تک سالکین کی تربیت کرتے۔

آپؒ بہت فیاض تھے ۔حضرت خواجہؒ اخلاق عظیم سے مالا مال تھے۔ایک روز آپؒ کے بیٹے خواجہ محمد عبد اللہؒ حاضر ہوئے، ان کے ہاتھ میں آئینہ تھا، فرمایا: اس کو دیکھو! جب انہوں نے آئینے پر نظر ڈالی تو اس میں ایک بوڑھے آدمی کی شکل دیکھی جس کی داڑھی کے تمام بال سفید ہو چکے ہیں، خواجہ عبد اللہ لرز گئے، آپؒ مسکرائے اور کہا کہ: یہ نورالٰہی ہے کہ میری ریش پر نمودار ہوا۔

آپؒ جمادی الآخر کے مہینے میں ۱۰۱۲ھ کو عصر اور مغرب کے درمیان "اللہ، اللہ" کہتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

آپؒ ۱۴ شوال کو ۱۷۰۳ عیسوی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ ہندوستان کے صوبے اترپردیش کے ضلع مظفر نگر کے گاؤں پھلت کے رہائش پزیر تھے، آپؒ کے والد شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ کو سردار الاولیاء حضرت بختیار کاکی رحمہ اللہ نے خوشخبری سنائی کہ آپؒ کے ہاں ایک نیک صالح، پیدائشی ولی کی ولادت ہوگی، ان کا نام فقیر کے نام کے پیچھے قطب الدین احمد رکھا جائے۔ اس لئے والد نے ان کا نام قطب الدین احمد رکھا۔شاہ ولی اللہ کا لقب عوام الناس نے ان کو دیا۔اس لئے کہ ولی اللہ سے مراد اللہ رب العزت کے انتہائی قرب والا۔ حضرتؒ بہت زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔والد کی طرف سے ان کا نسب نامہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جا کر ملتا ہے، اور والدہ کی طرف سے وہ حضرت موسیٰ کاظم رحمہ اللہ سے منسلک ہیں۔ ان کے آباء واجداد میں حضرت شیخ شمس الدین مفتی برصغیر

کے صوبہ روتھک میں (مسلمانوں کی حکومت کے دوران) آباد ہوئے۔ ان کے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ دہلی میں اسلام کے مایہ ناز اور اعلیٰ پایہ کے مفتی فقہ اور محقق عالم تھے۔

پانچ سال کی عمر میں قرآن پاک پڑھنا شروع کیا، اور ۷ سال کی عمر میں قرآن پاک ختم کر لیا۔ اس کے بعد ایک سال کے عرصے میں فارسی اور عربی کی تعلیم مکمل کی، اس کے بعد انہوں نے صرف، نحو کی طرف توجہ کی، اور دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھنا شروع کی۔ پندرہ سال کی عمر میں تحصیل علم سے فارغ ہو گئے اور مدرس بن گئے۔ علم فقہ، منطق، حدیث، علم طب، الجبرا، ریاضی وغیرہ اپنے والد سے پڑھیں۔

علم سے فراغت کے بعد سلوک کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے والد سے اللہ کا نام سیکھا اور ۱۷ سال کی عمر میں تکمیل ہو گئی، اور والد صاحبؒ سے مجاز خلافت ہو گئے۔

۱۱۴۳ ہجری میں ۲۳ سال کی عمر میں حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے، وہاں پر شیخ ابو الطاہر محمد بن ابراہیم کردیؒ سے صحاح ستہ پڑھیں، وہاں سے مکہ مکرمہ آئے، دوسرا حج کیا، اور مکہ مکرمہ میں شیخ وفاد اللہ مالکی (المکی) سے مؤطا امام مالک پڑھی، اور شیخ تاج الدین حنفی سے صحاح ستہ پڑھیں۔ ۱۱۴۵ ہجری میں حرمین میں ۱۴ مہینے کے قیام کے بعد واپس ہندوستان آئے، اس دوران انہوں نے دو حج کئے اور حرمین شریفین کے علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ ۱۱۷۶ ہجری (۲۰ اگست ۱۷۶۲ عیسوی) میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے چار بیٹے: شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین، شاہ عبد القادر اور شاہ عبد الغنی تھے، انہوں نے مدرسہ رحیمیہ کی بنیاد رکھی۔

(۷) حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ

آپؒ ۵۱۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۶۲۵ ہجری میں آپؒ کی وفات ہوئی۔ آپؒ کا نام محمد بن عطا ہے۔ آپؒ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے، آپؒ اگرچہ خواجہ قطب الدینؒ کے مصاحب تھے، لیکن سلسلۂ سہروردیہ سے آپ کو نسبت تھی۔ آپؒ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ قاضی حمید الدینؒ کی تصانیف بہت زیادہ ہیں۔ آپؒ کی گفتگو اکثر عشق و مستی کی زبان میں ہوتی تھی۔ آپؒ کی ایک مشہور تصنیف "طوالع شموس" ہے، جس میں آپؒ نے اسمائے الٰہی کی تشریح کی ہے۔ آپؒ علوم شریعت، طریقت و حقیقت میں کامل تھے۔

آپؒ کا مزار خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی پائیں میں ایک اونچے چبوترے پر ہے۔ آپؒ نے خواجہ قطب الدینؒ کے پائیں میں ان کی عظمت کے مدنظر ان سے اپنا مزار نیچے رکھنا چاہا، لیکن آپؒ کی اولاد کو یہ بات پسند نہ آئی اور انہوں نے آپؒ کے مزار کا چبوترہ خواجہ قطب الدینؒ کے مزار سے اونچا تعمیر کر دیا۔

آپؒ کی مشہور تصنیف "طوالع شموس" کے ابتدائی حصے میں اسم "ھو" کی تشریح کی گئی ہے، اتنے زیادہ معنی لکھے ہیں کہ ان کا دہرانا مشکل ہے۔ چند اہم نکات قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ حضرتؒ لکھتے ہیں کہ: "ھو" صرف اشارہ ہے اور اشارہ اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ مشار الیہ نظر آئے یا اس کی بابت کوئی اطلاع و خبر جاری ہو۔ اس صورت میں اللہ کا ہر فعل ایسا ہو گا کہ اسے دیکھ لیا جائے جیسے عرف عام میں کہتے ہیں اس نے کیا اور اچھا کیا۔ اور جس طرح حضرت ابرہیم علیہ السلام نے دو عالم سے روگردانی کرتے ہوئے

تمام ظواہر سے علیحدگی اور براءت کرلی تو "انی بریٔی مما تشرکون (میں تمہارے شریکوں سے علیحدہ اور بری ہوں) کہہ کر محبوب از جان وقلب کی جانب روئے دل متوجہ کیا جیسے کہ فرمایا ہے: "انّی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض" میں نے اس ذات کی جانب رخ کیا ہے جس نے زمین وآسمان بنائے ہیں۔

دو عالم سے علیحدگی کے بعد اپنی براءت اور پوری دوستی کے ساتھ انہوں نے اللہ کی جانب رخ کیا۔ لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا: آپ نے کس جانب رخ کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: الیٰ ربی الذی یطعمنی ویسقینی (اپنے پروردگار کی جانب وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے)۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام قال وحال دونوں حالتوں میں ایسے خلیل ہو گئے کہ انہوں نے صاف کہہ دیا: "انّی ذاہب الی ربی" میں اپنے رب سے ملنے جا رہا ہوں۔

حضرت ناگوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ دنیا کے تمام ذرے عالم سلوک میں اللہ ہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں، کیونکہ ہر ایک اپنے کمال کا خواہش مند ہے، اور کمال اس دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس لئے کہ اس نے ہر چیز کو عدم سے پیدا کیا، اور سب کو اپنے نور کی جانب متوجہ کیا۔ لوگوں نے کسی حکیم سے کہا: بتائیے! دنیا کے تمام ذرات کا رخ کس کی طرف ہے؟ تو حکیم نے جواب دیا: اس ہستی کی جانب جو تمام اشیاء کو وجود دیتا ہے۔ فرمایا: سنو اسم "ہو" ایک حرف ہے، اس میں جو حرف واؤ نظر آتا ہے وہ پیش کو کھینچ کر پڑھنے کے سبب پیدا ہوا ہے، اس لئے یہ پاک اسم اصل میں وحدتِ مسمّٰی کی دلیل ہے، اس کے سوا کسی دوسرے اسم میں ایسی مشابہت نہیں ہے۔

"ھوُ" وہ اسم اعظم ہے جس کے انوار کی تجلیات سے اللہ رب العزت کے خصوصی اسرار ظاہر ہوتے ہیں، چونکہ یہ اسم اشارہ ہے، اس لئے وضاحت کے لئے اسم اللہ کو اس کے ساتھ لگا دیا جو ہو اللہ ہو گیا۔

"ھُو" اسم اشارہ ہے جس کا رخ ہمیشہ مشار الیہ کی ذات کی طرف ہوتا ہے، اس کی عمدہ صفات پر اسم اشارہ کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لئے اللہ والے فرماتے ہیں: عشق ذات سے ہوتا ہے، صفات سے نہیں۔ اسم "ھُو" وہ اسم ذات ہے جو مطلق، معلوم اور مشتق نہیں ہے، مشتق وہ اسم ہے جو کہ غیر کے اشتراک سے خالی نہ ہو، اور جس چیز میں اشتراک غیر ہوتا ہے اس کی وحدت کی بنیاد اس کے ذریعے بلند و مضبوط نہیں ہوتی۔ تمام عارفین اس بات پر متفق ہیں کہ اسم ھوُ مشتق نہیں ہے اور وحدت کی وجہ سے مطلق بھی نہیں ہے۔ اس نسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم ھوُ ہی ہے مثلاً ہو ا اور خوشبو۔

حضرتؒ کا فرمان ہے کہ ہمیشہ "ھوُ" کہتے رہنا چاہئے، یہ منتہی اور سابق بالخیرات لوگوں کا کام ہے، جو ہزار جان سے اللہ کی عزت کے عاشق ہیں، کیونکہ اسم ھوُ اسم اللہ کا منتہا ہے، اس راز سے وہی واقف ہے جس کی جان اللہ کے عشق میں مستغرق ہے۔

(۸) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

حضرت شاہ ولی اللہؒ جب دار فانی سے رخت سفر باندھ کر عالم برزخ کے باسی ہو گئے، ان کے سانحہ رحلت کے بعد نوجوان عالم حضرت شاہ عبد العزیز کو ان کی جانشینی کا جامہ اور کلاہ پہنایا گیا، اگرچہ ان کی عمر اس وقت صرف سترہ برس تھی اور ان کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی تھی، لیکن عنفوان شباب پر اپنے

عظیم تر باپ کی مسند پر بیٹھنے کا موقع ملا اور دہلی کی جامع مسجد کے منبر پر رونق افروز ہو کر اپنی خطابت اور جرأت مندی کا اظہار فرمایا۔

تعلیم و تربیت

شاہ ولی اللہؒ کی وفات کے بعد سب سے پہلے شاہ عبد العزیزؒ کی تعلیم کی طرف توجہ دی گئی اور فقہ میں ان کی تربیت ان کے خسر مولانا نور اللہؒ نے کی، اور حدیث اور ولی اللہی انقلابی تحریک میں آپ نے مولانا عاشقؒ اور مولانا محمد امینؒ سے تعلیم حاصل کی، ان کے سارے اساتذہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے براہ راست تربیت یافتہ تھے۔

شاہ عبد العزیزؒ کے زمانے میں عام علماء جن علوم سے زیادہ مانوس تھے، انھوں نے ان کے حصول میں خاصی دلچسپی لی اور مروجہ کتب میں جو اقوال شاہ ولی اللہؒ کی تحقیق کے خلاف ہوتے تھے، ان پر بڑی لطافت سے جرح کرتے تھے، اور آخر میں ہلکے انداز میں شاہ ولی اللہؒ کا قول بھی نقل کر دیتے، اور اس طرح کم از کم شاہ صاحبؒ نے ساٹھ سال تک کام کیا، جس سے شاہ ولی اللہؒ کا علم اور ان کی حکمت لوگوں کے ذہنوں میں راسخ ہوتی چلی گئی۔

شاہ عبد العزیزؒ نے ایک طرف تو حکیمِ ہند کے علوم و حقائق کی اشاعت کی، دوسری طرف ان کا مقصدِ حیات یہ بھی تھا کہ شاہ ولی اللہؒ کی انقلابی دعوت کو ہندوستان میں عملی جامہ پہنایا جائے، شاہ ولی اللہؒ کو الہام کیا گیا تھا کہ جو چیزیں تم کو دینے کا وعدہ کیا گیا ہے، ان کے لئے کافی صبر کی ضرورت ہے، اس کام کو پورا کرنا شاہ عبد العزیزؒ کا مقصد تھا، شاہ عبد العزیزؒ کے ساتھ ان کے بھائی شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبد القادرؒ بہترین معاون ثابت ہوئے، عقلی مسائل کے لئے جس قدر

تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو شاہ رفیع الدینؒ نے پورا کیا، اور کشفی مسائل میں خصوصیت کے ساتھ شاہ عبدالقادرؒ ممتاز تھے، نقلی علوم کی تعلیم شاہ عبدالعزیزؒ کے اپنے ذمہ تھی، اس طرح علم کے تینوں زرائع یعنی عقل، نقل اور کشف کی مدد سے ایک جامع سوسائٹی پیدا کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔

اسی زمانے میں شاہ عبدالعزیزؒ نے امام انقلاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، امیر المؤمنینؒ نے ان کو یقین دلایا کہ عام طور پر فقہاء اور صوفیہ کے مروجہ طریقے افراط و تفریط سے خالی نہیں، لیکن قرون اولیٰ کے مطابق صرف وہی طریقہ ہے جس کی دعوت امام ولی اللہ دیتے تھے۔ امیر المؤمنینؒ نے ان کی قلبی کیفیت میں ایک انقلاب پیدا کر دیا، جسے شاہ عبدالعزیزؒ بیداری میں بھی اپنے اندر مستقر پاتے تھے۔

شاہ عبدالعزیزؒ حقیقی طور پر شاہ ولی اللہ تحریک کے پہلے امام تھے، اور انہوں نے شاہ ولی اللہؒ کے اصول پر قومی حکومت کی بنیاد ڈالی، لیکن شاہ عبدالعزیزؒ کے دور میں انگریز کلکتہ سے دہلی تک عملی طور پر غلبہ حاصل کر چکا تھا، اور دوسری طرف دکن میں مرہٹے اور پنجاب میں سکھ زوروں پر تھے، اور اس وقت مسلمانوں میں کوئی ایسا حاکم نظر نہیں آرہا تھا جو ان کا مقابلہ کر سکے، اس لئے شاہ صاحبؒ نے یہ محسوس کیا کہ کابل اور قندھار کی حکومتوں کی اس طرف توجہ مبذول کروائی جائے تو اسلامی حکومت کے لئے راستہ ہموار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحبؒ نے اپنے کام کو جس خوش تدبیری سے سرانجام دیا، اس کو دیکھ کر آپؒ کے کمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

مختصر طور پر یہ کہ آپؒ نے سب سے پہلے عوام الناس میں اسلامی عقائد و اخلاق کے متعلق جو غلط فہمیاں رائج ہو چکی تھیں، ان کی اصلاح کی طرف

توجہ فرمائی، اور دوسرا درجہ آپؒ کے کام کا یہ تھا کہ آپؒ نے انقلابی دعوت عام کے لئے ایک مرکز بنایا، جس کے ارکان شاہ اسماعیل شہید، سید احمد شہیدؒ اور مولانا عبدالحئیؒ تھے، اور شاہ محمد اسحاقؒ کو اپنی جگہ مقرر کیا، امیر الدعوت اور امیر جہاد سید احمد شہیدؒ تھے، اور اس سے شاہ صاحب کا مقصد یہ تھا کہ یہ جماعت آگے چل کر دہلی سلطنت کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے مدد کر سکے۔

شاہ عبد العزیزؒ کی تعلیم وارشاد کا اثر ہندوستان سے باہر حجاز کے ذریعے استنبول تک پہنچا، اور غالبا شیخ خالد کردیؒ اس میں واسطہ بنے، شیخ نے چونکہ شاہ غلام علیؒ کی خدمت میں سلوک کی تکمیل کی تھی، اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کے توسط سے شاہ عبد العزیزؒ سے مستفید ہوئے تھے۔

شاہ صاحب کا حافظہ

اللہ تعالی نے شاہ صاحب کو بہترین حافظہ عطا فرمایا تھا، جس کا اندازہ ان دو واقعات سے لگایا جا سکتا ہے:

(۱) شاہ عبد العزیزؒ کے پاس ایک جہازران انگریز آیا اور کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کو ہر فن میں دخل ہے، جہازرانی میں بھی آپ کو کچھ آتا ہے؟ شاہ صاحبؒ نے اس کو پرزوں کے نام بتا دیئے اور ان کے حالات بیان کئے جو اس کے اپنے علم میں بھی نہ تھے، اس کو حیرت ہوئی تو فرمایا کہ: میں نے بچپن میں ایک کتاب دیکھی تھی، اس میں سے ہی کچھ یاد ہو گیا تھا۔

(۲) ایک دفعہ شاہ صاحبؒ کے پاس دو قوال آئے، اور ان کا کسی راگنی میں اختلاف تھا، اور شاہ صاحبؒ کو انہوں نے حکم بنایا، دونوں نے شاہ صاحبؒ کے سامنے گایا، شاہ صاحبؒ نے ایک کی تصویب کی، اور دوسرے کو اس کی غلطی

کے بارے میں آگاہ کیا۔ ان کو بڑا تعجب ہوا، تو شاہ صاحبؒ نے فرمایا: جب ہم مکتب جاتے تھے، تو ہمارے راستے میں ڈوم نے بالاخانہ کرائے پر لے رکھا تھا، ہم آتے جاتے سنا کرتے تھے، اسی سے ہم نے کچھ معلوم کیا تھا، جو ہمیں یاد ہے۔

(۹) حضرت شاہ عمر بن شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ

شاہ عمر بن شاہ اسماعیل شہیدؒ ان اللہ والوں میں شمار ہوتے تھے جن پر جذب کی کیفیت غالب تھی اور یہ مشہور تھا کہ ان کو اکثر حضور ﷺ کی زیارت ہوتی رہتی ہے۔ ایک دفعہ مفتی صدر الدینؒ اور جامع مسجد کے امام اور دوسرے اشخاص نے ان سے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرادیجئے، مگر وہ نہ مانے، لیکن جب انہوں نے اصرار جاری رکھا تو مفتی صدر الدینؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے خواب دیکھا کہ جامع مسجد کے منبر پر حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، اور مولوی عمر آپ ﷺ کو مور چھل جھل رہے ہیں، اور کہتے ہیں: صدر الدین آؤ! رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرلو! فرماتے ہیں: جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کی طرف چلا تاکہ ان سے یہ خواب بیان کروں، لیکن راستے میں ہی امام صاحب مل گئے، اور انہوں نے کہا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اور آگے چلے تو اس پہلی مجلس میں جتنے لوگ تھے سب ہی آتے نظر آئے اور سب نے ایک جیسا خواب سنایا۔

ان کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لوگ ان کو زبردستی ایسی مجلس میں لے گئے جس میں گانا ہو رہا تھا، تو فرماتے ہیں کہ جب ان کو زبردستی اس مجلس میں بٹھایا گیا تو تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ذرا حرکت کی تو پورا مکان ہلنے لگا، تو سب حیران ہوئے کہ شاید زلزلہ آگیا ہے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب

دوبارہ ملے تو پہلے سے زیادہ مکان میں حرکت پیدا ہوئی، اس کے بعد تیسری مرتبہ بھی ہوا تو ان کو فوراً نکال دیا گیا کہ مبادا کہیں چھت گر ہی نہ جائے۔ جب مولوی محمد عمر سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے نہ بٹھاؤ!

ایک مرتبہ مولانا عمر شاہ جمعہ کے بعد جامع مسجد دہلی میں ایک وعظ میں تشریف لے گئے، اور وہ وعظ اس وقت اکبر خان غیر مقلد دے رہا تھا، لوگوں نے کہا: حضرت! یہ تو غیر مقلد ہے۔ تو فرمایا: کوئی بات نہیں، قرآن وحدیث ہی بیان کرتا ہے! اور اس کے پاس جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گئے، اس نے ایک حدیث بیان کر کے جب یہ کہا کہ اگر ابو حنیفہؒ ہوتے تو میں ان کو اس حدیث کا مطلب سمجھا دیتا۔ تو فوراً اٹھے اور فرمایا: اچھا! تو ابو حنیفہؒ کو مطلب سمجھاتا، جن کے مقلد جنید و شبلی تھے۔ اور اس کے سر پر ایک ہاتھ مارا جس سے اس کا عمامہ اڑ گیا، چند بنگالی جو اکبر خان کے معتقد تھے، شاہ صاحبؒ کے مقابلے کے لئے تیار ہوئے، لیکن اکبر خان نے روک دیا اور کہا کہ: نہیں، نہیں، یہ صاحبزادہ ہیں!

(۱۰) حضرت شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ

شاہ عبد الغنیؒ پر بھی اللہ تعالیٰ کا توکل غالب رہتا تھا، بڑے بڑے لوگ آپ کے مرید تھے، لیکن اس کے باوجود گھر میں اکثر فاقہ ہی رہتا تھا، اور کبھی حرام مال تو کیا مشکوک مال کو بھی قریب نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے گھر میں کئی وقت کا فاقہ ہو گیا، اس کا تذکرہ ان کی ماما نے کہیں کر دیا، اس کی خبر کسی ذریعے سے مفتی صدر الدین خان کو ہوئی، تو وہ تین سو روپے لے کر حاضر ہوا اور تخلیہ میں روپے پیش کر دیئے اور فرمایا: حضرت! میں رشوت نہیں لیتا اور

یہ میری تنخواہ کی رقم ہے۔ تو فرمایا: مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں کہ تم رشوت لیتے ہو گے۔ البتہ میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا نہیں سمجھتا، اس لئے یہ قبول نہیں کرتا

۔

اسی طرح ایک دفعہ مفتی صدر الدین صاحب نے آپؒ کے ہاں سے کچھ کتابیں عاریۃً لیں، ان کی جلدیں بوسیدہ ہو چکی تھیں، تو انہوں نے جلدیں کروا دیں اور واپس کیں۔ لیکن جب شاہ صاحبؒ نے دیکھا تو ان جلدوں کو اتار دیا اور فرمایا: ہماری پرانی جلدیں ہی واپس کرو! انہوں نے کہا کہ حضرت! یہ تنخواہ کی بھی نہیں بنائی، بلکہ زراعت کے طور پر جو مال ملا ہے، اس سے بنائی ہیں۔ تو فرمایا کہ: اس کے باوجود میرا دل نہیں مانتا۔

(۱۱) حضرت خواجہ ابو سعید فاروقی رحمہ اللہ

سلسلۂ نسب

آپؒ کا نامِ نامی اسم گرامی تو زکی القدر تھا، لیکن ابو سعید کے نام سے معروف ہوئے۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے مل جاتا ہے، آپؒ کے والد ماجدؒ بھی بڑے مشائخ میں سے تھے اور ان کا وسیع حلقہ تھا۔

تعلیم و تربیت

آپؒ کی ابتدائی تعلیم رام پور میں ہی ہوئی، اور دس سال کی عمر میں آپؒ نے حفظ قرآن کر لیا

ابتدائی تعلیم و تربیت رامپور ہی میں ہوئی، اور دس سال کی عمر میں

آپؒ نے حفظ قرآن کرلیا، پھر قاری نسیم صاحب سے تجوید کا علم حاصل کیا ۔آپؒ کے قرآن کریم کے ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں اتنا اثر تھا کہ جو بھی سنتا دم بخود رہ جاتا تھا، لیکن اس کے باوجود فرماتے تھے کہ: مجھے اپنے اس پڑھنے پر اورلوگوں کی تحسین پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔ لیکن اس کے بعد آپؒ نے ایک دفعہ حرم میں جاکر عربوں کو قرآن سنایا تو انہوں نے بھی تحسین کی، اس کے بعد ان کو یقین ہو گیا کہ میں صحیح پڑھتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت مفتی شرف الدینؒ اور شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ سراج احمد مجددیؒ سے علوم متداولہ پڑھے اور اپنے مرشد شاہ غلام علی دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے علم حدیث کی سند حاصل کی۔

حضرت ابو سعیدؒ اور سلوک

علم دین حاصل کرتے وقت ہی آپؒ کے دل میں معرفت الٰہی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو گیا، اور سب سے پہلے آپؒ نے اپنے والد محترم کے ہاتھ پر بیعت کی، اور اس کے بعد آتش شوق نے آپؒ کو حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں پہنچادیا، اور حضرت درگاہیؒ نے آپ پر خصوصی توجہ دی، اور کچھ ہی عرصہ میں آپؒ کو اجازت عطا فرما کر اپنا جان نشین بنایا، لیکن اس کے باوجود آپؒ کی آتش شوق ختم نہ ہوئی، تو آپ نے مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی طرف لکھا: میں آپ سے بیعت کر کے آپ کی خدمت میں آنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے جواب لکھا: اس وقت شاہ غلام علی دہلوی سے بڑا آدمی کوئی نہیں ہے، اس لئے ان کے پاس چلے جائیں تو فوراً ہی ان کے پاس پہنچے اور ان سے بیعت کر لی اور ان کی تربیت میں رہے۔ انہوں نے آپؒ پر خاص توجہ دی اور صفر کے مہینے میں سن بارہ

سو تیس ہجری کو شیخ نے آپ کو اپنے سینے کے ساتھ چمٹایا اور بڑی دیر تک چمٹائے رکھا اور آخر الگ کر کے ان کو خلافت عطا فرما دی۔

اس کے ایک سال کے بعد گیارہ جمادی الاولیٰ سن بارہ سو اکتیس میں شیخ نے یہ اعلان کر دیا کہ آج کے بعد میری مسند خلافت اور درس و تدریس کی جگہ ابو سعید بیٹھیں گے اور لوگوں کی تربیت کریں گے۔ اس پر کچھ لوگوں کو رشک ہوا اور انہوں نے اعتراض کیا کہ یہ ابھی ابھی آئے ہیں، اور ان کو اتنا مقام کیوں دیا جا رہا ہے؟ تو شیخ نے فرمایا کہ: اس نے اپنے زندہ شیخ کو چھوڑا اور مسند خلافت کو ہمارے لئے چھوڑا ہے، اس لئے ان کا حق ہے کہ ان کو اتنا نوازا جائے۔

اس کے کچھ عرصے کے بعد کچھ احباب کے اصرار پر آپؒ نے علم تصوف پر ایک رسالہ تحریر کیا: ہدایت الطالبین جس کو آپؒ نے اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کیا، تو انہوں نے بھی بہت تعریف فرمائی اور اس کے آخر میں کچھ سطور اپنی طرف سے لکھ کر دیں۔

جب آپؒ کے شیخ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اس وقت شیخ ابو سعیدؒ لکھنؤ میں تھے، شیخ نے ان کو خط لکھا اور کہا کہ: میں اپنے کو اس دار فانی سے جاتا ہوا دیکھ رہا ہوں، اس لئے خط ملتے ہی فوراً چلے آؤ اور اپنی جگہ پر اپنے فرزند احمد سعید کو چھوڑ کر آ جاؤ اور میرا دل چاہتا ہے کہ میری وفات کے وقت تم میری چارپائی پر بیٹھے رہو اور قیومیت زمانہ کے حامل بن جاؤ۔خط ملتے ہی فوراً چلے اور اپنے شیخ کے پاس پہنچے، انہوں نے اپنی جانشینی آپؒ کے سپرد کی اور خود دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔

اپنے شیخ کی وفات کے بعد نو سال تک شیخ ابو سعیدؒ نے اس گدی کو رونق بخشی اور اس کے بعد اپنے بڑے بیٹے شیخ احمد سعید کو اپنی جگہ پر بٹھا کر خود

حج کے لئے تشریف لے گئے۔

شیخ ابو سعیدؒ کا سفر حج اور سفر آخرت

شیخ ابو سعیدؒ اپنے دوسرے بیٹے شاہ عبد الغنیؒ کو ساتھ لے کر سن بارہ سو انچاس ہجری کو حج کے لئے گئے، اہل دہلی کو بہت افسوس ہوا، لیکن شیخ نے سفر شروع کیا، اور رمضان کا مہینہ بمبئی میں گزارا، اور قرآن شریف ختم کیا، اور شوال کے مہینے میں بحری جہاز کے ذریعے سفر کا آغاز کیا، اور تین یا چار ذی الحجہ کو حرم پہنچے، وہاں پر بڑے بڑے علماء، فقہاء، محدثین آپؒ کی زیارت کے لئے بے تاب تھے، وہیں پر محرم کے مہینے میں آپؒ کو اسہال کا مرض لاحق ہوا، اور مرض نے شدت اختیار کیا، اور پھر محرم میں ہی آپؒ کے دل میں مدینہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور اسی حالت میں ہی مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا، ربیع الاول آپؒ نے مدینہ میں ہی گزارا، اور وہاں بھی آپؒ کی ملاقات کے لئے اتنے لوگ آتے کہ آپ کا گھر بھر جاتا تھا، بالآخر مدینہ میں آپؒ کی بیماری میں کچھ افاقہ ہوا، اور آپؒ ایک میل تک پیدل چل لیا کرتے تھے، تو وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا، جب واپس ہوئے تو راستے میں آپؒ کی طبیعت بگڑ گئی، جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپؒ اس وقت ٹونک شہر میں داخل ہو چکے تھے، وہاں کے شہر کے نواب نے آپؒ کا بڑا اکرام کیا اور بہت زیادہ عزت افزائی کی، آپؒ نے روزے رکھنے کی کوشش کی، لیکن طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو فدیہ ادا کر دیا، جب عید کا دن آیا تو وہ ہفتہ کا دن تھا، اور سن بارہ سو پچاس تھا، ظہر کے بعد اپنے بیٹوں کو بلایا اور ان کو وصیت کی اور کچھ دیر کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔

آپؒ کی نماز جنازہ شہر کے قاضی مولانا خلیل الرحمان نے پڑھائی اور

اس کے بعد آپؒ کے جسد خاکی کو آپؒ کا بیٹا تابوت میں ڈال کر دہلی لے آیا، اور دہلی پہنچ کر چالیس دن کے بعد آپؒ کے تابوت کو کھولا گیا تو اس سے خوشبوئیں پھوٹ رہی تھیں، اور جو روئی آپؒ کے جسم کے ساتھ رکھی گئی تھی، اس سے بھی خوشبو آرہی تھی، وہ لوگوں نے آپس میں تقسیم کر لی، اور آپؒ کو آپؒ کے شیخ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

(۱۲) حضرت خواجہ احمد سعید فاروقی رحمہ اللہ

سلسلۂ نسب

ان کا نام گرامی قدر احمد سعید اور کنیت ابو المکارم ہے، اور تاریخی نام مظہر یزداں ہے، نسب کے لحاظ سے آپ فاروقی ہیں، اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خاندان میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش ریاست رامپور میں ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء بمطابق ۱۲۱۷ ھجری کو ہوئی۔ آپؒ کے نانا حضرت شاہ غلام صدیقؒ نے آپؒ کا مشرب معلوم کر کے آپؒ کا اسم گرامی غلام غوث رکھا تھا، لیکن والدین کا رکھا ہوا نام ہی زیادہ مشہور ہوا۔

تعلیم و تربیت

آپؒ نے ابتدائی تعلیم رامپور میں ہی حاصل کی اور قرآن پاک حفظ فرمایا، چونکہ آپ کے والد ماجدؒ حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم قاری بھی تھے، اس لئے قرآن پاک اپنے والد ماجدؒ سے باتجوید حفظ کیا، اور دوران حفظ اپنے والد ماجدؒ کے ساتھ کبھی کبھی حضرت شاہ درگاہیؒ کی خدمت میں بھی جایا کرتے تھے، وہ آپؒ کو محبت سے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کلام پاک

سنتے تھے، اور جب آپؒ کے والد ماجدؒ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں تشریف لائے تو یہ بھی ساتھ تھے اور اس وقت آپؒ کی عمر دس سال بھی نہ ہوئی تھی۔

حفظ سے فراغت کے بعد آپؒ نے علوم عقلی مولوی فضل امام اور مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی سے حاصل کئے اور آپ شاہ عبد العزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبد القادرؒ کی خدمت میں بھی برائے استفادہ حاضر ہوا کرتے تھے، شاہ سراج احمد مجددیؒ آپؒ کے والد ماجدؒ کے ماموں اور خواجہ محمد سعید کی اولاد میں سے تھے، حدیث مسلسل کی اجازت آپؒ نے ان سے ہی لی تھی اور علم حدیث میں آپؒ کے استاذ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ تھے، علم تصوف میں رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف، احیاء العلوم، نفحات، رشحات، مکتوبات شریف، مثنوی معنوی وغیرہ، آپؒ نے حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے پڑھیں اور حدیث میں سنن ترمذی اور مشکوٰۃ شریف بھی انہی سے پڑھی۔

حضرت احمد سعیدؒ اور سلوک

حضرت قبلہ شاہ صاحبؒ نے آپ کو فرمایا کہ حال کو قال سے جمع کرو، لہذا علماء سے علم ظاہر پڑھا کرو اور فرصت کے اوقات میں حلقے میں شریک ہو جایا کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کرتے تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ: اکثر ایسا ہو جاتا کہ جگہ نہ ملتی تو شاہ صاحب اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا کرتے تھے۔ علم تصوف و سلوک اول تا آخر آپؒ نے حضرت شاہ صاحبؒ سے ہی سیکھا اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، لیکن چونکہ تربیت میں اپنے والد سے بھی توجہات لی تھیں، اس لئے شجرہ میں والدؒ کے بعد ان کا نام آتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جب شاہ صاحبؒ نے تصوف پر ایک رسالہ کمالات مظہری تالیف کیا تو اس کے آخر میں ان کا تذکرہ بھی کیا اور فرمایا: نسبت میں یہ اپنے والد کے زیادہ قریب ہیں۔

شیخ کی جلاوطنی

شیخ کے زمانے میں انگریز نے اپنا بہت زیادہ اثر ورسوخ اس خطے میں پیدا کر لیا اور کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا، تو اس کے خلاف علمائے امت نے اجتماعی طور پر فتوی دیا کہ اب ہندوستان دار الحرب بن گیا ہے، اس لئے کفر کے خلاف علم جہاد بلند کیا جاتا ہے۔ اس فتوی پر بڑے بڑے علماء نے دستخط کئے، اور حضرت شیخ اگرچہ فتوی نہیں دیتے تھے، لیکن اس فتوی پر انہوں نے بھی دستخط کئے، اور اسی کی وجہ سے اٹھارہ سوستاون کی جنگ آزادی ہوئی، اس کے بعد انگریز نے آپؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے اور یہ فیصلہ ہوا کہ رات کے وقت خانقاہ پر چھاپہ مار کر حضرتؒ اور ان کے مریدین کو گرفتار کر لیا جائے، حضرتؒ کو اطلاع مل گئی اور انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا اعلان کر دیا، اور شام سے پہلے ہی نکل کھڑے ہوئے، اور مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے، لاہور پہنچتے ہی اپنے خلیفہ حاجی دوست محمد کو اپنی آمد کی اطلاع دی، ان کو علم ہوا تو فوراً اپنے مریدین کی ایک جماعت آگے روانہ کر دی تا کہ آپؒ کے لئے انتظام کیا جا سکے، اور خود بھی استقبال کے لئے نکلے اور ڈیرہ اسماعیل خان میں فروکش ہوئے، جب شیخ پہنچے تو ان کا والہانہ استقبال کیا اور اپنی خانقاہ موسیٰ زئی شریف لے کر آئے، وہاں پہنچ کر حاجی صاحبؒ نے آپؒ کی خدمت میں ایک بڑی رقم اور اپنی خانقاہ کی چابیاں ہدیہ دے کر کہا کہ آپ یہاں ہی تشریف رکھیں، لیکن

حضرتؒ نے فرمایا کہ: رقم تو تمہاری دل جوئی کے لئے قبول کرتا ہوں، باقی یہ خانقاہ اور دہلی والی خانقاہ دونوں کا متولی میں تم کو بناتا ہوں، ان کو اچھے طریقے سے چلانا اور خیال رکھنا، دہلی کی خانقاہ میری زندگی کا ثمر ہے، اس کا خاص خیال کرنا چاہئے، وہاں پر خود چلے جاؤ یا اپنے کسی خلیفہ کو بھیج دو۔ اور ایک تحریر لکھ کر دے دی کہ میں حرم کے سفر میں جارہا ہوں، اور اپنا قائم مقام دوست محمد کو بنا کر جارہا ہوں، اس لئے تمام مریدین ان کی اتباع کریں۔ حاجی صاحبؒ نے اپنے ایک پاک باطن خلیفہ حضرت مولوی رحیم بخش پنجابی کو ان کے سامنے کیا اور کہا کہ: حضرت! دہلی کی خانقاہ کے لے یہ شخص مناسب ہے، اور ان کی اجازت سے ان کو اسی وقت روانہ کر دیا۔

حضرت شیخ اٹھارہ دن تک وہاں پر رہے، اور ہزاروں لوگوں نے مختلف جگہ سے آکر آپؒ کی توجہات حاصل کیں، اور حاجی دوست محمدؒ نے دو بیل اور بیسیوں دنبے ذبح کر کے آپؒ کی ضیافت کی، اس کے بعد بزریعہ کشتی کے بمبئ پہنچے، اور وہاں سے بحری جہاز کے ذریعے سے جدہ پہنچے، اور شوال کے مہینے میں حرم پہنچے، بارہ سو چوہتر میں آپؒ نے حج کیا، اور تین ماہ تک مکہ میں ہی قیام فرمایا، اس کے بعد بارہ سو پچھتر ماہ ربیع الاول میں آپؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور پھر آخر تک آپؒ کا قیام مدینہ میں ہی رہا۔

اور سن بارہ سو ستتر کو آپؒ کی وفات ہو گئی اور آپؒ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کر دیا گیا۔

---

(۱۳۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ

سلسلۂ نسب

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ علوی سادات میں سے تھے، اور ان کا سلسلۂ نسب حضرت محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ ان کی پیدائش گیارہ رمضان سن گیارہ سو، یا گیارہ سو تیرہ ہجری کو ہوئی، ان کے والد مرزا جان رح اس وقت اورنگزیب عالمگیر رح کے دربار میں صاحب منصب تھے، جب اورنگزیب رح کو ان کی پیدائش کا علم ہوا تو اس نے کہا: چونکہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام جان جان ہو گا۔

تعلیم وتربیت

آپ رح کے والد نے آپ رح کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، اور شروع میں فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے ہی پڑھیں۔ حفظ قرآن اور تجوید وقراءت قاری عبدالرحیم رح اور علم تفسیر وحدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی اور شیخ المحدثین عبداللہ بن سالم مکی سے حاصل کی۔

شجاعت

حضرت رح علوم وفنون کے علاوہ سپہ گری کے فن میں بھی بڑی مہارت رکھتے تھے، اسی لئے خود فرماتے تھے: اگر بیس آدمی بھی تلواریں لے کر میرے مقابلے میں آجائیں اور میرے پاس صرف ایک لاٹھی ہو تو اللہ تعالی کے فضل سے مجھے کوئی زخم نہیں پہنچا سکیں گے۔ ایک دفعہ یہ اپنے گھوڑے پر سوار آرہے تھے کہ سامنے سے ایک مست ہاتھی آگیا، ہاتھی والے نے شور کیا اور ان کو کہا کہ

آگے سے ہٹ جاؤ، لیکن خود فرماتے ہیں کہ مجھے یہ گوارانہ ہوا کہ ایک بے جگر حیوان کے مقابلے سے ہٹ جاؤں، تو میں اس کے سامنے آگیا اور ہاتھی نے مجھے اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا تو میں نے اس کی سونڈ میں اپنا خنجر دے مارا، ہاتھی نے چیخ ماری اور مجھے دور پھینک دیا، اور اللہ تعالی کے فضل سے مجھے کچھ نہ ہوا۔

حضرت مرزاؒ اور سلوک

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی سے عشق و محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت کا شوق میرے دل میں شروع سے ہی تھا، میں ابھی نو سال کا ہی تھا کہ مجھے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر جب بھی ہوتا تو ان کا جسم اطہر میرے سامنے آجاتا اور میں نے کئی بار ان کی بیداری میں زیارت کی۔

جب ان کی عمر سولہ سال ہوئی تو ان کے والد محترم فوت ہو گئے تو اب ان کے رشتہ دار ان کو لے کر بادشاہ کے دربار میں گئے کہ ان کو اب دربار میں رکھ لیا جائے، لیکن اس دن بادشاہ دربار میں نہ آیا، لیکن اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک درویش نے اپنی دستار اتار کر ان کے سر پر رکھ دی، اس کے بعد ان کو بادشاہ کے دربار میں عہدہ ملنے کی کوئی تمنا نہ رہی، اور جہاں کہیں بھی کسی اللہ والے کا علم ہوتا، اس کے پاس چلے جاتے۔

اٹھارہ سال کی عمر میں لوگوں سے حضرت سید نور محمد بدایونیؒ کے کمالات کے بارے میں سنا تو ان سے ملنے کا شوق پیدا ہوا، جب تیار ہو کر ان کی مجلس میں گئے تو حضرتؒ کی یہ عادت تھی کہ وہ بغیر استخارہ کے سبق نہیں دیا کرتے تھے، لیکن ان کو استخارے کے بغیر ہی کہا: آنکھوں کو بند کرو! فرماتے ہیں: میں نے آنکھیں بند کیں تو حضرت نے میرے پانچ لطائف جاری کر

دیئے۔ فرماتے ہیں: حضرتؒ کی توجہ کی تاثیر نے میرے دل کو اتنا متاثر کیا کہ جب دوسرے دن میں نے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو بعینہٖ اپنے شیخ کی شکل محسوس کی، اور میرے دل میں شیخ کی محبت اور زیادہ ہو گئی۔ اس کے بعد چار سال تک ان کی صحبت میں رہا، اور آخر چار سال کے بعد شیخ نے اجازت بمع اپنی خرقہ کے عطا فرمائی۔

شیخ سید نور محمد بدایونیؒ کی وفات کے بعد چھ سال تک مرزا صاحبؒ اپنے شیخ کی قبر پر مراقب ہو کر استفادہ کرتے رہے، لیکن بار بار شیخ کے خواب میں آنے اور یہ وصیت کرنے پر کہ کسی زندہ شخص سے بھی استفادہ کرو! مرزا صاحبؒ اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے شاہ گلشن رحمہ اللہ کی خدمت میں چلے گئے، اس کے بعد قیوم رابع خواجہ محمد زبیرؒ کی خدمت سے فیض حاصل کیا، پھر حضرت حاجی محمد افضل اور حضرت حافظ سعد اللہ کی خدمت میں کئی سال رہ کر باطنی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس کے بعد وہ شیخ الشیوخ محمد عابد سنامیؒ جو کہ شیخ عبد الاحد سرہندیؒ کے خلیفہ تھے، ان کی خدمت میں تشریف لائے اور ان کی خدمت میں سات سال تک رہے، اور حضرت شیخؒ کی توجہات کی بدولت کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ وغیرہ ختم کئے، ان کو شیخ نے سلسلۂ قادریہ کے علاوہ سلسلۂ چشتیہ اور سہروردیہ میں بھی اجازت عطا فرمائی۔

حضرت مرزاؒ تقریباً گیارہ سال تک شیخ عابدؒ کی صحبت میں رہے، اور پھر شیخ کی وفات کے بعد مسند خلافت کو زینت بخشی، علماء، صلحاء اور طالبین نے آپؒ کی طرف رجوع کیا اور آپؒ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی، اور یہ مشہور ہو گیا کہ جو فیض آپؒ کی صحبت سے طالب کو ملتا ہے، وہ باقیوں کی توجہ وہمت سے بھی نہیں ملتا۔

حضرت مرزاؒ کا زہد

حضرت مرزاؒ کامل زہد اور توکل سے متصف تھے، اور دنیا اور اہل دنیا کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے، اور دنیا داروں کے تحائف بھی قبول نہیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے ان کو کہا کہ: مجھے اللہ تعالی نے بہت بڑا ملک دیا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں پورا ملک ہدیہ کر کے آپ کو دیتا ہوں۔ تو فرمایا کہ: اللہ تعالی نے اس پورے عالم کو متاع قلیل کہا ہے، اس لئے تو جتنا بھی دے، مجھے نہیں چاہئے۔

شہادت

جب حضرتؒ کی عمر اسی سال سے بڑھ گئی تو دل میں اللہ تعالی سے ملاقات کا شوق پید ہوا، اور فرمانے لگے: مجھ سے پہلے ہمارے اکابر تو شہادت کا منصب بھی حاصل کر کے دنیا سے گئے، لیکن مجھے شاید یہ سعادت نہ مل سکے، چلو باطنی شہادت ہی کافی ہے۔ لیکن اللہ تعالی نے آپؒ کے شوق کو پورا فرمایا اور باطنی کے ساتھ ساتھ آپ کو ظاہری شہادت بھی عطا فرمائی۔ اس زمانے میں دہلی کا حکمران نجف خان کو، جو غالی شیعہ تھا، بنایا گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس جگہ دو شخصیات دین کا بڑا کام کر رہی ہیں، ایک شاہ ولی اللہؒ اور دوسری حضرت مرزا صاحبؒ تو اس نے ان کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا، اور ایک رات جب آپ اپنے گھر میں عشاء کے بعد آرام کر رہے تھے تو دروازے پر دستک ہوئی، خادم باہر گیا تو تین آدمی تھے، انہوں نے حضرتؒ کا پوچھا، خادم نے آکر بتایا، جب وہ اندر داخل ہوئے تو ان میں ایک ایرانی مغل تھا، اس نے طبانچہ سے گولی ماری، جو حضرتؒ کو لگی اور زخمی ہو گئے، اور تین دن کے بعد اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

تدفین

آپؒ کی اہلیہ محترمہ کی نگرانی میں آپؒ کی تجہیز و تکفین کی گئی، اور بی بی صاحبہ کی حویلی میں جو کہ چتلی قبر دہلی سے متصل تھی، وہاں پر دفن کیا گیا، آپؒ کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ کی تین ہستیاں: شاہ غلام علیؒ، شاہ ابو سعیدؒ، شاہ ابو الخیر مجددیؒ بھی محو خواب ہیں۔

(۱۴) حضرت خواجہ شاہ عبد اللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ

سلسلۂ نسب

سن گیارہ سو چھپن ہجری میں حضرت سید عبد اللطیف شاہ بٹالویؒ کے گھر میں آپؒ کی پیدائش ہوئی، حضرت شاہ صاحبؒ نے ان کی ولادت کے بعد فرمایا: مجھے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اس کا نام علی رکھنا! تو ان کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ: مجھے خواب میں ایک نورانی بزرگ نے فرمایا کہ اس کا نام عبد القادر رکھنا، تو آپؒ کے چچا نے آکر کہا: مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ نام عبد اللہ رکھنا۔ تو ان کا نام عبد اللہ رکھا گیا اور کنیت علی رکھی گئی، لیکن جب وہ خود سن شعور کو پہنچے تو ادب کا لحاظ کرتے ہوئے علی کے ساتھ غلام کا اضافہ کر دیا اور اسی نام سے مشہور ہو گئے۔ آپؒ کے والد بھی اپنے وقت کے بزرگ شمار کئے جاتے تھے اور ان کا تعلق حضرت شاہ ناصر الدین قادری کے ساتھ تھا۔

تعلیم وتربیت

آپؒ کے والدؒ نے آپؒ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، اور آپؒ نے ابتدائی تعلیم بٹالہ میں ہی حاصل کی، اور جب آپؒ کی عمر اٹھارہ سال ہوئی تو آپؒ کے والدؒ نے آپؒ کو اپنے شیخ کی صحبت میں لانے کے لئے آپؒ کو دہلی بلایا، لیکن جس وقت آپؒ دہلی پہنچے تو کچھ دنوں کے بعد آپؒ کے والد کے شیخ کی وفات ہوگئی، جس سے آپؒ کے والد محترم کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے آپؒ کو کہا کہ: اب تمہاری مرضی ہے، جہاں چاہو جاکر تربیت لو!

شجاعت

اللہ تعالی نے آپ کو دینی شجاعت عطا فرمائی اور کبھی کوئی غلط کام ہوتا دیکھتے تو اس سے فوراً روک دیا کرتے تھے، اور حکام اور بادشاہ وقت تک کو تلقین کر دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ جب آپؒ کو علم ہوا کہ دہلی میں جہاں پر حضور ﷺ کی کچھ اشیائے مبارکہ کو لوگوں کے لئے رکھا گیا ہے، وہاں پر کچھ اکابر کی اشیاء بھی رکھی گئی ہیں، تو آپ نے فوراً بادشاہ وقت اکبر بادشاہ کو لکھا کہ ان چیزوں کو وہاں سے ہٹاؤ! تو اس نے فوراً ہٹا دیں۔

حضرت دہلویؒ اور سلوک

آپؒ نے دہلی میں ہی رہ کر جب علم کا حصول شروع کیا تو کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوتے رہے، لیکن جب آپؒ کی عمر بائیس سال ہوئی تو آپؒ کی ملاقات مرزا مظہر جان جاناںؒ سے ہوگئی تو فوراً ان سے بیعت ہو کر ان کی تربیت میں بیٹھ گئے۔ فرماتے ہیں: ایک دن ایک مرید جو کہ کشف و کرامات چاہتا تھا،

اس سے حضرت مرزاؒ ناراض ہو گئے تو میں فوراً پہنچا اور میں نے ناراضگی کی وجہ پوچھی تو مرزا صاحبؒ نے فرمایا: یہاں پر تو بغیر نمک کے پتھر کی سل کو چاٹنا پڑتا ہے! تو میں نے فوراً کہا کہ حضرت! میں تو بغیر نمک کے سل چاٹنا چاہتا ہوں، یعنی صبر اور استقامت کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ: ٹھیک ہے! تم میرے پاس رہ سکتے ہو۔ اس کے بعد حضرتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے بیعت تو سلسلۂ قادریہ میں کی تھی، لیکن حضرت مرزاؒ نے اسباق مجھے نقشبندیہ میں دینے شروع کر دیئے، تو مجھے ہر وقت یہ خیال رہتا کہ اس سے پیران پیرؒ ناراض نہ ہو جائیں، تو ایک رات مجھ کو خواب آیا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کمرہ ہے، اور اس میں پیران پیرؒ بیٹھے ہیں، اور سامنے ہی دوسرا کمرہ ہے اس میں خواجہ نقشبندؒ تشریف فرما ہیں، میں پیران پیر کی طرف جانے لگا، تو انہوں نے فرمایا: مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، وہ جس راستے سے ملے، اس کو حاصل کر لینا چاہئے، جاؤ خواجہ نقشبند کی طرف! اس کے بعد میرا دل مطمئن ہو گیا۔

پندرہ برس تک حضرتؒ اپنے شیخ حضرت مرزاؒ کی سرپرستی میں رہے، اور حضرت مرزاؒ سے آپؒ نے صرف سلوک کی منازل ہی طے نہ کیں بلکہ ان سے حدیث شریف کو بھی پڑھا، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو ایک خاص استعداد عطا فرمائی تھی، اس لئے آپ بہت جلد ہی سلوک کی منازل طے کرتے ہوئے کمال تک جا پہنچے اور اپنے شیخ کی حیات میں بھی لوگوں کا رجوع آپؒ کی طرف ہونے لگا۔

حضرت دہلویؒ کا زہد

اگرچہ آپؒ کی طرف لوگوں کا بہت زیادہ رجوع تھا، لیکن آپؒ نے اپنے تمام اوقات کو عوام کی تربیت کے لئے وقف کر دیا اور دنیوی مال و متاع اور

آرام وراحت سے آپؒ کو دور کا واسطہ بھی نہ رہا تھا۔

روزانہ دس پارے کلام اللہ شریف کی صبح کے وقت ہی تلاوت فرمایا کرتے تھے، اور اس کے بعد مراقبہ کرتے رہتے، اس کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے کے بعد تفسیر وحدیث کی تعلیم دینے میں مصروف ہو جایا کرتے تھے، حتی کہ دوپہر سے کچھ پہلے دن کا کھانا تناول فرما کر قیلولہ فرماتے اور ظہر کے بعد درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ اور عصر کے بعد مریدین آپؒ سے سلوک کے اسباق لیتے، رات بھر آپؒ عبادت میں مشغول رہتے اور کئے برس تک آپؒ نے چارپائی کو استعمال نہیں کیا۔

شیخ کا سلسلہ

شیخ دہلویؒ کا سلسلہ آپؒ کی حیات میں ہی بہت زیادہ پھیل گیا اور دور دراز تک آپؒ کے خلفاء پھیلے، اور انہوں نے آپؒ کے سلسلہ کو آگے چلایا، خاص طور پر علامہ خالد کردیؒ کے ذریعے سے اللہ تعالی نے آپؒ کے سلسلے کا بہت کام لیا۔

ملفوظات:

ایک دفعہ کسی نے آپؒ سے پوچھا: فقیر کس کو کہتے ہیں؟
فرمایا: فاء سے مراد فاقہ کشی ہے، اور توکل کر کے بیٹھا رہنا۔
قاف سے مراد قناعت کرنا ہے اور جستجو کو چھوڑ دینا ہے۔
یاء سے مراد یاد الٰہی ہے اور دو جہان کو فراموش کر دینا ہے۔
راء سے مراد ریاضت ومجاہدہ ہے۔

وفات

جب آپؒ کی زندگی کے آخری ایام آئے تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے بھی مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی طرح شہادت ملے، لیکن اس کے بعد اللہ تعالی کی طرف سے جو آزمائش تھی اور تین سال قحط رہا اور قتل عام ہوا، اس کی وجہ سے میں شہادت سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد فرمایا: جب میں مر جاؤں تو میری میت کو لے جا کر ان آثار کے پاس جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع مسجد میں رکھے ہیں، ان کے پاس لے جانا اور وہاں جا کر میری شفاعت کی درخواست کرنا۔ اسی طرح کیا گیا اور اس کے بعد آپ کو اپنے پیر مرزا مظہر جان جاناںؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

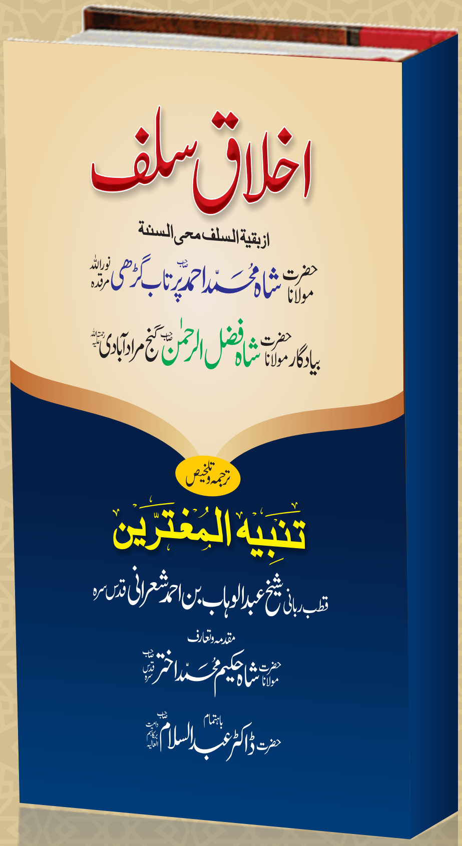

HAADI هادی CENTER OF ISLAMIC FIQH

سنٹر آف اسلامی فقہ

ایوب سٹریٹ، سکندر آباد، ایبٹ آباد، پاکستان

Phone: 0324-0071702 Email: islamic.fiqh.cif@gmail.com